۷۸۶

۱۱۰_۹۲

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL USE

Presented by www.ziaraat.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

معاد

قیامت

یاد شہید محراب آیۃ اللہ سید عبدالحسین دستغیب قدس سرہ

Presented by www.ziaraat.com

نام کتاب : معاد (قیامت)

مصنف : شہید محراب آیۃ اللہ سید عبدالحسین دستغیب قدس سرہ
مترجم : مولانا شیخ علی ارشاد نجفی

ملنے کا پتہ
مذہبی دنیا
۱۹۵ - بخشی بازار - الہ آباد
فون نمبر [illegible]

فہرست مضامین

مقدمہ — ۱۱
سفر آخرت کے بارے میں چند دلنشین باتیں — ״
آپ کا خون آپ کے بیان سے بھی زیادہ موثر ثابت ہوا — ״
وہ گوہر آبدار جو پہچانا نہ جاسکا۔ — ۱۲
ایک حقیقت کے متعلق ایک عجیب فرمائش — ۱۳
ایک جنازے کی دوبارہ تشییع — ۱۴
دوسرے دو افراد نے بھی یہی خواب دیکھا تھا — ״
ایک قصہ، ایک کتاب سے زیادہ حقیقت کا ترجمان — ۱۵
کوزے میں دریا — ۱۶
پہلی فصل ـــــ موت — ۱۸
وحی کے ذریعے سمجھنے کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں — ״
قیامت کی خصوصیات کو عقل سے کوئی ربط نہیں — ۱۹
کیا مُردہ بات کرتا ہے؟ — ״
نطق یعنی گویائی صرف زبان کے ساتھ مختص نہیں — ۲۰
خواب دیکھنے میں انبیا کی تصدیق کی حکمت پوشیدہ — ״
مذکورہ امور کو قبول نہ کرنا کم عقلی کی دلیل ہے — ۲۱
پہلی منزل ـــ موت یہ موت کی حقیقت — ۲۲
روح نہ تو جسم کے اندر داخل، نہ خارج ہوتی ہے — ۲۳
قبض روح کی کیفیت — ۲۴
خدا موت دیتا ہے یا عزرائیل یا ملائکہ؟ — ۲۴
خداوند عالم نے موت کیلئے کچھ اسباب قرار دیئے ہیں — ۲۵
محتضرین کے لحاظ سے عزرائیل کی شکل — ۲۶
موت کے وقت ملائکہ اور شیاطین کا آنا — ״
جان کنی میں آسانی اور سختی — ۲۸
کبھی جانکنی کی تکلیف مومن کے گناہوں کا کفارہ — ۲۹
کافر کیلئے جانکنی کی آسانی دنیا میں نیکی کی وجہ سے — ״
کفار کی قبض روح شکنجے کے ذریعے — ۳۰
فضیل کا شاگرد بے ایمان مرا — ۳۱
گناہوں کے نتیجے میں بے ایمان مرنا — ۳۲
موت کو دوست رکھنا — ۳۳
دنیا سے لگاؤ اور اس کی طرف رغبت... — ۳۴
دنیا سے دوستی گنہگار کی صفت، گناہوں کا سرچشمہ — ۳۵
موت سے کراہت متعلقین کی موت پر گریہ — ״
بے صبری کا مظاہرہ آخرت سے غفلت کا نتیجہ — ۳۶
الطاف و انعامات خداوندی — ۳۷
جانکنی کے وقت اہلبیتؑ کی تشریف آوری — ۳۸
موت کے بعد کے حالات کا بیان — ۳۹
قبر میں سوال و جواب — ۴۰

Presented by www.ziaraat.com

عقائد و اعمال کے متعلق سوال	۴۱
قبر میں سوال و جواب کا فائدہ کیا ہے ؟	۴۲
کافر کا ملائکہ عذاب کا دیکھنا کئی تکلیفوں کا آغاز	″
کافر تمام سوالات کے جواب سے عاجز رہیگا	۴۳
اعمال کے بارے میں بھی سوالات ہوتے ہیں	″
انیس قبر عمل ہے	۴۴
خداوند عالم خوف دلاتا ہے	۴۶
کافر کے ساتھ ایک خوفناک شکل ہوگی	″
فشارِ قبر مسلّمہ امور میں سے ہے	۴۷
فشارِ قبر ہر جگہ ممکن ہے۔	۴۹
فشارِ قبر کے وجوہ و اسباب	۵۰
دوسری فصل ـــــ برزخ	۵۱
برزخ۔ دنیا و آخرت کے درمیان کا ایک عالم	″
نعمتوں اور سزاؤں کی درمیانی حد	″
عالم مثالی اور جسم مثالی	۵۲
آئینہ میں ابھرنے والی تصویر دو شرطوں کے ساتھ	۵۳
تمام غذائیں میوے اور پھل صرف ایک چیز میں جمع	۵۴
اثر اندازی اور اثر پذیری کی شدت	″
ایک صاحب قبر جس نے مہمان نوازی کی	۵۵
کم فروشی نہ کرنے اور اول وقت نماز پڑھنے کا انجام	۵۷
عالم برزخ میں لذت کا ہمیشہ باقی رہنا	۵۸

وادی السلام میں چادروں سے بھری ہوئی عبا	۵۹
حیوانات مُردوں کی آواز سنتے ہیں	۶۰
ایک ہاشمی کا قاتل اور خواب میں اسکی فریادیں چیخیں	۶۱
ایک عطار کا موعظہ اور امانت کا طلبگار یہودی	۶۲
کیا مذکورہ امور سے قطعی انکار کیا جاسکتا ہے	۶۴
خبر کے تینوں ذریعے	۶۵
قیامت کے قائم نہ ہونے پر کوئی عقلی دلیل نہیں	″
جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے دفن کے مراسم	۶۶
جناب فاطمہ بنت اسد موت کے عواقب سے خائف	۶۸
اس جسم مادی کے اندر روح کی اثر اندازی	″
شیخ صدوق رہ کا جسد خاکی تروتازہ تھا	۶۹
جناب حُر کا جسد تازہ اور انکے سر پر بندھا رومال	″
ابو جعفرؒ کی قبر میں ایک شیر خوار بچہ	۷۰
برزخی آگ قبر سے شعلہ ور ہوتی ہے	۷۱
دنیا کی آگ کے مقابلے میں گرم آگ	۷۲
صاعقہ دنیا میں سب سے بڑی آگ ہے	″
وہ افراد جنہیں وحشت و گھبراہٹ نہیں ہوتی	۷۳
نزولِ رحمت کے وقت موت	۷۴
جریدتین اور چالیس اشخاص کی گواہی	″
حضرت داودؑ نے ایک عابد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی	۷۵
علامہ مجلسیؒ کے کفن پر خاک شفا سے مومنین کی گواہی	۷۶

وہ نیکیاں جو مرنے کے بعد میت کو پہنچتی ہیں	۷۶
میت کے صدقہ و خیرات کے بدلے بہت سے ہدیئے	۷۷
زندوں سے مُردوں کی درخواست	۷۸
برزخ اس عالم کے پردے میں ہے	″
عالم برزخ دنیا پر محیط ہے	۷۹
روحیں ایک دوسرے کی انیس و ہمدم	″
وادی السلام ارواح مومنین کا مقام ہے	۸۰
حضرت علیؑ سے قربت علم و عمل کے ذریعے ہے	″
ایک جنازہ جسے یمن سے نجف اشرف لائے	۸۱
اپنے خیمے کے اطراف ٹڈیوں کو پناہ دینے والا	۸۲
روح کا تعلق قبر سے بہت زیادہ ہے	۸۳
آفتاب کی شعاع کا آئینہ میں منعکس ہونا	″
اس خاکی بدن پر ثواب و عقاب کیوں نہیں ہوتا ؟	۸۴
روح دو قسم کے جسم رکھتی ہے	″
روح ہی معذب یا ثواب سے بہرہ مند ہوتی ہے	۸۵
قرآن میں برزخ کے ثواب و عقاب کا تذکرہ	″
جب تک زمین و آسمان باقی ہیں لوگ آرام یا تکلیف...	۸۶
حبیب نجار برزخی بہشت میں	۸۷
سخت و تنگ زندگی اور عذابِ قبر	۸۸
برزخ، قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے جانے تک	″
انسان کی شخصیت اس کی روح سے ہے	۸۹

برزخی بہشت نفس مطمئنہ کے لئے	۹۰
اخبار و احادیث میں برزخی ثواب و عقاب	″
برزخی شکلیں دنیاوی شکلوں کی مانند	۹۳
نئی آنے والی روح سے دوسری روحوں کی احوال پرسی	″
روحوں کی اپنے دنیاوی رشتہ داروں سے ملاقات	۹۴
برزخ میں حوضِ کوثر	″
موت کے وقت کوثر و حمیم	۹۶
برہوت، برزخی جہنم کا مظہر	″
ابن ملجم ملعون برزخی عذاب میں	۹۸
تیسری فصل ـــــ قیامت	۹۹
قیامت بحکم عقل	″
آخرت کے منکرین حکمتِ خدا کو نہیں سمجھتے	۱۰۰
ناخن بمنزلہ تکیہ	″
بالوں کے ذریعے جسم کے زائد مواد کا اخراج	۱۰۲
گبریلے کے بدن سے بنائی گئی گولی درد چشم کی دوا	″
کیا عالم وجود حکمت سے خالی ہے ؟	۱۰۳
انسان کا ایک دانت بھی بے حکمت نہیں	۱۰۴
اگر دنیا میں محض خوشی ہی ہوتی...	″
دنیا میں ہر گھونٹ ہزاروں ڈنگ کے بعد	۱۰۵
ایسی لذت کیلئے جس کے بعد رنج و تکلیف ہوگی	۱۰۶
قیامت قابل شک نہیں ہے	۱۰۷

Presented by www.ziaraat.com

خداوند متعال کے عدل کا لازمہ، روز جزا ۱۰۷
سچے لوگوں نے قیامت کے متعلق خبر دی ہے ۱۰۹
قیامت قائم ہونے کی بہترین دلیل۔ "
قیامت میں اعادہ معدوم نہیں ہے ۱۱۰
سب سے قوی دلیل اس کے وقوع کا ممکن ہونا ہے ۱۱۱
تیسری بار بھی جمع فرمائے گا "
دنیا میں مُردوں کا زندہ ہونا ۱۱۲
حضرت عزیرؑ سو سال تک مُردہ رہے "
چار پرندے جنہیں خدا نے زندگی عطا فرمائی ۱۱۴
خداوند متعال ہر کام پر قدرت رکھتا ہے ۱۱۵
آگ اور پانی ایک ساتھ ۱۱۶
بوسیدہ ہڈیاں کیونکر زندہ ہوں گی؟ ۱۱۷
علم الٰہی میں اشتباہ کی مجال نہیں ۱۱۸
افلاک کی خلقت انسان کی خلقت سے زیادہ اہم ۱۱۹
ضرر پہنچنے کا احتمال بھی ہو تو دفع کرنا واجب ۱۲۰
احتمال عقلائی توجہ و اعتنا کے قابل ہوتا ہے "
تمام انبیاء و مرسلین نے قوموں کو خبردار کیا ۱۲۱
امام جعفر صادقؑ کی منکر معاد سے فرمائش و فہمائش ۱۲۲
قیامت عظیم ہے "
عمرو قیامت کے ہول سے خوفزدہ ہو گیا ۱۲۳
کافر کے پاؤں کے نیچے آتشیں زمین ۱۲۴
میدان محشر میں مختلف شکلیں ۱۲۴
چغل خوروں، سود خوروں، حرام خوروں کا حشر ۱۲۵
ہمسائے کو ستانے والے، ظالم حاکم ۱۲۶
گنہگار لوگ اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے ۱۲۷
کس طرح اپنی اپنی بدشکلوں میں چلیں گے "
دل گلے میں پھنس جائیں گے ۱۲۸
وہ خوش قسمت لوگ جو خوف سے امان میں ۱۲۹
مسجد، قیامت میں سفینۂ نجات "
مکہ معظمہ میں یا اس کے راستے میں مرنا ۱۳۰
غضب و شہوت کی حالت میں بردباری "
حضرت علیؑ کی محبت و ولایت امن حقیقی کی ضمانت ۱۳۱
حسنۂ مطلق ولایت علی ابن ابیطالبؑ ۱۳۲
حفظ ما تقدم یا آئندہ کیلئے مکمل تیاری ۱۳۳
حرص و آز میں گرفتاری۔ "
حقیقتاً بہشت کا کھاتہ خدا کے ہاں ہے ۱۳۴
اسرافیل صور پھونکیں گے ۱۳۵
چار مقرب فرشتے اور ہر ایک کی ذمہ داری ۱۳۶
قیامت کے تصور سے آسمانوں میں غلغلہ "
باقی رہے گی صرف ذاتِ خدا اور بس ۱۳۷
قیامت برپا ہونے سے قبل کے عجائبات "
دوبارہ صور کا پھونکا جانا ۱۳۸

اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو پورا کیا ۱۳۹
قبروں سے کیونکر سر اٹھائیں گے؟ "
قیامت کے بارے میں دو متضاد آرزوئیں۔ ۱۴۰
خافضۃ رافعۃ، یوم تبلی السرائر "
سارے راز آشکار ہوں گے "
تقویٰ قیامت کے دن لباس ہوگا ۱۴۱
حضرت آدمؑ نے درختوں کے پتوں سے جسم چھپایا "
گناہگار پہچانے جائیں گے ۱۴۲
میدان محشر میں شراب خور کا منظر ۱۴۳
سود خواروں اور طنبورہ والوں کے چہرے "
موسیقی کے آلات بجانے والے کس حالت ہونگے ۱۴۴
دو رخے دو رنگی باتیں کرنے والوں کا حشر "
متکبرین اور زناکار میدان قیامت میں "
وہ دن جس کی مدت مقدار پچاس ہزار سال ہوگی ۱۴۵
قیامت کے ساتھ دن کا لفظ کیوں استعمال کیا جاتا ہے "
قیامت میں حقیقت کا آفتاب چمکے گا ۱۴۶
قیامت میں خوف کا موقف "
ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے سے گریز کریں گے ۱۴۷
ان کا اقرار بے سود ہوگا "
قیامت میں ایک ایک نیکی کی گدائی ۱۴۸
اعمال ناموں کا اڑنا "
نیت خیر کی خوشبو فرشتوں کو خبردار کر دیتی ہے ۱۴۹
گناہ و بدی لکھنے میں مہلت ۱۵۰
آگ میں پھونک مارنے تک کو لکھتے ہیں "
بیہودہ گو نوجوانوں کو حضرت علیؑ کا خطاب ۱۵۱
نامۂ اعمال کی حکمتیں اور مصلحتیں "
آؤ میرے کارنامہ کو پڑھو ۱۵۲
اے کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیتے ۱۵۳
نامۂ اعمال پیچھے سے کیونکر دینگے؟ ۱۵۴
نامۂ اعمال پڑھنے کے بعد شدید تکلیف ۱۵۵
بغیر معطلی یا پھر ہزاروں سال معطلی "
دوستان اہلبیتؑ کو بشارت ۱۵۶
پیغمبر اکرمؐ شیعوں کے حقوق کو ادا کریں گے "
شکر ہے کہ ہمارا حساب کریم حضرت کے سپرد ہے ۱۵۷
میزان "
آخر حق میں ہم نے کیا خرابی دیکھی جو ناحق... ۱۵۸
راحت و آرام صرف اہل ایمان کے لئے ۱۵۹
اہل دنیا کا نفع مشکوک ہے ۱۶۰
لوگوں کے چار گروہ حساب کتاب کے اعتبار سے "
ایک گناہ کی سزا سو سال کا عذاب ۱۶۱
تقویٰ کا توشہ ایماندار مرتا ہے ۱۶۲
حبط اعمال و کفارۂ گناہان "

Presented by www.ziaraat.com

حاتم و نوشیروان کیلئے آگ بے پردہ	۱۶۳
وہ گناہ جنکی وجہ سے انسان بے ایمان مرتا ہے	۱۶۴
ایمان کفر کا کفارہ ہے اور توبہ گناہوں کا	۱۶۵
برائیوں کو مٹا دینے والی نیکیاں	"
روزِ قیامت کے سوالات	۱۶۶
فردائے قیامت نعمتوں کے بارے میں سوال	۱۶۷
نعیمِ ولایت کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیسا رہا ؟	۱۶۸
چار نعمتوں کے بارے میں ہر شخص سے پوچھا جائیگا	"
عبادت کے متعلق سوال کیا جائے گا	۱۶۹
گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں	"
مرصاد یا حق الناس کی گھاٹی	۱۷۰
ایک تنکے کیلئے ایک سال کی معطلی	"
ہزار برس مظالم کی گھاٹی میں	"
اخذ حقوق۔ حقوق گیری	۱۷۱
کوئی اس دن کیفر کردار سے بچ نہیں سکتا	"
مومن کا قصاص، ناداں کافر سے، کافر کا مومن سے	۱۷۲
حق کے برابر عذاب میں تخفیف	۱۷۳
ادعار حقوق کا خوف	"
روزِ قیامت سب سے بڑا مفلس	"
معاملہ بفضل	۱۷۴
حوضِ کوثر	۱۷۵
حوضِ کوثر، بہشتی شراب، دودھ و شہد کی نہریں	۱۷۵
کوثر عزاداران حسینؑ سے شاد و مسرور	۱۷۶
نغمہ بہشتی سے آگاہ ہونے والے کان	"
محمدؐ و آل محمدؐ کی عظمت کا ظہور	"
منبرِ وسیلہ	۱۷۷
مقامِ محمود	"
علیؑ بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے	۱۷۸
صراط	۱۷۹
جہنم کی ہزار مہاریں فرشتوں کے ہاتھوں میں	"
پہلی گھاٹی	۱۸۰
بات اور مال میں خیانت	۱۸۱
پل صراط سے گزرنے کیلئے ولایت علیؑ کا پروانہ	"
دوسری گھاٹی ۔ نماز	۱۸۲
بچوں کو نماز سکھائیے اور اسکا عادی بنائیے	۱۸۳
بچے کا بسم اللہ پڑھنا	"
تیسری گھاٹی ۔ خمس و زکوٰۃ	۱۸۴
جب خود شفیع ہی فریق مقابل و مخاصم ہو جائے	۱۸۵
چوتھی گھاٹی ۔ روزہ	۱۸۶
پانچویں گھاٹی ۔ حج	"
چھٹی گھاٹی ۔ طہارت	۱۸۷
ساتویں گھاٹی ۔ مظالم	"

چالیس سال قید اور چالیس سال عتاب و جھڑکیاں	۱۸۸
برزخی سوزش کی ایک عجیب داستان	"
شفاعت	۱۸۹
تمام خلائق حتیٰ انبیاءؑ شفاعت محمدیؐ کے محتاج	۱۹۱
شفاعت کبریٰ صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ کا حق	"
ہر مقام پر شفاعت ہوگی	۱۹۲
ایک طالب علم جو طبیب ہو گیا	"
ہندوستانی سیدانی اور مرض جذام	۱۹۳
تم دس دن بعد مر جاؤ گے	۱۹۴
برکتِ حسینؑ سے دوبارہ اور دوگنی زندگی	۱۹۵
پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت سے ہماری امید	"
شفاعت امید کا مرکز ہے نہ غرور کا	۱۹۶
اعراف	۱۹۷
جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان دیوار	"
کسی کا نور دوسرے کے کام نہیں آئے گا	۱۹۸
آج ہی اس دن کیلئے نور کی فکر کر لیں	"
اعراف ۔ جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام	۱۹۹
بہشت ۔ بڑی اور ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں	۲۰۰
حقیقی دار السلام بہشت ہے	۲۰۱
بہشت کی غذائیں اور مشروبات	"
بہشتی چشموں کے نام	۲۰۲
بہشتی لباس	۲۰۲
بہشت کے محلات و قصور	۲۰۳
بہشتی غرفوں کا نمونہ	۲۰۴
بہشت کی کرسیاں، فرش اور ظروف	۲۰۵
بہشتی عورتیں اور حوریں	۲۰۶
حوریں حد شے سے بہت دور ہیں	۲۰۷
حور کس کے لئے مخصوص ہے	"
بہشتی عورتیں زیادہ حسین و جمیل ہیں	۲۰۸
بہشتی عورتوں کی ترویج	"
بہشتی عطریات اور پھول	"
بہشت میں روشنی	۲۰۹
بہشتی نغمے اور آوازیں	"
حضرت داؤدؑ اور بہشت کی پڑھنے والی حوریں	۲۱۰
دنیا میں ترک غنا کا بدلہ	۲۱۱
روحانی نعمتیں اور لذتیں	"
ملائکہ کی مبارکباد اور رب العزت سے شرف ہمکلامی	۲۱۲
پیغمبر خدا کے ہمسائے	۲۱۳
ہر روز ایک پیغمبر کے ہاں مہمانی	"
بہشت حاصل کرنے کی ہم کیوں کوشش نہیں کرتے	۲۱۴
علیؑ کی زبان سے بہشت کی توصیف	"
دوزخ	۲۱۶

Presented by www.ziaraat.com

جہنم میں کھانے اور پینے کی چیزیں ۲۱۶
دوزخ میں بھوک اور پیاس کی سزا ۲۱۷
زقوم۔ مجرمین کی آتشیں غذا "
مجرموں کے ظاہر اور باطن کو پگھلا کر رکھ دے گا ۲۱۸
غسلین، ضریع، صدید اور غساق "
جہنمیوں کے لباس ۲۱۹
روسیاہی اور طوق و زنجیر "
موکلین جہنم ۲۲۰
جہنم اور اس کے دروازے ۲۲۱
آتش جہنم بھی باشعور ہے "
مومنین کا نور جہنم کے شعلوں کو کم کر دے گا ۲۲۲
جہنمی لوگ بہت تنگ جگہ میں رہیں گے "
روحانی عذاب ۲۲۳
کافر کا بہشت میں جانا محال ہے ۲۲۴
الٰہی نعمتوں سے محرومی بدترین سزا ہے "
جہنم میں مرگبار حسرتیں ۲۲۵
جہنم میں جھڑکیاں اور روحانی اذیتیں ۲۲۶
شیاطین کی شماتت ۲۲۷
تم بھی سچے وعدے کو پا گئے "
جہنم میں شیاطین کے ساتھ قیام ۲۲۸
ایک دوسرے سے برأت کا اظہار کریں گے ۲۲۹
دوزخ والوں کا ایک دوسرے کی بدگوئی کرنا ۲۳۰
کیا یہ کمزور جسم ان سزاؤں کی تاب لا سکے گا ۲۳۱
انسان کا جسم بھٹیاں کے قفس کی طرح سخت ہو جائے گا "
آخرت میں حقیقت کو صورت پر غلبہ ہوگا ۲۳۲
عدل الٰہی کے ساتھ سخت عذاب کی مناسبت "
وہ عذاب جسے خود مہیا کیا ہے ۲۳۳
اندھے کے سامنے آرائش، بہرے کے سامنے نغمہ سرائی ۲۳۴
رحمٰن کو عذاب سے کیا نسبت؟ "
جبری توبہ بے سود ہے ۲۳۵
مختصر سی عمر اور ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ۲۳۶
خلود، خیر و شر کی نیت کی بنیاد پر ہوگا "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

سفرِ آخرت کے متعلق چند دلنشین باتیں

یوں تو موت کے بارے میں بہت سی باتیں کہی اور لکھی جا چکی ہیں لیکن اس بارے میں آج سے پچیس سال قبل مردِ باخدا، شہید راہِ محراب جناب آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب قدس سرہٗ کے فرمودات میں سے ایک بات سے زیادہ مؤثر و دلنشین کسی بات میں سراغ نہیں پا سکا ہوں۔ باوجودیکہ سید شہید موصوف کو آیات و احادیث اور مذہبی کتابوں پر پورا عبور حاصل تھا۔ ایک سال ماہ مبارک رمضان میں آپ نے تقریر فرمائی، موت کو حیات کا دروازہ اور رحمتِ الٰہی سے وابستگی کا ابتدائی ذریعہ قرار دیا۔ برزخ اور اس کی نعمتوں کا اس انداز سے تذکرہ فرمایا کہ سننے والوں کو ان نعمتوں کا مشتاق و گرویدہ بنا دیا۔ پھر برزخ کے عذاب کا ذکر اس طرح کیا کہ لوگ خوف سے لرز اٹھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان آیات و احادیث کے بیان کو سن کر بہت سے سننے والے گناہوں سے باز آگئے اور اعمال صالحہ اور نیکیوں کی طرف مائل و راغب ہو گئے۔

آپ کا خون آپ کے بیان سے بھی زیادہ مؤثر ثابت ہوا

آپ کی روح شاد ہو اے معلم اخلاق اور اے اہل ایمان کے رہبر و مرشد! کہ آپ نے اپنی زندگی میں لوگوں کی حق کی طرف رہنمائی فرمائی اور باطل سے دوری کا [illegible]

Presented by www.ziaraat.com

کہیں زیادہ اپنی شہادت کے ذریعے تبلیغ و ترویجِ حق فرمائی، جیسا کہ اس رفیق عزیز نے لکھا ہے کہ آیت اللہ دستغیب کا خون انقلاب کے حق میں اور دشمن کو شکست دینے میں آپ کی تقریر سے زیادہ مؤثر ثابت ہوا۔

آپ اپنی تقریروں میں برابر فرماتے رہے، تحریر فرماتے اور اسے شائع کرتے رہے کہ "موت فنا نہیں ہے بلکہ بقاء و زندگی کا آغاز ہے۔" آپ شہداء کے خاندان اور ان کے لواحقین کو بار بار خوشخبری دیا کرتے تھے کہ قرآن مجید نے تمہارے (شہید ہونے والے) عزیزوں کو زندہ قرار دیا ہے[1] البتہ ہم ان کے مقابلے میں مردہ ہیں کیونکہ (ہماری یہ زندگی فانی ہے اور) وہ حیاتِ جاودانی حاصل کر چکے ہیں، جس کے بعد فنا ہے ہی نہیں۔

وہ گوہرِ آبدار جو پہچانا نہ جا سکا

(اے شہیدِ محراب) آپ کی روح زیادہ سے زیادہ شاد ہو کہ آپ نے اپنی شہادت کے ذریعے اس مطلب کو واضح تر کر دیا، ابھی دو مہینے سے زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے کہ آپ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن آپ کے اس قدر کرامات دیکھے اور سنے گئے کہ سبھی لوگ آپ کی جدائی سے اور زیادہ بے چین و مضطرب ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ آپ کو جس طرح پہچاننا چاہئے تھا، ہم لوگوں نے کیوں نہیں پہچانا اور آپ کے پُرفیض وجود سے جیسا چاہئے تھا، ہم لوگ کیوں فیضیاب و بہرہ اندوز نہیں ہوئے؟

اس مقام پر اس کتاب اور "معاد" کے متعلق بحث کی مناسبت سے نیز خود آپ کے بیان کے بموجب جو آپ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ "شہداء زندۂ جاوید ہیں" ایک واقعہ جو آپ

[1] وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ط (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴)
یعنی شہداء راہ خدا کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

کی شہادت کے ساتویں روز رونما ہوا اور شیراز کے اکثر باشندے اس سے آگاہ ہو گئے، یہاں تک کہ تہران کے اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہو گئی۔ ہم اسے یہاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ایک حقیقت کے متعلق ایک عجیب فرمائش

۱۴۰۲ھ کی اربعین حسینیؑ کے دوسرے دن صبح کے وقت میں حسب معمول اپنے والد ماجد (شہید محراب قدس سرہٗ) کے مکان پر گیا۔ آفس سیکرٹری میرے پاس آئے اور سلام و مزاج پرسی وغیرہ کے بعد انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز ایک سیدانی خاتون کے خواب کے بیان سے اس طرح کیا۔

"ایک محترم سیدانی جنہیں میں اچھی طرح پہچانتا ہوں اور ان کا مکان میرے مکان کے پڑوس ہی میں ہے، کہتی ہیں کہ میں نے گزشتہ شب مرحوم آقا (شہید محراب قدس سرہٗ) کو خواب میں دیکھا۔ مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے جسم کے کچھ ٹکڑے اس گلی (جس میں مرحوم کی شہادت واقع ہوئی) کی دیوار کی اینٹوں میں پھنسے اور چپکے رہ گئے ہیں۔ ان ٹکڑوں کو لا کر میرے جسم سے ملا دو۔"

میں نے اوّلاً اس خبر کو کوئی اہمیت نہ دی۔ تمام لوگوں کی فرمائشات سنیں اور دو گھنٹے تک لوگوں کے آنے جانے، گفتگوؤں اور دوسرے حسب معمول کاموں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کے بعد میں ایک جماعت کے ساتھ ایک فاتحہ خوانی کی مجلس میں شرکت کے ارادے سے باہر نکلا۔ اتفاقاً ہمیں اسی طرف سے گزرنا تھا جہاں مرحوم کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ جب ہم لوگ اس مقامِ شہادت پر پہنچے تو اچانک وہ خواب مجھے یاد آگیا اور میں نے اپنے بعض ہمراہیوں سے ماجرا بیان کیا، کہ آج صبح اس طرح کا خواب مجھ سے بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر ادھر دیکھتے چلیں تو کیا حرج ہے؟ اور اس کے بعد جونہی ہماری پہلی نظر اس دیوار پر پڑی تو ہم سب نے دیکھا کہ گوشت کے متفرق

Presented by www.ziaraat.com

ٹکڑے اینٹوں کے درمیانی شگافوں میں چپکے ہوئے موجود تھے۔

ایک جنازے کی دوبارہ تشییع

ہمارے ساتھیوں میں سے دو شخص آمادہ ہوئے کہ شہید محراب کے جسم کے ان ریزہ ریزہ ٹکڑوں کو جمع کریں (چنانچہ انہوں نے ان ریزوں کو جمع کر کے پلاسٹک کی دو تھیلیوں میں محفوظ کر لیا) اس واقعہ کی خبر بڑی تیزی سے پورے شہر میں پھیل گئی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اربعین حسینیؑ اور شہداء کے ہفتم کا دن تھا اور شہر شیراز میں مکمل تعطیل تھی۔

شب جمعہ کو جامع مسجد شیراز میں حسب معمول قدیم اور شہید محراب کے برسوں کے مقررہ دستور کے مطابق دعائے کمیل کی مجلس برپا ہوئی اور سوگوار و غم رسیدہ مومنین کے مجمع کثیر نے مذکورہ واقعہ کو سنا اور پھر وہیں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ آج دس بجے رات، آیت اللہ شہید کے باقیماندہ اعضاء جسم کی دوبارہ تشییع عمل میں آئے گی۔ چنانچہ حسب اعلان عملدرآمد ہوا اور عزاداری کے دستے اور ماتمی انجمنیں کافی رات گئے تک صحن حضرت احمد بن موسیٰ کاظمؑ میں عزاداری اور ماتم میں سرگرم رہیں۔ آخر میں روز اربعین حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کے بقیہ حصہ بدن کو حضرتؑ کے جسم اقدس کے ساتھ دفن کئے جانے کی یاد دل میں لئے ہوئے ان دونوں تھیلیوں کو جن میں شہید محراب کے اجزائے بدن محفوظ کئے گئے تھے لائے اور شہید کی قبر کے پائنتی حصہ کو شگافتہ کر کے ان تھیلیوں کو آپ کے جسم شریف سے متصل رکھ دیا گیا۔

دوسرے دو افراد نے بھی یہی خواب دیکھا تھا

حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ عجیب حیرتناک واقعہ تھا۔ میں یہ عرض کرنا بھول گیا تھا کہ اسی روز اس گلی کی دیواروں کی اینٹوں کے شگافوں میں مذکورہ کاوشوں کے ایک گھنٹہ بعد ایک صاحب نے جو مخلصین میں سے ہیں اور زمرۂ روحانیین سے تعلق رکھتے ہیں اور لائق احترام اور قابل اطمینان ہیں، مجھے بتایا کہ دوسرے دو افراد نے بھی جن میں ایک شہداء کے پسماندگان میں سے ہیں، ایسا ہی خواب گزشتہ شب دیکھا ہے۔ یہ سننے کے بعد اس واقعہ نے میری نظر میں بے حد اہمیت پیدا کر لی اور آخرکار میں نے ان محترم سیدانی کے پاس کہلا بھیجا کہ مہربانی کر کے اپنا پورا خواب مع اپنے نام اور اپنے شوہر اور خانوادے کے نام اور پتہ کے لکھ کر میرے پاس بھیجدیں، چنانچہ سیدانی نے میری استدعا قبول کی اور میری حسبِ خواہش سب کچھ مفصل لکھ کر میرے پاس بھیجدیا اور وہ نوشتہ و تحریر اس وقت میرے سامنے موجود ہے اور میں عزیز قارئین کی اجازت سے اس تحریر کے صرف چند جملے نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ تاریخ میں ثبت ہو کر رہ جائے اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا باعث ہو۔

وہ خاتون اس طرح رقمطراز ہیں :-

"تکۂ گوشتم لائے دیوار است" (یعنی میرے گوشت کے ٹکڑے دیوار کے شگافوں میں رہ گئے ہیں)

صورتِ خواب : "میں ایک بڑے سے باغ میں تھی کہ یکایک آیت اللہ دستغیب کو اپنے آگے جاتے ہوئے دیکھا اور میں آپ کے پیچھے پیچھے جا رہی ہوں۔ ویسے تو وہ کل کا کل باغ ہی تھا لیکن جس حصے میں آیت اللہ دستغیب تھے وہ چمن کا وسطی حصہ تھا اور آغا اس وقت قہوہ رنگ کی عبا اپنے کاندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ "تم جاؤ اور ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرے گوشت کے ٹکڑے دیوار کے شگافوں میں رہ گئے ہیں۔" اور یہ جملے کئی بار فرمائے۔ چنانچہ جب میں خواب سے بیدار ہوئی تو بے حد حیران تھی۔"

ایک قصہ۔ ایک کتاب سے زیادہ حقیقت کا ترجمان

اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ یہ رویائے صادقہ اور حکایت واقعی کس قدر حقیقت کی ترجمان ہے۔ ایک بڑی کتاب سے زیادہ بولتا ہوا ثبوت، شہید محراب کی ایک کتاب

Presented by www.ziaraat.com

میں جو فرمایا تھا : " موت فنا نہیں ہے بلکہ نئی زندگی کا دروازہ ہے ۔" شہیدِ راہِ خدا زندہ ہیں اور ان کے پروردگار کے پاس سے انہیں رزق دیا جاتا ہے۔[۱] یا اس عالم کے حالات و کیفیات کے مقابلے میں عالم برزخ میں روح کے متعلق سیر حاصل علمی بحث فرمائی ہے، پھر رُوح کی اپنے جسم کی طرف توجہ و رجوع فرمایا ہے۔ یہ سب باتیں واقعیت رکھتی ہیں انہیں شہید نے بذاتِ خود عملاً ثابت کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ ہاں واقعاً ایسا ہی ہے۔

کوزے میں دریا

ہم اس کتاب کے مطالب و مضامین عالیہ کی طرف ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے باوجود اس کے کہ اس کا حجم بہت مختصر ہے، موت و بعد الموت کے تمام حالات پر پوری طرح حاوی ہوتے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ شہیدؒ نہایت دلکش انداز اور پسندیدہ الفاظ میں سفر آخرت کا ذکر موت سے شروع فرماتے ہیں اور پھر نیکوکاروں اور بدکاروں کے لئے موت کی قسموں کو شمار فرمایا ہے۔ احتضار و جانکنی کی حالت و کیفیت کو پڑھنے والوں کے لئے اس طرح مجسّم کر کے بیان فرمایا ہے گویا خود جانکنی کی حالت میں ہوں۔

پھر عالمِ برزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں اور برزخی جنّت اور اس کی نعمتوں کے بارے میں آیات و احادیث کی روشنی میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اور دوسری طرف برزخی دوزخ اور اس کے عذابوں اور سزاؤں پر سے پردہ اٹھاتے ہیں اور بہت سے واقعات اور سچے خوابوں کو اپنے نگارشات کی تائید میں بطورِ شاہد پیش فرمایا ہے اور مؤثر اندازِ تحریر کے ذریعے پڑھنے والوں کو ان کی آئندہ منزلوں کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد قیامت برپا ہونے سے قبل کے حالات اور قیامت سے متعلق دلیلیں

---

[۱] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران ۱۶۹)

آیات و احادیث سے پیش فرمائی ہیں اور نہایت سادہ و سلیس عبارت میں ان پر بحث کی ہے۔ صراط و میزان، بہشت و دوزخ، ثواب و عذاب کے متعلق معتبر مدرکوں اور ماخذوں کے مطابق اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ بخوبی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ سینکڑوں جالبِ نظر اور پڑھنے کے قابل مطالب کو اس مختصر سی کتاب میں پڑھنے والوں کے لئے جمع کر دیا ہے۔

آپ کی رُوح شاد رہے، اے آیت اللہ شہید محراب! اور آپ کے اٹھارہ سالہ نوجوان نواسے سید محمد تقی دستغیب کی روح اور آپ کے تمام باوفا ساتھیوں کی روحیں ہمیشہ شاد رہیں۔

سید محمد ہاشم دستغیب
شیراز
۴ فروری ۱۹۸۱ء

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی فصل

موت

وحی کے ذریعے سمجھنے کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے

معاد کا مادہ عود ہے۔ جس کے معنی پلٹنا، واپس ہونا ہے۔ چونکہ قیامت کے روز روح دوبارہ بدن میں پلٹائی جائے گی، اس لئے اسے "معاد" کہتے ہیں۔

معاد، دینِ مقدسِ اسلام کے اصول میں سے ہے اور اس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ہر شخص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا اور اپنے عقیدہ و عمل کے مطابق جزا یا سزا پائیگا۔

مسئلہ معاد جس کی ابتدا موت اور قبر، پھر برزخ اور اس کے بعد قیامت کبریٰ ہے اور جس کی انتہا بہشت یا جہنّم ہے، اس کو ان ظاہری حواس کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا اور اگرچہ اصل معاد یعنی قیامت کا آنا دلیلِ عقل سے ثابت ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی لیکن یہ امر محال ہے کہ کوئی شخص تنہائی میں غور و فکر کر کے یہ سمجھ لے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اور کن حالات سے گزرنا ہوگا؟ اس کے سمجھنے کے لئے وحی کا سہارا لینے کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے، کیونکہ کوئی بھی شخص جس جگہ اور جس عالم میں ہے اس کی قوتِ ادراک اس عالم کی حدوں سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ مثلاً جو بچہ رحمِ مادر میں ہے اس کے لئے محال ہے کہ رحم سے باہر کی دنیا کی کیفیّت اور زندگی کو سمجھ سکے۔ اسی طرح اس کے لئے محال ہے کہ فضا کی لا متناہیت اور اس کی موجودات کا ادراک کر سکے۔ اسی طرح جو شخص اس عالم دنیا میں ہے اور اسیرِ مادہ و طبیعت ہے، اس کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ عالم ملکوت کو سمجھ سکے جو اس دنیا

سے پوشیدہ ہے؟ اس منزل تک رسائی تو اس عالمِ مادی سے رہائی حاصل ہونے کے بعد ہی ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ موت کے بعد کے عوالم کی خصوصیات اس شخص کے لئے جو اس مادّی دنیا میں ہے غیب ہے اور اسے جاننے اور پہچاننے کے لئے ان باتوں کی تصدیق کرنے کے سوا جن کی خبر خلّاقِ کائنات نے دی ہے، کوئی دوسرا وسیلہ نہیں ہے۔

قیامت کی خصوصیّات کو عقل سے کوئی ربط نہیں ہے

اس بناء پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "یہ امر ہماری عقل سے بعید ہے کہ مرنے کے بعد یوں ہوگا اور یوں ہوگا" قطعاً اس کی بات قابلِ قبول نہیں ہے۔ کیونکہ حالات و خصوصیّات بعد از مرگ عقل سے کوئی ربط نہیں رکھتے۔ اگر تمام عقلائے عالم باہم متفق و متحد اور ایک دوسرے کے مددگار ہو کر بھی یہ کوشش کریں کہ اس عالم مادّی سے ماوراء دوسری دنیا کے حالات و جزئیات کو معلوم کر سکیں تو ان کے لئے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ کچھ بھی کامیاب ہو سکیں۔ لہٰذا ہمارے لئے اگر کوئی ذریعہ ہے تو بس وہی چیزیں اور وہی باتیں ہیں جو پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کی آلِ پاکؑ ہمیں بتا گئے ہیں، پس ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ وہ تمام بزرگوار معصوم اور پروردگار عالم کی وحی کے محلِ نزول ہیں۔

کیا مُردہ بات کرتا ہے؟

اس بحث سے یہ امر واضح ہوگا وہ شبہات و شکوک جن کا اظہار بعض بے عقل لوگ کرتے ہیں، بالکل بے بنیاد ہیں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص مر گیا اس کا جسم جماد یعنی مٹی و پتھر کے حکم میں ہے جیسے سوکھی لکڑی۔ ایسی حالت میں قبر کے اندر اس سے سوال و جواب کیسا؟ یعنی کیا مٹی و پتھّر بھی سنتے اور بولتے ہیں؟ ہم اگر مُردے کے منہ میں کوئی چیز بھر دیں اور دوسرے روز اس کی قبر کھود کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے منہ سے کوئی چیز بھی باہر

Presented by www.ziaraat.com

نہیں نکلی ہے۔ (اس شبہے کا جواب آگے جلد ہی دیا جائے گا)

نُطق یعنی گویائی صرف زبان کے ساتھ مختص نہیں ہے

مذکورہ بالا شبہات، واشکالات و اعتراضات دراصل آخرت اور کارخانۂ قدرتِ کاملۂ الٰہی سے بے خبری و لاعلمی اور غیب پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان امور کا بنظرِ استعجاب دیکھنا فہم و ادراک کی کمی کا شاہد ہے۔ معترض یہ خیال کرتا ہے کہ نُطق فقط زبان ہی کے ذریعے ہوتا ہے، روحیں نہیں بولتیں، حرکت صرف حیوانات کے ہاتھوں، پاؤں کے ساتھ مخصوص ہے۔ روحیں حرکت نہیں کرتیں۔ حالانکہ خود معترض ہر شب نیند کی حالت میں بہت سی باتیں کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی زبان یا اس کے ہونٹوں کو حرکت ہو، وہ باتیں کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کے پاس ہی بیدار ہوتا ہے تو وہ بھی اس کی آواز نہیں سنتا۔ اس طرح حالتِ خواب میں معلوم نہیں کہاں کہاں کی سیر کر آتا ہے، جبکہ اس کا جسم اس کے بستر پہ بے حس و حرکت ہوتا ہے۔

خواب دیکھنے میں انبیاؑ کی تصدیق کی حکمت پوشیدہ ہے

حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام فرماتے ہیں کہ انسان خلقت کے ابتدائی زمانوں میں نیند کی حالت میں خواب نہیں دیکھتا تھا۔ بعد میں خدا نے اسے خواب دیکھنے کی خاصیت عطا فرمائی اور اس کا سبب یہ ہوا کہ خداوند عالم نے کسی پیغمبر کو اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت اور دعوتِ حق کے لئے مبعوث فرمایا اور انہوں نے لوگوں کو پروردگارِ عالم کی اطاعت و بندگی کا حکم دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر ہم خدا کی پرستش کریں تو اس کے عوض ہمیں کیا ملے گا۔ حالانکہ آپ کے پاس جو مال و دولت ہے وہ ہمارے مال و دولت سے زیادہ نہیں ہے۔ پیغمبر نے فرمایا کہ اگر تم خدا کی اطاعت کرو گے تو اس کے عوض میں تمہیں جنت ملے گی اور اگر نافرمانی کرو گے اور میری بات نہ سنو گے تو تمہیں دوزخ کی سزا ملے گی۔ ان لوگوں نے کہا کہ بہشت و دوزخ کیا ہیں؟ پیغمبر نے ان کے سامنے دونوں کی صفتیں بیان کیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم ان جگہوں پر کب پہنچیں گے؟ نبی نے فرمایا، مرنے کے بعد، لوگوں نے کہا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہمارے مُردے بوسیدہ ہو کر خاک ہو جاتے ہیں اور جو باتیں آپ نے بیان کیں ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے لئے ہم نے نہیں دیکھی۔ اس طرح ان لوگوں نے نبی کی تکذیب کی۔ تب خداوند عالم نے ان لوگوں کو خواب دیکھنے کی صفت عطا کی۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں، بولتے ہیں، سنتے ہیں وغیرہ۔ جب وہ لوگ بیدار ہوئے تو خواب میں جو کچھ دیکھا تھا اس کا کوئی اثر و نشان نہیں پایا تو نبی کے پاس گئے اور اپنے خوابوں کو بیان کیا۔ پیغمبر نے فرمایا کہ خدا نے اپنی حجّت تم پر تمام کر دی، تمہاری روحیں ایسی ہی ہیں جس طرح تم نے خواب میں بہت کچھ دیکھا اور سنا وغیرہ وغیرہ۔ مگر بیدار ہونے کے بعد اس کا کوئی نشان تم نے نہیں دیکھا، اسی طرح مرنے کے بعد اگرچہ تمہارے بدن خاک میں بوسیدہ ہو کر خاک ہو جاتے ہیں لیکن تمہاری روحیں قیامت تک عذاب میں مبتلا رہتی ہیں (یا پھر راحت و آرام اور ناز و نعمت میں رہتی ہیں)

مذکورہ امور کو قبول نہ کرنا کم عقلی کی دلیل ہے

محتملات و امکانات کی کثرت عقل کا لازمہ ہے (انما یعرف العقل بکثرۃ محتملاتہ) یعنی عاقل انسان جو بات بھی سنتا ہے اگر وہ محال عقلی نہ ہو تو اس کے بارے میں اسے یہ احتمال ہوتا ہے کہ شاید یہ خبر صحیح ہو اور شاید واقع کے خلاف ہو۔ لیکن اگر خبر دینے والی کوئی معصوم ہستی ہے تو انسان یہ کہہ دے گا کہ یہ خبر قطعاً صحیح ہے۔ لیکن اگر کوئی کم عقل اور جاہل شخص ہوگا تو یہ کہے گا کہ یہ کیسی باتیں ہیں؟ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتیں۔ یعنی معصوم کی خبر کو تسلیم نہ کرنا کم عقلی اور کم ظرفیتی کی بناء پر ہوگا۔ ایسا شخص چوپایوں کی

Presented by www.ziaraat.com

طرح دو پاؤں کا جانور ہے جس کے ادراک کی حدیں کھانے، سونے اور جنس مخالف کے ساتھ اختلاط تک منحصر ہے، ظاہر ہے کہ اگر بیل اور گدھے سے یہ کہیں کہ مرنے کے وقت فرشتہ آتا ہے یا قبر میں سوال و جواب ہوگا تو وہ اسے قبول نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے فہم و ادراک کی حد ان کے شکم و شرمگاہ سے آگے جا ہی نہیں سکتی جبکہ مطالب عالیہ کا قبول کرنا روح کی بلندی و وسعت کا حق ہے۔

مسئلہ معاد کو شرح و بسط کے ساتھ تفصیلاً بیان کرنے کا موقع نہیں ہے لہٰذا منزل اوّل سے لے کر آخری منزل تک جو کچھ اخبار و احادیث اہلبیت علیہم السلام میں مذکور و موجود ہے۔ اسی کو اجمالاً بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی منزل —— موت

موت کی حقیقت :- بدن سے روح کے علاقہ و رشتہ کا منقطع ہو جانا موت کہلاتا ہے۔ بدن کے ساتھ روح کے تعلق کے لئے بہت سی تشبیہات اور مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس کی مثال کشتی اور ملّاح کی ہے کہ موت کشتی کو ملاح کے قبضہ و اختیار سے نکال لیتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرا پاؤں، میرا ہاتھ، میری آنکھ، اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ "میں" ہاتھ، پاؤں اور آنکھ کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ میں چلا، تو یہ صحیح ہے کہ آپ چلے لیکن اپنے پاؤں کے ذریعے سے چلے، معلوم ہوا کہ آپ اپنے پاؤں کے علاوہ کوئی چیز ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا، میں نے سنا، میں نے کہا ان تمام جملوں میں لفظ "میں" کی برگشت ایک شخصِ واحد کی طرف ہے اور یہ شخص وہی آپ کی روح شریف ہے۔ جو ان مظاہر کے ذریعہ ظہور پیدا کرتی ہے۔ روح ہی دیکھتی ہے، روح ہی سنتی ہے، لیکن ان آنکھوں کے ڈھیلوں اور کانوں کے سوراخوں سے بھی روح ہی دیکھتی اور سنتی ہے۔ البتہ یہ آنکھیں اور کان روح کے دیکھنے اور سننے کا آلہ اور ذریعہ

ہیں۔ روح ایک چراغ ہے جسے قدرت نے جسم کے ظلمت کدے میں روشن فرمایا ہے اور جو آنکھوں، کانوں اور دوسرے تمام حواس کے ذریعے اپنی روشنی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

موت کیا ہے؟ ایک چراغ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دینا۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جھونپڑی جس میں متعدد سوراخ ہوں اور اس میں کوئی گیس، لالٹین روشن کر دی جائے تو یہ روشنی جھونپڑی کے تمام سوراخوں سے چھن چھن کر باہر نکلے گی۔ لیکن جونہی اس لالٹین کو جھونپڑی سے باہر کر دیں گے، جھونپڑی میں تاریکی چھا جائے گی۔ اسی طرح روح کا چراغ جب تک جسم کے اندر رہتا ہے تمام حواس سے اس کی روشنی چھن چھن کر چراغ کے وجود کا پتہ دیتی رہتی ہے لیکن جونہی یہ روح کا چراغ جسم سے ہٹا لیا گیا، اس کے تمام مظاہر کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے اور جسم کا گوشہ گوشہ تاریک ہو جاتا ہے۔ بس یہی موت ہے۔ یہ ایک مثال تھی صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے ورنہ :

روح نہ تو جسم کے اندر داخل ہوتی ہے اور نہ خارج ہوتی ہے

یہ جان لینا چاہیئے کہ روح کا بدن سے تعلق نہ بطور حلول ہے یعنی روح بدن کے اندر داخل ہو (جیسے کسی ظرف میں پانی یا خالی جگہ میں ہوا) اور نہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ جسم سے خارج اور باہر رہتی ہے یا موت کے وقت جسم سے باہر نکل جاتی ہے۔ کیونکہ روح جوہر ہے جسم نہیں ہے اس لئے اس کے لئے داخل و خارج ہونا نہیں ہے تا۔ فقط اس کا تعلق جسم سے اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی توجہ کامل جسم کی طرف ہوتی ہے۔ موت اسی تعلق اور رشتہ کا منقطع ہو جانا ہے۔

یہ بھی واجب ہے کہ ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہوں کہ موت باذنِ خدا واقع ہوتی ہے۔ وہی ذات جس نے شکمِ مادر میں روح کا تعلق جسم کے ساتھ کیا ہے۔ اس مادی زندگی کے آخری دن اور آخری لمحہ میں وہی اس تعلق کو ختم بھی کر دیتا ہے۔ وہی حیات عطا کرنے والا

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور وہی موت دینے والا ہے۔ اتنا تو قرآن مجید میں بھی ہے کہ "خدا زندہ کرتا ہے اور خدا ہی مارتا ہے یعنی موت دیتا ہے۔" بعض اشخاص عوام عزرائیل (ملک الموت) سے بہت خفا رہتے ہیں، ان کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتے، بلکہ انہیں بُرا بھلا بھی کہدیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ عزرائیل اپنے اختیار سے کچھ بھی نہیں کرتے۔ وہ پروردگارِ عالم کی طرف سے مامور ہیں اور جو بھی کرتے وہ باذنِ خدا و بحکم خدا بجا لاتے ہیں۔

قبضِ روح کی کیفیت

قبضِ روح کی کیفیت کا تذکرہ احادیث معراج النبی ص کے ضمن میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عزرائیل (ملک الموت) کے سامنے ایک تختی ہے جس پر تمام لوگوں کے نام درج ہیں، پس جس شخص کی موت کا وقت آجاتا ہے، اس کا نام اس تختی سے مٹ جاتا ہے اور عزرائیل فوراً اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی وقت و لمحے میں ہزاروں اشخاص کے نام اس لوح سے مٹ جائیں اور عزرائیل بھی آنِ واحد میں ان سب کی روحیں قبض کر لیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ امر ایسا ہی ہے جیسے ہوا ایک ہی پل میں ہزاروں چراغوں کو بجھا دے اور یہ ساری قدرت قادرِ مطلق خدا کی طرف راجع ہوتی ہے۔ بلاشبہ قبضِ روح عزرائیل کرتے ہیں لیکن حقیقت میں خداوند جل وعلا ہی موت دیتا ہے کیونکہ یہ امر اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم سے عمل میں آتا ہے۔

خدا موت دیتا ہے یا عزرائیل یا ملائکہ؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا روح قبض کرتا ہے یا عزرائیل یا ملائکہ؟ کیونکہ قرآن مجید اس سلسلے میں تین آیتیں پیش کرتا ہے۔ ایک جگہ قبض روح کی نسبت خدا کی طرف[۱]

---

۱ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (سورۃ الزمر آیت ۴۲)

دیتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشادِ قدرت ہے کہ ملک الموت (عزرائیل) روح قبض کرتے ہیں[۱]۔ ایک اور مقام پر ارشادِ قدرت ہے کہ ملائکہ روح قبض کرتے ہیں[۲]۔ حقیقتِ امر یہ ہے کہ یہ سب صحیح ہیں کیونکہ ملک الموت (عزرائیل) اور ان کے اعوان و انصار ملائکہ خدا عزوجل کے حکم سے روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ یہ بلا تشبیہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنے لشکر اور سواروں کے ذریعے کسی ملک کو فتح کرتا ہے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ فلاں فوج نے فلاں ملک کو فتح کیا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ فوج کے فلاں سردار نے ملک فتح کیا۔ لیکن درحقیقت بادشاہ نے جس کے اختیار میں حکومت، تدبیرِ مملکت اور لشکر و سردارانِ لشکر پر حکمرانی ہے فتح کیا ہے یہ مثال بھی صرف مطلب سمجھانے اور تقریبِ ذہن کے لئے ہے، ورنہ قدرتِ کاملۂ الہٰی کا سمجھنا ان مثالوں سے کہیں بالاتر ہے۔

خداوندِ عالم نے موت کے لئے کچھ اسباب قرار دیئے ہیں

یہ امر تو مسلّم ہے کہ خدا ہی موت کے وقت جان لیتا ہے، لیکن آپ اس امر کی طرف بھی متوجہ رہیں کہ پروردگارِ عالم نے دنیا کو عالمِ اسباب قرار دیا ہے۔ منجملہ ان کے موت کے لئے بھی کچھ اسباب معیّن فرمائے ہیں مثلاً چھت سے گرنا، مریض ہونا، قتل ہو جانا وغیرہ۔ یقیناً یہ سب امورِ موت کا سبب اور بہانہ بنتے ہیں، لیکن قطعی و ضروری نہیں ہیں کیونکہ بہت سے افراد ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ مثلاً جس مرض میں ان کی موت واقع ہوئی اس سے کہیں زیادہ شدید مرض میں مبتلا رہے مگر نہیں مرے۔ البتہ جب ان کا پیمانۂ عمر لبریز ہو جاتا ہے تو کوئی بے حد معمولی بہانہ بھی ان کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ اور پروردگارِ عالم اس کی روح قبض

---

۱ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (سورہ ۳۲ آیت ۱۱)

۲ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (سورۃ النساء آیت ۹۷)

Presented by www.ziaraat.com

فرمالیتا ہے۔ ویسے بہت سے اشخاص ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ بالکل صحیح و سالم تھے اور بغیر کسی معمولی ناسازیٔ مزاج کے اچانک رخصت ہو گئے۔

محتضرین کے لحاظ سے عزرائیل کی شکل

ایک بات جو ملک الموت سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت وہ روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو جیسا مرنے والا ہوتا ہے (یعنی مومن یا کافر، نیکوکار یا بدکار، اطاعت گزار یا گناہ گار) اسی کے مطابق ملک الموت بھی مختلف شکلوں میں آتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ملک الموت سے خواہش کی کہ کافر کی قبض کے وقت تمہاری شکل کیسی ہوتی ہے۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ملک الموت نے عرض کیا کہ آپ برداشت نہ کر سکیں گے۔ خلیلِ خداؑ نے فرمایا، میری خواہش ہے کہ میں دیکھوں۔ عزرائیل نے اپنے کو اسی شکل میں پیش کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا مرد ہے جس کے بدن کے بال کھڑے کھڑے ہیں، اس کے جسم سے بہت بدبو آ رہی ہے، سیاہ لباس پہنے ہوئے ہے، اس کے ناک اور منہ سے آگ کے شعلے اور دھواں نکل رہا ہے۔ جناب ابراہیمؑ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا کہ اگر کافر کو کوئی بھی عذاب نہ ہو تو بھی اس کے لئے یہی سزا بہت کافی ہے کہ تمہیں اس حالت میں دیکھے گا۔ اس کے برعکس مومن کی جانکنی کے وقت جس شکل میں آتے ہیں اس کا تذکرہ احادیث میں موجود ہے۔ (بحار الانوار جلد سوم باب ملک الموت)

موت کے وقت ملائکہ اور شیاطین کا مرنے والے کے پاس آنا

جس طرح حالتِ جانکنی میں مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں اور اس کے داہنی جانب موجود ہوتے ہیں ویسے ہی شیاطین بھی مرنے والے کے پاس آ کھڑے ہوتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد سوم باب ملک الموت) شیاطین کا کام ہمیشہ دھوکا اور فریب دینا ہے۔ اور خصوصیت سے

موت کے وقت تاکہ اگر کچھ ایمان ہو تو اسے بھی فریب دے کر غارت کر دیں کیونکہ سعادت یا بدبختی کی میزان اس کا آخری قول و فعل ہے۔ جس طرح اور جن حالات میں انسان زندگی گزارتا ہے انہیں حالات میں مرتا ہے۔ اور جس حالت میں مرتا ہے اسی حالت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔[1]

جس آرزو کے ساتھ زندگی گزاری ہو گی موت کے وقت اسی آرزو کے ساتھ مرے گا۔ اگر آپ کے دل میں جمالِ امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی زیارت کی آرزو رہی ہے تو موت کے وقت حضرتؑ کا جمال آپ کا مونس ہو گا اور اگر آپ کی آرزو خدانخواستہ محض ہوا و ہوس و خواہشاتِ نفسانی رہی ہے تو موت کے وقت اس کی آرزو اور زیادہ ہو گی۔ لیکن جو شخص صاحبِ ایمان ہو گیا اس کے لئے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے محفوظ رکھے گا اور شیطان اس پر قابو نہ پا سکے گا۔[2]

ابو زکریا رازی کی موت کا وقت جب قریب آیا تو پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ۔ اس نے کہا نہیں کہوں گا۔ اس کے بعد ہی اس پر غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا۔ ابھی ابھی میرے سامنے ایک شخص آیا جو کہہ رہا تھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ خوش بخت و سعادت مند ہو جاؤ تو کہو عیسیٰ ابن اللہ میں نے کہا میں نہیں کہوں گا۔ کئی بار کے اصرار و انکار کے بعد اس نے کہا کہ اچھا کہو لا الٰہ الا اللہ۔ میں نے کہا کہ چونکہ تو کہہ رہا ہے لہٰذا میں نہیں کہوں گا۔ اچانک ایک حربہ ظاہر ہوا اور اسے اڑا دیا اب میں ہوش میں ہوں اور کلمۂ حق پڑھتا ہوں۔ پھر اس نے کلمۂ شہادتین پڑھا اور فوراً ہی دنیا سے رخصت ہو گیا۔

واقعاً جو شخص ساری عمر صدقِ دل سے موحد رہا ہو، موت کے وقت اس پر شیطان

۱۔ کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون۔

۲۔ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (سورۂ ابراہیم آیت ۲۷)

Presented by www.ziaraat.com

کیوں کر مسلط ہو سکتا ہے ؟ ہاں اگر اپنی ساری عمر شیطان ہی کی پیروی میں گزاری ہے تو اس وقت بھی شیطان ہی اس کا انیس ہو گا۔

جان کنی میں آسانی اور سختی

روایات میں سختی اور نہایت تکلیف کے ساتھ جان کنی کے متعلق بہت سی تصریحات بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات میں اس کی تشبیہہ اس طرح سے دی گئی ہے کہ جیسے کسی زندہ انسان کے جسم سے کھال کھینچ لی جائے اور بعض روایات میں ہے کہ اگر قلعہ کے سنگی دروازے کو اس کے ضخیم کھیلے کے ساتھ آنکھ میں گاڑ دیں اور پھر اس دروازے کو حرکت دیں تو یہ تکلیف سکراتِ موت کی تکلیف کے مقابلے میں بہت سہل اور آسان ہے۔

دوسری بعض روایتوں میں جان کنی کی سختی کی تشبیہہ اس طرح سے دی ہے کہ جیسے کسی کے بدن کو قلینچی سے یا آرے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ چنانچہ بعض مرنے والوں کی ایسی خلافِ معمول تکلیف و بے چینی کا مشاہدہ بھی کبھی کبھی ہوتا رہتا ہے۔ جو ناقابل بیان ہوتی ہیں اور جسے دیکھ کر دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن دوسری طرف بعض اشخاص کے لئے مرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بہترین پھول کا سونگھنا۔ [1]

بعض روایات میں معصوم ؑ سے وارد ہے کہ بعض لوگوں کے لئے مرنا ایسا ہی ہے جیسے میلے کپڑے اتار کر صاف کپڑے پہن لینا۔ بعض دوسری روایات میں بدن کے زنجیروں اور بندشوں سے آزاد ہو جانے سے تشبیہہ دی گئی ہے یعنی موت عالم طبیعت کے قید خانے سے رہائی و آزادی کا نام ہے۔

---

[1] اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا
(سورۃ النحل آیت ۳۲)

کبھی کبھی جانکنی کی تکلیف مومن کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے

جانکنی کے سلسلے میں جو دو حالتیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں ان میں سے کوئی ایک حالت بھی بطور کلی کلیت نہیں رکھتی یعنی ایسا نہیں ہے کہ جو بھی صاحبِ ایمان ہے، اس کی جان آسانی سے نکلتی ہے، بلکہ بہت سے مومنین بھی ایسے ہوتے ہیں کہ خدائے کریم کی مہربانی ان کے شاملِ حال ہوتی ہے اور جان کنی کی تکلیف کے ذریعے ان کے بعض گناہوں کی تلافی فرما دیتا ہے۔ حالانکہ وہ باایمان مرتا ہے لیکن چونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ دنیا سے پاک جائے لہٰذا اس کی اصلاح دنیا ہی میں فرما دیتا ہے تاکہ آخرت کے دروازے میں بالکل پاک و صاف جائے اور قبر ہی کی منزل سے نعماتِ الٰہیہ سے متنعم اور بہرہ اندوز ہونے کا حقدار ہو جائے) اور کافروں کے لئے یہی جانکنی کی سختی و تکلیف آتشِ جہنم کا آغاز اور عقاب کی تمہید ہوتی ہے [1]

کافر کیلئے جانکنی کی آسانی اس نیکی کی وجہ سے ہوتی ہے جو وہ دنیا میں بجالایا ہے

کبھی کبھی ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ کفار و فساق آسانی سے جان دیتے ہیں۔ چونکہ یہ شخص اہلِ عذاب میں سے ہے لیکن اپنی عمر میں کوئی نیک کام اگر اس نے کیا ہے تو اس کی جان اس لئے آسانی سے نکلتی ہے تاکہ اس کا حساب یہیں صاف ہو جائے مثلاً کسی نیک کام میں پیسے خرچ کئے ہیں یا کسی مظلوم یا مجبور کی مدد کی ہے تو اس کے عوض میں اس کی جان کنی میں آسانی ہو جاتی ہے تاکہ اس کی نیکی کی جزا یہیں مل جائے اور آخرت میں اس کا کوئی مطالبہ نہ رہ جائے جس طرح سے کہ مومن کے لئے جانکنی کی سختی اس کے گناہوں سے پاک ہو جانے کے لئے

---

[1] فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝ (سورۃ محمد آیت ۲۷)

Presented by www.ziaraat.com

ہوتی ہے۔ بہرصورت حقیقت امر یہ ہے کہ کافر کے لئے مرنا اس کی بدبختی کی ابتدا ہے خواہ وہ آسانی سے مرے یا سختی سے اور مومن کے لئے موت نعمت و سعادت ہے خواہ وہ آسانی سے جان دے یا تکلیف کے ساتھ۔ اس بنا پر مومن و نیکوکار شخص کا آسانی کے ساتھ جان دینا اور کافر و بدکار کا تکلیف کے ساتھ مرنا کسی کیلئے اور کسی طرح بھی کلیہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔

کفّار کی قبضِ رُوح شکنجے کے ذریعے

بحارالانوار جلد سوم میں ایک حدیث شریف ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ابن عم گرامی جناب امیرالمومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ملاقات و عیادت کے لئے تشریف لے گئے جبکہ حضرت علیؑ کی آنکھوں میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے حضرت کراہ رہے تھے۔ حالانکہ جناب امیرؑ صبر کے پہاڑ تھے۔ جناب رسولخداؐ نے ایک ایسی وحشتناک خبر جناب امیر علیہ السلام کے گوش گزار کی جسے سن کر جناب امیر علیہ السلام اپنی چشمہائے مبارک کا درد بھول گئے۔

جناب رسولخداؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ، جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ جب کفار میں سے کسی کی قبض روح کا وقت آتا ہے تو چند ملائکۂ عذاب آتے ہیں اور آگ کے تازیانوں اور آتشی سلاخوں کے ذریعے اس کی جان نکالتے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ — یا رسول اللہؐ! آپ کی امت میں سے بھی کسی کی جان اس طرح لی جاتی ہے؟ حضرت نے فرمایا ہاں، مسلمانوں میں بھی تین گروہ ایسے ہیں جن کی قبضِ روح اس طرح کی جاتی ہے۔ اول، حاکمِ ظالم ہے۔ دوسرے یتیموں کا مال کھانے والے۔ تیسرے ناحق اور جھوٹی گواہی دینے والے یعنی وہ شخص جو حقیقت کے برخلاف گواہی دیتا ہے۔

مختصر یہ کہ جو کچھ بھی ہم پر گزرے گی وہ ہمارے ہی عمل کا نتیجہ ہوگا۔ جس شخص نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کا انجام دیکھے گا۔ آسانی کے ساتھ جانکنی ہو یا سختی سے، ہمارے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔

خدا کی پناہ! کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بداعمالیوں کی بنا پر دنیا سے بے ایمان جائے۔[1]

فضیل کا شاگرد بے ایمان مرا

حالات و تذکرہ کی کتابوں میں فضیل ایاز تائب کے حالات کے ضمن میں تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ فضیل کا سب سے ذہین و عالم ترین شاگرد جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو فضیل اور چند دوسرے لوگ اس کی عیادت کو گئے۔ فضیل نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کی، اس بدبخت شاگرد نے اسی حالت میں اپنے استاد کو مارا اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ قرآن پڑھیں۔ سوچئے، اس شخص کی بدبختی کو جس نے ایک طویل عمر مسجد، مدرسہ اور عبادت کی مجلسوں میں گزاری اور اہل قرآن تھا۔ اب آخری وقت میں کہتا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ قرآن پڑھیں۔ بدبخت نے کلمۂ شہادتین بھی نہیں پڑھا اور اسی مجلس میں دنیا سے رخصت ہوگیا۔

فضیل اس قضیئے سے بے حد غمگین و رنجیدہ ہوا اور گوشہ نشین ہوگیا، گھر سے نکلنا بند کر دیا، یہاں تک کہ اس خبیث شاگرد کی روح کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس کی جان کنی کے موقع پر اس بدبختی کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا۔ میرے اندر تین (بری) صفتیں اور خصلتیں تھیں جن کی وجہ سے دنیا سے بے ایمان اٹھا۔ جن میں اوّل حسد تھا کہ جس کی وجہ سے میں کسی کو بھی اپنے سے افضل و بالاتر دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

ہاں، حسد وہ خصلتِ بد ہے جو ایمان کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اور جلا کر ختم کر دیتی ہے۔[2]

۱؎ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ (سورۃ الروم آیت ۱۰) ۲؎ الحسد یاکل الایمان کما تاکل النار الحطب۔ (اصول کافی)

Presented by www.ziaraat.com

گناہوں کے نتیجے میں بے ایمان مرنا

دوسری صفت چغل خوری تھی یعنی ادھر سے اُدھر لگائی بجھائی کرنا[1]۔ جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کے سامنے کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کی غیبت کی تو ایسا نہ ہو کہ آپ اس شخص کے پاس جا کر اسے خبر دیں کہ فلاں شخص تمہیں برا بھلا کہہ رہا تھا، بلکہ اس کے برعکس اگر ان دونوں کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو تو آپ کو چاہئے کہ اس شخص سے کہئے کہ فلاں شخص تمہارے پس پشت تمہاری بڑی تعریف کر رہا تھا اور تمہاری خوبیاں بیان کر رہا تھا۔ یاد رکھئے، اس موقع پر یعنی دو باہم رنجیدہ افراد کے درمیان مصالحت کرانے کے لئے مذکورہ جھوٹ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح دو بھائیوں کے درمیان اصلاح مقصود ہے (اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز")

اس کے برعکس چغل خوری جو سب سے بڑا عیب ہے، علاوہ اس کے کہ اس سے دو شخصوں کے درمیان رنجش اور نفاق میں اضافہ ہوتا ہے جس شخص سے چغل خوری کی گئی ہے اس بے چارے کا راحت و سکون رخصت ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اس فتنہ کی تخم ریزی ہو جاتی ہے جو قتل سے بھی بدتر ہے[2]۔

تیسری صفت جو اس شخص (شاگرد فضیل) میں پائی جاتی تھی وہ شراب خوری تھی۔

یہ تین بڑے گناہ تھے جو اس امر کا موجب ہوئے کہ جو شخص ایک عالم، فاضل اور مدرس وغیرہ سب کچھ تھا مگر وہ دنیا سے بے ایمان اٹھا[3]۔

---

[1] وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ (سورۃ الہمزۃ آیت ۱)

[2] وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۱) وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (البقرہ ۲۱۷)

[3] حضرت آیت اللہ دستغیب کی کتاب "گناہان کبیرہ" میں ان گناہوں اور ان کے اثرات کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔

موت کو دوست رکھنا

ایک اہم بات جسے یاد رکھنا چاہئے، لقاء الٰہی کو دوست رکھنا ہے۔ یعنی بندۂ مومن کو موت کو برا نہیں سمجھنا چاہئے اور اس سے وحشت نہیں کرنی چاہئے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ موت کی آرزو کرنے لگے۔ پناہ بخدا! خود کشی کرے۔ کیونکہ جب تک اس دنیا میں ہے ہو سکتا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرے اور توبہ و انابت کے ذریعے اپنے کو پاک کرے اور اپنی نیکیوں میں اضافہ کرے۔ بلکہ موت کو دوست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی خدائے بزرگ و برتر اس کی موت چاہے تو اسے چاہئے کہ اس حالت میں موت کو نعمت سمجھے کیونکہ اگر بندۂ مطیع و فرماں بردار ہے تو جلد سے جلد منزلِ ثواب تک پہنچ جائے گا اور اپنے اعمالِ حسنہ کے ثمر سے بہرہ ور ہوگا، اور اگر بندۂ گنہگار ہے تو موت کے ذریعے اس کے گناہوں کا رشتہ و سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور ان گناہوں کے استحقاق میں کمی ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند انسان کو چاہئے کہ موت کو اس وقت جبکہ خدا چاہے، دوست رکھے، کیونکہ اس کے کمال سعادت و نیک بختی تک پہنچنے کا واحد وسیلہ یہی ہے یعنی منزلِ مکر و فریب سے رہائی پاتے اور دار السرور (بہشت) تک پہنچنے اور بارگاہِ پروردگار میں وارد ہونے اور دوستانِ حقیقی یعنی حضرت محمد مصطفےٰ ؐ اور آپ کی پاک آلِ اطہارؑ کی زیارت نیز تمام اخیار و ابرار کی ارواح شریفہ سے ملاقات کا ذریعہ یہی موت ہے۔

اسی طرح درازی عمر اور موت میں تاخیر کو بھی جب تک خدا کی مشیّت ہو دوست رکھنا چاہئے۔ اس واسطے کہ اس مبارک و طولانی سفر کے لئے جہاں تک ہو سکے زیادہ سے زیادہ تدارک و بندوبست کرے۔

Presented by www.ziaraat.com

دنیا سے لگاؤ اور اس کی طرف رغبت عقلاً و شرعاً لائقِ مذمت ہے

موت کو ناپسند کرنا اور دنیا میں زندہ رہنے کو دوست رکھنا اس غرض سے کہ اس کی لذّتوں اور خوشیوں سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند و لطف اندوز ہو سکے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے، یہ غلط اور بے جا ہے، عقلاً و شرعاً بھی۔

عقلاً بے جا و مذموم اس لئے ہے کہ اوّلاً تو حقیقی خوشی اس دنیا میں مل ہی نہیں سکتی، مثل مشہور ہے کہ۔ "تا صد مشتے در دہنے نزنند لقمۂ در آن نمی گذرانند"۔ یعنی جب تک سَو گھوسنے کسی منہ پر مار نہیں لیتے ایک لقمہ بھی اس میں نہیں ڈالتے۔ دنیا میں کونسی خوشی ہے جس کے آگے پیچھے سینکڑوں رنج اور تکلیفیں نہ لگی ہوں۔ اگر جوانی ہے تو بڑھاپا اور کمزوری و ناتوانی کا اس کے بعد آنا قطعی و ناگزیر ہے۔ اگر صحت و تندرستی ہے جو اس دنیا کی خوشیوں سے لطف اندوز ہونے والے کے لئے بنیادی شرط ہے تو ہر لمحہ طرح طرح کے امراض اس کو دھمکی دیتے اور ڈراتے رہتے ہیں۔ اگر مال ہے جو خوشیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے تو وہ بھی ہزاروں تکلیفیں جھیلنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور ہزاروں آفتوں سے گھرا ہوا اور ہزاروں خطرات اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اگر کوئی عہدہ و منصب عالی حاصل ہے تو وہ بھی ہزاروں زحمتوں اور مخالفتوں سے جڑا ہوا ہے۔ یہ تو ایک طرف، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ یہ سب کی سب چیزیں فانی اور مٹ جانے والی ہیں۔

دل بر جہان مبند کہ این بے وفا عروس   با ہیچ کس شبے بمحبت بسر نہ کرد

(یعنی اس دنیا سے دل نہ لگاؤ کیونکہ یہ ایسی بے وفا دلہن ہے جس نے کسی شخص کے ساتھ ایک شب بھی محبت کے ساتھ بسر نہیں کی ہے)

دنیا سے دوستی کفّار کی صفت اور گناہوں کا سرچشمہ ہے

شرعاً اس لئے مذموم ہے کہ قرآن مجید نے حُبِّ دنیا کو صفاتِ کفار میں سے ایک صفت گردانا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَانُّوا بِهَا (البقرۃ آیت ۷) یعنی کفّار اپنی دنیاوی زندگی پر راضی و خوش ہیں اور اسی سے مطمئن ہیں۔

نیز دوسری جگہ ارشاد قدرت ہے: اَرَضِيتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ (سورۃ التوبہ آیت ۳۸) یعنی کیا تم لوگوں نے آخرت کی حیاتِ جاوداں کے بجائے دنیاوی فانی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟

اور یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے: يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ (سورۃ البقرہ آیت ۹۶) ان میں سے ہر ایک اس بات کو پسند کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے کہ دنیا میں ہزار برس زندگی گزارے۔

قرآن مجید میں اس طرح کی آیتیں بہت سی ہیں۔ اسی طرح احادیث و روایات بھی بیشمار ہیں۔ یہاں ہم ایک مشہور حدیث نبوی ؐ کو جو کتاب اصول کافی میں ہے، ذکر کرتے ہیں: راس کل خطیئۃ حب الدنیا یعنی دنیا کی دوستی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

موت سے کراہت اور متعلقین (کی موت) پر گریہ

اوپر ہم نے جو کچھ بیان کیا اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ موت سے کراہت اور دنیا میں زندہ رہنے کو پسند کرنا اگر اس جہت سے ہو کہ دنیا پر فریفتہ ہے یا چونکہ موت اس کے اور ان چیزوں کے درمیان جن سے اسے تعلق و وابستگی ہے، حائل ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے وہ تمام دنیاوی لذات سے محروم ہو جاتا ہے۔ تو یہ عقلاً بھی ناپسند ہے اور شرعاً بھی۔ لیکن اگر موت سے کراہت اور اس میں تاخیر کو پسند کرنا اس غرض سے ہو کہ جب تک موت سے بچا

Presented by www.ziaraat.com

رہے گا سفرِ آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ زادِ راہ مہیا کر سکے گا اور چونکہ موت کے جلد آجانے سے دفترِ اعمال بند ہو جائے گا اس وجہ سے یہ پسند کرتا ہے کہ موت دیر میں آئے تاکہ نیکیوں کو بجالانے کا اسے زیادہ سے زیادہ موقع ملے، تو یہ بہت اچھی بات ہے۔

لیکن متعلقین اور دوستوں کی موت کو ناپسند کرنا اور ان کی موت پر رنجیدہ ہونا اور غم و غصے کا اظہار کرنا اگر مادی اعتبار سے ہو تو یہ بھی غلط اور بے جا ہے، مثلاً اس بات پر گریہ کرنا کہ اس عالم کی خوشیاں اس سے کیوں چھین لی گئیں یا یہ کہ خود اس کو اس مرنے والے کے وسیلے سے جو خوشیاں میسّر تھیں ان سے محروم ہو گیا، اس لئے رو رہا ہے تو یہ رونا بھی بیجا و غلط ہے۔ لیکن صرف مفارقت و جدائی کی وجہ سے رنج و گریہ ہو جیسے چند ہمسفر ہوں اور ان میں سے کوئی ایک جدا ہو جائے (اور سب سے پہلے اپنے محبوب وطن پہنچ جائے) تو دوسرے رفقاء سفر اس کی جدائی سے قہراً متاثر ہوں گے (حالانکہ وہ اپنے محبوب وطن اور اہل و عیال میں پہنچ چکا ہے) اگر اس طرح کا رنج و غم ہو تو بہت خوب ہے، بلکہ مستحب ہے کہ برادر مومن کے لئے اور اس سے جدائی و دوری پر گریہ کرے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اس مردِ مومن کے زندہ رہنے کی صورت میں سفرِ آخرت کے لئے سامانِ سفر کی تیاری کا مزید اور بہتر طریقے سے موقع ملتا۔

بے صبری کا مظاہرہ آخرت سے غفلت کا نتیجہ ہے

چونکہ زیادہ تر اشخاص خصوصاً عورتیں دنیا کی محبّت میں گرفتار ہوتے ہیں اس لئے ان کے اعزّہ و اقرباء و متعلقین میں سے جب کوئی مرتا ہے تو بہت بے چین ہوتے ہیں اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور حد سے زیادہ بے صبری اور نالہ و فریاد کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسے کہ انہیں ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا مرنے والا معدوم ہو گیا، حالانکہ اگر وہ یہ سمجھیں کہ مرنے والا ایک مسافر تھا جو جلد اپنے وطن پہنچ گیا اور خود اسے بھی جلد ہی یہاں سے جانا ہو گا تو اس طرح کی بے صبری اور اضطراب کا مظاہرہ نہ کریں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جس کا لڑکا مر گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی موت پر بہت زیادہ نالہ و فریاد کر رہا تھا اور بے صبری ظاہر کر رہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا کہ تو اس چھوٹی سی مصیبت پر نالہ و فریاد کر رہا ہے اور اس سے کہیں زیادہ بڑی مصیبت (آخرت کی مصیبت) کو بھول گیا ہے؟ اگر تو خود سفرِ آخرت کے لئے آمادہ اور اس کے لئے زادِ راہ مہیا کرنے کی فکر میں رہتا تو اپنے فرزند کی موت پر اس طرح نالہ و فریاد کبھی نہ کرتا، تیرا آخرت کی فکر میں نہ ہونا تیرے لئے بیٹے کی موت کی مصیبت سے سخت تر مصیبت ہے۔

(عیون اخبار الرضاؑ۔ جزو دوم صفحہ ٨١)

الطاف و انعامات خداوندی

خلاصہ یہ کہ موت کے سلسلے میں مومن کا حال اس شخص کے مانند ہونا چاہئے جو چند روز بادشاہ کا خدمتگزار رہا ہو۔ اسی اثناء میں اسے بادشاہ کی طرف سے یہ خبر ملے کہ تجھے نامعلوم و غیر معین وقت پر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا تاکہ تجھے بادشاہ کی عنایات و انعامات سے نوازا جائے اور تجھے تیری خدمت گزاری و وفاداری کا صلہ دیا جائے، تو یقیناً وہ انسان اس خوشخبری سے بے حد خوش ہو گا، لیکن یہ بھی پسند کرتا ہو گا کہ اسے زیادہ سے زیادہ تاخیر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ جتنی بھی مدّت زیادہ ملے اس میں وہ زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دے لے۔ اور ایسے کام و کارنامے سر انجام دے جو بادشاہ کی مزید خوشنودی اور نگاہِ لطف و مرحمت کا موجب ہوں۔

اسی طرح بندۂ مومن اصل موت یعنی منزلِ جزاء و ثواب میں پہنچنے سے تو خوشحال ہوتا ہے لیکن اس میں تاخیر کو بھی اس لئے پسند نہیں کرتا اور دوست رکھتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بندگی بجا لائے اور عین اس حال میں جس لمحہ بھی اس کی موت سے متعلق خداوند عزّ و جلّ کا حتمی اور قطعی ارادہ ہو جائے تو وہ اس پر راضی و خوشنود رہے۔ اس حسن ظن کے ساتھ کہ خداوند عالم کریم و رحیم ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

اس شوق میں کہ اب محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم السلام سے جنہیں وہ دارِ دنیا میں دوست رکھتا تھا ملاقات ہوگی اور شرفِ زیارت نصیب ہوگا۔

جانکنی کے وقت اہلبیت اطہار علیہم السلام کی تشریف آوری

بہت سی احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے کہ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور بعض روایات میں خمسۂ طیبہ یعنی پنجتن پاکؑ اور بعض دوسری روایات میں وارد ہے کہ تمام کے تمام چودہ معصومین علیہم السلام بندۂ مومن کی جان کنی کے وقت اس کے سرہانے تشریف لاتے ہیں (البتہ ان حضرات طاہرینؑ کی نورانی شکل وصورت اور جسم مثالی کے متعلق آگے بیان کیا جائے گا)

حضرت امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک بزرگ حالتِ جان کنی میں تھے کہ حضرت اس کے سرہانے تشریف لے گئے۔ وہ صحابی سکرات کی حالت میں آنکھیں بند کئے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ اس وقت جناب رسولخداؐ، جناب امیرالمومنینؑ، جناب صدیقہؑ طاہرہ فاطمۃ الزہراؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور امام موسیٰ کاظمؑ تک تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام یہاں تشریف فرما ہیں اور میں ان حضرات کی زیارت سے مشرف ہورہا ہوں، پھر عرض کیا: آقا! آپؑ کی نورانی صورت بھی موجود ہے۔ (بحارالانوار، جلد سوم)

خلاصہ یہ کہ یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ ہر شخص اپنی موت کے وقت اہلبیت طاہرین علیہم السلام کی زیارت کرتا ہے اور اپنی اپنی معرفت اور محبت کے مطابق ان آقایان کرام سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی مشہور حدیث جو حارث ہمدانی سے مروی ہے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر شخص بوقت نزع مجھے دیکھتا ہے اور دیکھے گا، خواہ وہ مومن ہو یا کافر (بحار، جلد ۳) البتہ جو خاص بات قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ مومنین کے لئے حضرت امیرؑ کی

زیارت نعمت ہے کیونکہ حضرت کے جمال دلکش کا مشاہدہ مومن کے لئے ہر لذت سے لذیذ تر ہے اور کافر ومنافق کے لئے حضرتؑ کا دیدار قہر پروردگار کا مظہر ہوگا۔[۱]

موت کے بعد کے حالات کا بیان

جان نکل جانے کے بعد روح بدن کے اوپر ساتھ ساتھ رہتی ہے، مومن کی روح کو آسمانوں پرلے جاتے ہیں اور کافر کی روح کو نیچے لے جاتے ہیں جس وقت جنازہ اٹھاتے ہیں تو اگر مومن کی میت ہے تو وہ آواز دیتی ہے کہ مجھے جلد از جلد میری منزل تک پہنچاؤ۔ اور اگر کافر کی میت ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے کہ جلدی نہ کرو اور مجھے میری قبر تک لے جانے میں عجلت نہ کرو غسل دیتے وقت اگر مومن کی میت ہے تو ایک فرشتہ اس سے کہتا ہے۔ کیا تیرا دل دنیا میں واپس جانے کو چاہتا ہے؟ تو وہ میت فرشتے کو جواب دیتی ہے کہ نہیں، اب میں دوبارہ رنج ومصیبت میں مبتلا نہیں ہونا چاہتی۔

میت کی روح غسل دیتے وقت اور تشییع جنازہ کے موقع پر موجود رہتی ہے اور غسال کو دیکھتی ہے، تشییع کرنے والوں کا مشاہدہ کرتی ہے، ان سب کی باتوں کو سنتی ہے اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ میت کے قریب زیادہ قیل وقال اور فضول باتیں نہیں کرنی چاہئیں، بلکہ ذکرِ خدا اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہنا چاہئے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد جیسا کہ بعض محدثین نے احادیث سے استفادہ فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد روح بدن سے دوبارہ تعلق پیدا کرتی ہے، جس وقت مشایعت کرنے والے دفن کرکے واپس چلے جاتے ہیں، اس وقت وہ یہ محسوس کرکے کہ لوگوں نے اسے تنہا چھوڑ دیا ہے رنجیدہ ہوتی ہے۔

---

[۱] السلام علیٰ نعمۃ اللہ علی الابرار ونقمتہ علی الفجار (زیارت ششم جناب امیرؑ)

Presented by www.ziaraat.com

سب سے پہلی خوشخبری جو مومن کو قبر میں دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ "خداوند کریم نے تجھے اور تیرے جنازہ کے تمام تشییع کرنے والوں کو بخش دیا ہے۔

ضمنی طور پر گزارش ہے کہ مومنین اس امر کی طرف مکمل طور پر متوجہ رہیں کہ وقت نزع، غسل وکفن اور دفن کے تمام مذہبی مراسم و مستحبات کا لحاظ رکھیں، یہ امور خصوصیت کے ساتھ مستحب ہیں کہ مشایعت کرنے والوں کے واپس چلے جانے کے بعد میّت کا ولی پھر قبر کی طرف واپس جائے اور قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین پڑھے۔ یہ آخری تلقین ہے۔ اس سے پہلے بھی دو مرتبہ تلقین کرنا حدیث میں وارد ہے، ایک دفعہ حالتِ نزع میں اور دوسری دفعہ میّت کو قبر میں اتارنے کے بعد۔

قبر میں سوال و جواب

منجملہ ان امور کے جن کا اعتقاد رکھنا چاہئے اور جو مذہبِ شیعہ کی ضروریاتِ دین کا جزو ہے۔ سؤال منکر و نکیر فی القبر حق۔ یعنی قبر میں منکر و نکیر کا میّت سے سوال و جواب ہے۔ آتنا امر مسلم ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اجمالاً یہ عقیدہ رکھے کہ قبر میں سوال و جواب ہوگا، رہ گیا یہ سوال کہ اس سوال و جواب کی کیفیت کیا ہوگی؟ آیا اسی بدنِ دنیاوی و مادی سے ہوگا یا جسم مثالی سے؟ یا مثلاً قبر سے یہی قبرِ خاکی مراد ہے یا کوئی دوسری قبر؟ یا یہ کہ سوال روح سے ہوگا یا چونکہ روح اس بدن خاکی سے تعلق رکھتی تھی لہٰذا یہ بدن متاثر ہوگا؟ یا اور دوسری صورتیں جو متصور ہو سکتی ہیں؟ ہمیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ ان تمام تفصیلات کا جاننا ہمارے لئے لازم نہیں ہے، اس لئے بھی کہ ان تفصیلات کے جاننے کا سوائے احادیث واخبار کے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اور اخبار و احادیث میں اس کے متعلق تصریحی بیان موجود نہیں ہے۔ البتہ علامہ مجلسی رہ نے بحار الانوار جلد سوم اور حق الیقین میں فرمایا ہے کہ احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر میں سوال و جواب اور فشارِ قبر اسی بدنِ اصلی

سے جو دنیا میں تھا متعلق ہوگا اور روح تمام بدن یا جسم کے کچھ حصے میں (یعنی سینے تک، یا کمر تک جیسا کہ احادیث میں ہے) پلٹائی جاتی ہے تاکہ میّت کو خطابِ سوال کے سمجھنے اور جواب دینے پر قدرت حاصل ہو جائے۔

عقائد و اعمال کے متعلق سوال

یہ چیز بھی ہمیں جاننا چاہئے کہ قبر میں کس بارے میں سوال کیا جائے گا۔ قبر میں عقائد و اعمال کے متعلق سوالات کئے جائیں گے۔ میّت سے سوال کیا جائیگا، تیرا خدا کون ہے؟ تیرے پیغمبر کون ہیں؟ کس دین کا تابع تھا؟ یہ سوالات ہر فرد سے کئے جائیں گے خواہ مومن ہو یا کافر۔ البتہ نابالغ بچے، دیوانے اور کم عقل لوگ اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اگر میّت عقیدۂ حقّہ رکھتی ہوگی تو وہ اپنے عقائد بیان کرے گی اور پروردگارِ عالم کی وحدانیت، جناب رسولِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ائمہ ہدیٰ ع کی امامت کی گواہی دے گی ورنہ اس کی زبان بند اور میّت گونگی ہو جائے گی۔ بعض مُردے دونوں فرشتوں کے خوف سے کہیں گے کہ تم ہی میرے خدا ہو، کبھی کہیں گے کہ لوگ کہتے تھے کہ محمدؐ پیغمبر ہیں، قرآن خدا کی کتاب ہے یعنی صحیح جواب نہیں دے سکیں گے۔ خلاصہ یہ کہ میّت اگر صحیح جواب دے سکی تو اس کے سرہانے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جہاں تک نگاہ جا سکتی ہے اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے یعنی عالمِ برزخ جو قیامت قائم ہونے تک طول کھینچے گا، اس کا دروازہ کشادگی و راحت کا دروازہ ہے[1]۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ "میٹھی اور پرسکون نیند سو جاؤ"[2]

---

[1] فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ○ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ○ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ○ فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ○ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ○ فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ ○ (سورۃ الواقعہ آیات ۸۸-۹۴)

[2] نم نومۃ العروس (الکافی)

Presented by www.ziaraat.com

اور اگر میت جواب صحیح نہ دے سکی تو برزخی جہنم کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دیا جائے گا اور جہنم کی سانسوں میں سے ایک سانس اس کی قبر میں بھر دی جائے گی۔ ؎

قبر میں سوال و جواب کا فائدہ کیا ہے؟

خدا بخوبی جانتا ہے کہ یہ شخص مومن ہے یا کافر، نیکوکار ہے یا بدکار، پھر سوال و جواب کا فائدہ کیا ہے؟ قبر میں سوال و جواب درحقیقت مومن کے لئے نعماتِ الٰہیہ ظاہر ہونے کی ابتدا ہے۔ بندۂ مومن کس قدر خوش ہوگا اور کس قدر لطف و لذّت حاصل کرے گا، اس وقت جب وہ مَلَک کا خوشنما و دلکش حلیہ میں مشاہدہ کرے گا اور ان بہشتی گل و ریحان کی خوشبو سے لطف اندوز ہوگا، جو وہ فرشتے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے مومن کے لئے ان دونوں فرشتوں کے نام "مبشّر و بشیر" رکھے گئے ہیں۔

پھر یہ کہ سوال و جواب بندۂ مومن کے لئے وجہِ سرور ہوگا۔ آپ نے ان بچوں کو دیکھا ہوگا جنہوں نے مدرسہ میں اپنے سبق توجّہ سے پڑھے اور خوب یاد کئے ہوتے ہیں وہ اس بات سے بے حد خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان سے سوال کیا جائے تاکہ اپنے کمال کا اظہار کر سکیں اور سوال سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح بندۂ مومن بھی خواہش رکھتا ہے کہ اس سے اس کے پروردگار کے بارے میں سوال کریں تاکہ وہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی وحدانیت اور اس کے محبوب پیغمبرؐ کی رسالت کی شہادت دے۔

کافر کا ملائکہ عذاب کو دیکھنا اور اس کی تکلیفوں کا آغاز

بندۂ مومن سوال و جواب قبر سے جس قدر مسرور ہوگا اور یہ امر اس کے واسطے نعمت

؎ یہ تمام جملے کافی روایات سے استفادہ کئے گئے ہیں۔ بنظرِ اختصار اصل عبارت پیش کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔

اور راحت و آرام کی ابتدا ہوگی۔ بندۂ کافر کے لئے یہی سوال و جواب بدبختی اور شکنجہ کا آغاز ہوگا۔ فرشتوں کا آنا ہی کافر کے لئے انتہائی وحشت ناک ہوگا۔ روایات میں وارد ہے کہ وہ فرشتے کافر کے پاس آتے ہی گرجدار آواز دیں گے، ان کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے، ان کے بال اتنے بڑے بڑے ہوں گے کہ زمین پر لٹکتے ہوں گے، بے حد خوفناک منظر کے ساتھ وہ کافر کے سامنے آتے ہیں، اسی لئے کافر کے لئے ان فرشتوں کے نام "منکر و نکیر" ہیں۔

کافر تمام سوالات کے جواب سے عاجز رہے گا

جس شخص نے ایک عمر اسی عالم میں گزار دی کہ خدا سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتا تھا اس نے اپنے خدا کو پہچانا ہی نہیں تو معلوم ہے کہ اس پر کیا گزرے گی، جب اس سے اس کے خدا کے بارے میں پوچھیں گے۔ ساری عمر تو پیسہ اس کا خدا تھا، شہوت یعنی ریاست و سرداری تھی۔ خداوند عالم سے اسے کوئی مطلب و سروکار تھا ہی نہیں، اس لئے اس کے اندر ایسا تزلزل پیدا ہوگا کہ وہ کسی بات کا جواب نہ دے سکے گا۔ ان میں سے بعض خدا کے بارے میں تو صحیح جواب دے دیں گے لیکن پیغمبرؐ کے متعلق سوال کے جواب سے عاجز رہیں گے اور بعض تمام عقائد حقّہ کے متعلق جواب سے عاجز رہیں گے، کچھ ایسے بھی ہوں گے جو عقائد حقّہ کے متعلق سوالات کا جواب صحیح دیں گے، لیکن اعمال کے متعلق سوال کا جواب نہیں دے سکیں گے۔

اعمال کے بارے میں بھی سوالات ہوتے ہیں

بحار الانوار جلد سوم میں ہے کہ ایک شخص سے قبر میں اس کے عقائد کے متعلق فرشتوں نے سوال کیا، اس نے سب کا جواب بخوبی اور صحیح صحیح دیا، پھر اس سے صرف ایک سوال کیا کہ تجھے یاد ہے، ایک دن تو نے ایک مظلوم کو دیکھا اور اس کی فریاد کو نہیں پہنچا، تو نے دیکھا کہ

Presented by www.ziaraat.com

اس کی آبرو ریزی کر رہے ہیں، اس کا مال لوٹ رہے ہیں، تو اس کی مدد کر سکتا تھا، پھر بھی کیوں اس کی مدد نہیں کی؟ اس مقام پر وہ بندہ جواب سے عاجز اور خاموش رہا۔ (یاد رکھئے! منجملہ واجبات اغاثۂ ملہوف یعنی مظلوم و ستم دیدہ کی مدد اور فریاد رسی کرنا بھی ہے) کیونکہ اس نے اس موقعہ پر اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا، فرشتوں نے اس سے کہا کہ تیرے بارے میں بطورِ سزا ایک سو تازیانے مارنے کا حکم ہوا ہے، اس کے بعد اسے ایک تازیانہ مارا، جس سے اس کی پوری قبر آگ سے بھر گئی۔ ہاں! ایک امر واجب کو ترک کرنے کی سزا یہی ہوتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ یہ نہ کہئے کہ ہمارے سب کام درست ہیں۔ ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہیں، فرض کیجئے آپ کے اصول و عقائد درست ہیں اور اسی صحیح اعتقاد کے ساتھ آپ دنیا سے جائیں، لیکن اپنے اعمال کے بارے میں کیا کریں گے؟ کیا یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ عمل کے اعتبار سے تقصیر وار نہیں ہیں؟

معصومؑ فریاد کرتے ہیں ابکی لسؤال منکر و نکیر فی قبری۔ "میں قبر میں منکر و نکیر کے سوال کو یاد کر کے رو رہا ہوں۔" پھر ہماری اور آپ کی کیا بساط ہے۔

انیسِ قبر عمل ہے

یہ امر مسلّم ہے کہ قبر میں ہر شخص کا انیس اور ساتھی اس کا عمل ہوگا۔ چنانچہ قرآنِ مجید اور احادیث میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان موجود ہے۔ منجملہ ان کے جناب صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب خصال و امالی و معانی الاخبار میں قیس ابن عاصم سے روایت کی ہے کہ وہ قبیلہ تمیم کی ایک جماعت کے ساتھ جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ہمیں نصیحت فرمائیے جس سے ہم مستفید ہوں، کیونکہ ہم لوگ جنگل بیابان میں گھومتے رہتے ہیں (یعنی بہت کم آپ کی زیارت سے مشرف ہو سکتے ہیں) تو انہیں آنحضرتؐ نے بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ :-

"اے قیس! تمہارے لئے ضروری ہے کہ قبر میں تمہارے ساتھ کوئی ساتھی بھی دفن ہو، درآنحالیکہ وہ زندہ ہوگا اور تم اس کے ساتھ دفن ہو گے جبکہ تم مردہ ہو گے، پس اگر وہ کوئی کریم و شریف ساتھی ہوگا تو وہ تمہیں وہاں معزز و معظم رکھے گا اور اگر وہ ساتھی کمینہ ہوگا تو تمہیں وہاں بے یار و مددگار چھوڑ دے گا اور (یہ بھی یاد رکھو کہ) تم قیامت میں محشور بھی نہیں ہو گے مگر اسی کے ساتھ اور تم سے سوال بھی نہیں کیا جائے گا مگر اسی کے متعلق لہٰذا تمہیں چاہئے کہ ایسا ساتھی منتخب کرو جو صالح و نیک ہو، کیونکہ اگر وہ صالح ہوگا تو تم اس کے ساتھ دل بہلا سکو گے اور اگر فاسد ہوگا تو اس سے زیادہ کسی چیز سے تمہیں وحشت نہیں ہوگی ——— اور تمہارا وہ ساتھی ——— تمہارا 'عمل' ہے۔"

قیس نے اس نصیحت کو اسی مجلس میں شعر کا لباس پہنا دیا اور کہا:

تخیر خلیطاً من فعالک انما　　قرین الفتیٰ فی القبر ما کان یفعل

یعنی اپنے اعمال کا ایک ساتھی منتخب کرے کیونکہ قبر میں انسان کا ساتھی صرف اس کا عمل ہوگا۔

ولا بد بعد الموت من ان تعده　　لیوم ینادی المرء فیه فیقبل

اور تمہارے لئے ضروری ہے کہ موت کے بعد (کے لئے) اس انیس کو محفوظ رکھو، اس دن کے لئے جس دن انسان پکارا جائے گا تو وہ حاضر ہو جائے گا (یعنی روزِ محشر)

فان کنت مشغولاً بشیء فلا تکن　　بغیر الذی یرضیٰ به الله تشغل

پس اگر تم کسی عمل میں مشغول ہو تو (خبردار) کسی ایسے عمل میں مشغول نہ ہو جس سے خدا راضی و خوشنود نہ ہو۔

فلن یصحب الانسان من بعد موته　　و من قبله الا الذی کان یعمل

انسان کے ساتھ موت کے بعد اور موت سے پہلے بھی سوائے اس کے عمل کے کوئی چیز نہیں رہے گی۔

الا انما الانسان ضیف لاهله　　یقیم قلیلا بینهم ثم یرحل

آگاہ رہو کہ انسان اس دنیا میں اپنے اہل و عیال کا صرف ایک مہمان ہے، جو چند دن ان کے

Presented by www.ziaraat.com

درمیان رہتا ہے پھر کوچ کر جاتا ہے۔

خداوند عالم خوف دلاتا ہے

اس بارے میں کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کا قرین اور ساتھی، اس کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ قرآنی آیتیں بہت ہیں، ہم یہاں صرف ایک آیت پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:۔ خداوند کریم فرماتا ہے: "اے پیغمبرؐ! اس دن کو یاد کرو جس دن ہر شخص اپنے نیک اعمال کو پائے گا، جو اس کے نزدیک موجود ہوں گے، اور اسی طرح اپنے برے اعمال کو بھی دیکھے گا اور آرزو کرے گا کہ اس سے دوری اختیار کرے، لیکن وہ اعمال بد اس سے جدا نہیں ہوں گے اور (اے انسانو!) تمہارا پروردگار تمہیں اپنے قہر و غضب سے ڈراتا ہے۔ اور خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"[1]

یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے بے شمار نصیحتیں اور خطرات کا اعلان اپنے پیغمبروں کے ذریعے بندوں کے سامنے پہنچایا ہے۔

بندہ کافر کے ساتھ ایک خوفناک شکل ہوگی

سید عظیم الشان قاضی سعید قمیؒ اپنی کتاب اربعین میں جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں کہ شیخ نے فرمایا: "قبرستان اصفہان میں میرا ایک رفیق رہتا تھا جو ایک مقبرے کے پاس ہمیشہ مشغول عبادت رہتا تھا۔ میں کبھی کبھی اس سے ملاقات کے لئے جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے قبرستان میں اپنے اتنے

[1] يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (سورہ آل عمران آیت ۳۰)

دنوں کے قیام کے دوران قبرستان کے عجائب میں سے کچھ دیکھا ہے؟ اس نے کہا، ہاں! ابھی ایک روز قبل قبرستان میں لوگ ایک جنازہ لائے، اس گوشے میں اسے دفن کیا اور چلے گئے، غروب آفتاب کے وقت ایسی بدبو پھیلی کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسی بدبو محسوس نہیں کی تھی اچانک میں نے ایک دہشتناک اور کالا مجسمہ کتے کی شکل کا دیکھا، اسی کے جسم سے یہ ساری بدبو پھیل رہی تھی۔ یہ شکل نزدیک آئی اور اسی قبر کے پاس پہنچ کر غائب ہوگئی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اچانک ایسی خوشبو پھیلنے لگی، جس کے مانند خوشبو میں نے اپنی زندگی میں نہیں سونگھی تھی۔ اسی اثنا میں ایک خوبصورت و دلربا شکل دکھائی دی اور اسی قبر کے قریب جاکر غائب ہوگئی (یہ سب عالم ملکوت کے عجائبات ہیں جو ان شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں) بہرحال تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت شکل قبر سے باہر آئی مگر اس حالت میں کہ زخم خوردہ اور خون آلود تھی۔ میں نے کہا۔ پروردگارا! تو ہی مجھے سمجھا دے کہ یہ دو مجسمے کیا تھے؟ (عالم رویا میں) بتانے والوں نے مجھے بتایا کہ وہ خوبصورت مجسمہ اس میت کے نیک اعمال تھے اور وہ دہشتناک مجسمہ اس کے اعمال بد تھے اور چونکہ اس کے اعمالِ بد اس کی نیکیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھے، اس بنا پر قبر میں اس کا انیس اور ساتھی اس کے وہی اعمالِ بد ہیں۔ معلوم یہ شخص اپنے گناہوں سے کب پاک ہوگا؟ اور کب اس کی نوبت آئے گی کہ وہ شکلِ زیبا اس کی انیس و ہمدم ہو۔

فشارِ قبر مسلّمہ امور میں سے ہے

علامہ مجلسیؒ حق الیقین میں فرماتے ہیں: "فشارِ قبر اور قبر کا ثواب و عقاب فی الجملہ تمام مسلمانوں کے نزدیک اجماعی ہے اور احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فشارِ قبر اسی اصلی بدن میں ہوگا، البتہ فشارِ قبر عام نہیں ہے یعنی ایسا نہیں ہے کہ تمام لوگ فشارِ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ سزا استحقاق اور گنہگاری کی تابع ہے یعنی اگر میت گنہگار ہے اور فشار کی مستحق ہے تو فشار میں مبتلا ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح فشار میں سختی اور نرمی بھی استحقاق کے مطابق ہوتی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب رسولخداؐ سے مروی ہے کہ فشارِ قبر مومن کے لئے ان چیزوں کا کفارہ ہے جنہیں اس نے ضائع کر دیا ہے، یعنی نعماتِ الٰہیہ کی تضییع۔

جناب شیخ کلینی علیہ الرحمہ نے معتبر سندوں کے ساتھ ابو بصیر سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا فشارِ قبر سے کوئی نجات بھی پاتا ہے؟ حضرت نے فرمایا، پناہ بخدا اس امر سے، کہ بہت کم لوگ ہیں جو فشار سے بچ جاتے ہیں۔

جس وقت رقیہؑ (ربیبۂ رسولخداؐ) کا انتقال ہوا تو جناب رسولخداؐ ان کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف سر بلند فرمایا، آپکی چشمہائے مبارک سے آنسو جاری تھے، لوگوں سے فرمایا مجھے وہ مصیبت یاد آگئی جو اس مظلومہ پر گزر گئی، اس وجہ سے میرا دل بھر آیا اور خداوند کریم سے میں نے دعا کی کہ رحیم و کریم اس کو مجھے بخش دے اور اس کو فشارِ قبر سے بچالے۔ پھر فرمایا۔ خداوندا! رقیہ کو مجھے بخش دے اور اسے فشارِ قبر نہ ہو۔ پس خدا نے اس مظلومہ کو حضرت کو بخش دیا۔

بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی شخص فشارِ قبر سے محفوظ رہ جائے، کیونکہ فشارِ قبر گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بد خلقی و کج رفتاری بھی فشارِ قبر کا سبب بن جاتی ہے۔ اس امر پر شاہد و دلیل کے طور پر اور فشارِ قبر کی اہمیت جاننے کے لئے تیز یہ جاننے کے لئے کہ بہت کم ایسے افراد ہیں جو اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ اس مشہور حدیث کو جو سعد بن معاذ انصاری سے متعلق ہے، ہم یہاں بیان کرتے ہیں:۔

سعد، انصار کے رئیس و سردار اور جناب رسولخداؐ کی خدمت میں اور تمام مسلمانوں کے نزدیک خاص احترام کے مالک تھے۔ ایک دفعہ سوار ہو کر خدمتِ رسولؐ میں آرہے تھے، تو جناب رسولخداؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان کے استقبال کو جائیں۔ خود جناب رسولخداؐ ان کے حاضرِ خدمت ہونے کے موقع پر پورے قد سے قیام فرماتے تھے۔ یہودیوں کے ایک معاملے میں حضرتؐ نے انہیں کو حکم مقرر فرمایا تھا۔ (جب ان کا انتقال ہوا تو) ستر ہزار فرشتے ان کی تشییع جنازہ میں موجود تھے۔ جناب رسولخداؐ نے پا برہنہ ان کے جنازہ کے چاروں

گوشوں کو اپنے دوشِ اقدس پر (کاندھا بدل بدل کر) اٹھایا اور فرمایا کہ ملائکہ کی صفیں سعد کی تشییع جنازہ میں حاضر تھیں اور میرا ہاتھ جبرائیل کے ہاتھ میں تھا، وہ جدھر جاتے تھے اسی طرف میں بھی جاتا تھا۔ مختصر یہ کہ پیغمبرِ خداؐ کے نزدیک ایسا مردِ جلیل و شخص محترم اس مقدس و عظیم الشان تشییعِ جنازہ کے باوجود اور مزید براں خود جناب رسولخداؐ ان کی میت کو اپنے دست مبارک سے قبر میں رکھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کی ماں آواز دیتی ہے، خوشا بحال تمہارے اے سعد! تمہیں بہشت گوارہ و مبارک ہو (ھنیئاً لک الجنۃ) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا کہ تمہارا بیٹا اہل بہشت سے ہے؟ ابھی سعد فشارِ قبر میں مبتلا ہے۔ اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا سعد جیسا شخص بھی فشارِ قبر میں مبتلا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔

ایک اور روایت میں لوگ امام علیہ السلام سے سعد کے فشارِ قبر کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔ چونکہ سعد اپنے گھر والوں کے ساتھ کج خلقی برتتے تھے۔ یعنی اپنے گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ کج خلقی سے پیش آتے تھے۔

فشارِ قبر ہر جگہ ممکن ہے

کلینی علیہ الرحمہ نے یونس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جسے سولی دی گئی ہو۔ کہ کیا وہ بھی فشارِ قبر و عذابِ قبر میں مبتلا ہوتا ہے؟ (سابق میں چونکہ بعض لوگوں کو سولی دیتے تھے اور مرنے کے بعد بھی انہیں سولی سے اتارتے نہیں تھے جیسا کہ زید شہیدؒ کو تین سال تک ہی سولی پر چھوڑ دیا، یہاں تک کہ چڑیوں نے آپ کے جسم کے ڈھانچے میں گھونسلے بنالئے تھے) امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا ہاں، خداوند متعال ہوا کو حکم دیتا ہے کہ اسے فشار دے۔

ایک اور روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ زمین اور ہوا کا پروردگار ایک ہے، وہ ہوا کو وحی فرماتا ہے تو وہ میتِ مصلوب کو

Presented by www.ziaraat.com

فشارِ قبر سے سخت تر فشار دیتی ہے۔ اور یہی صورت دریا و سمندر کے پانی کی ہے ، ڈوب کر مرنے والوں کے لیے۔

فشارِ قبر کے وجوہ و اسباب

مذکورہ بالا بیان سے فی الجملہ معلوم ہوگیا کہ فشارِ قبر کے اسباب کیا ہیں۔ نعمت ہائے خداوندی کو ضائع کرنا اور اس کا کفرانِ نعمت۔ اسی طرح خاندان کے ساتھ بد خلقی و بدزبانی کرنا یہ سب امور فشار کا سبب ہوتے ہیں۔[1]

دوسرے وہ امور جن کا ذکر روایات میں ہے کہ وہ فشار کا موجب ہوتے ہیں :-
پیشاب کی نجاست سے پرہیز نہ کرنا، غیبت کرنا، تہمت لگانا وغیرہ۔ روح فشار میں مبتلا ہوتی ہے ممکن ہے بدن بھی متاثر ہوتا ہو۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو حسن سلوک کے مالک اور خوش اخلاق ہوتے ہیں، ان کی قبروں میں وسعت و کشادگی ہوجاتی ہے البتہ وہ بھی حسبِ مراتب ہوتی ہے۔ کسی کے لئے سات گز، کسی کے لئے ستر گز اور کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جن کے لئے تاحدِ نظر قبر کشادہ ہوجاتی ہے۔ اور وہ یعنی ان کی روح راحت و کشائش میں رہتی ہے۔

---

[1] کفرانِ نعمت اور بیوی کو ایذا رسانی کی شرح آیت اللہ دستغیب قدس سرہ کی کتاب "گناہانِ کبیرہ" کی جلد دوم میں تفصیلاً درج ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسری فصل

برزخ

برزخ — دنیا و آخرت کے درمیان کا ایک عالم

برزخ کا لغوی معنی ہے۔ پردہ، حائل جو دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے ، اور وہ دونوں کو باہم ملنے نہیں دیتا۔ مثلاً کھاری اور میٹھے پانی کا سمندری حصہ کہ جس میں دونوں موجیں مارتے ہیں، لیکن قدرت نے دونوں کے درمیان ایک مانع اور لطیف پردہ قرار دیا ہے کہ ایک دوسرے کو ختم نہیں کر سکتا۔[1] اسی کو برزخ کہتے ہیں، لیکن اصطلاحاً برزخ وہ عالم ہے جسے خداوند عالمین نے دنیا اور آخرت کے درمیان قرار دیا ہے ، اس طرح کہ وہ دونوں اپنی اپنی صفت اور اپنی اپنی حدوں میں باقی رہیں۔ برزخ امور دنیوی و اخروی کے درمیان ایک عالم ہے۔

نعمتوں اور سزاؤں کی درمیانی حد

عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد دردِ سر، دانت کا درد وغیرہ اور دوسرے درد نہیں ہوتے یہ سب دکھ درد اس عالمِ مادی کی ترکیبات کا لازمہ ہیں، لیکن وہاں عالم مجردات ہے، البتہ صراحت کے ساتھ وہ آخرت بھی نہیں ہے۔ یعنی گنہگاروں کے لئے تاریکی محض اور اطاعت گزاروں

---

[1] مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝ (سورۃ الرحمٰن آیات ۱۹-۲۰)

Presented by www.ziaraat.com

کے لئے نور محض بھی نہیں ہے۔

امام علیہ السلام سے کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ برزخ کب سے کب تک ہے۔ حضرت ؑ فرماتے ہیں کہ موت کی گھڑی سے لے کر اس وقت تک جب لوگ قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر نکلیں گے[1] اور قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے: "ان کے پیچھے برزخ ہے روزِ قیامت تک[2]"

عالم مثالی اور جسم مثالی

برزخ کو عالم مثالی بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ اسی دنیا کے مثل ہے البتہ بلحاظ صورت و شکل ہے لیکن بلحاظ مادہ اور اپنے خواص و خصوصیات کے اعتبار سے تفاوت اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے، موت کے بعد ہم ایسے عالم میں داخل ہوتے ہیں جس کے مقابلے میں یہ دنیا ویسی ہی ہے جیسے اس دنیا کے مقابلے میں شکمِ مادر۔

اسی طرح ہمارے جسم بھی برزخ میں جسم مثالی ہوں گے یعنی شکل و صورت کے اعتبار سے بعینہٖ یہی جسم ہو گا مگر وہ حقیقتاً یہی مادی (گوشت و پوست والا) جسم نہیں ہو گا۔ بلکہ جسم لطیف ہو گا۔ ہوا سے بھی زیادہ لطیف۔ وہ موانع اور رکاوٹیں جو اس مادی جسم کے لئے ہوتی ہیں اُس جسم کے لئے نہیں ہوں گی وہ ہر جگہ سے ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے۔ دیوار کے اس طرف اور اُس طرف میں اس کے لئے کوئی فرق نہیں ہوتا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "اگر تم اس جسم مثالی کو دیکھو تو یہی کہو گے کہ یہ جسم تو (بظاہر) وہی دنیاوی جسم ہے[3]۔ مثلاً ابھی تم اپنے باپ کو خواب میں دیکھو

---

[1] من حين موته الى يوم يبعثون (بحار الانوار)

[2] وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ (سورۃ المومنون آیت ۱۰۰)

[3] لو رأيته لقلت هو هو۔ (بحار الانوار)

تو تم انہیں اسی دنیاوی جسم میں مشاہدہ کرو گے حالانکہ ان کا جسم و مادہ قبر میں ہے اور یہ شکل و صورت جو خواب میں دکھائی دی ہے یہ صورت مثالی ہے۔ برزخی بدن بھی آنکھیں رکھتا ہے، انہیں آنکھوں کی طرح مگر ان میں چربی نہیں ہے اور ان آنکھوں میں قیامت تک کبھی درد نہیں ہوتا۔ یہ آنکھیں دیکھتی بھی ہیں اور اچھی طرح دیکھتی ہیں، ان آنکھوں کی طرح وہ نہ کبھی کمزور ہوتی ہیں اور نہ انہیں کبھی عینک کی ضرورت ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل بیان اس کی واضح مثال ہے۔

آئینہ میں ابھرنے والی تصویر دو شرطوں کے ساتھ

حکماء اور ماہرین علم کلام نے برزخی جسم کی تشبیہ اس تصویر سے دی ہے جو آئینے کے سامنے کسی شخص کے کھڑے ہونے پر اس میں ابھرتی ہے، بشرطیکہ اس میں دو باتیں پائی جائیں۔ اول یہ کہ وہ تصویر قائم بالذات ہو یعنی بذاتِ خود قائم ہو (نہ کہ کسی شخص کے آئینہ کے سامنے آنے سے) دوم یہ کہ اس میں ادراک و شعور پیدا ہو جائے۔ بدن مثالی بذاتِ خود قائم اور با فہم و شعور ہوتا ہے۔

اس کی ایک نظیر و مثال یہی خواب ہے جو ہم آپ دیکھتے ہیں کہ ایک چشم زدن میں کتنی مسافت طے کر ڈالتے ہیں۔ مکۂ معظمہ چلے جاتے ہیں، مشہدِ مقدس پہنچ جاتے ہیں اور دوسرے شہروں اور مقامات پر پہنچ جاتے ہیں، وہاں لوگوں کی باتیں سنتے ہیں، خود بولتے ہیں، چیزوں کو دیکھتے ہیں، مگر ظاہر ہے کہ یہ سب کام ان اعضاء و جوارح سے نہیں ہوتے، یہی نہیں بلکہ اس عالم میں انواع و اقسام کے کھانے پینے کی چیزیں، خوبصورت و دلآویز شکلیں اور ایسے نغمے کہ اہلِ دنیا کے پاس ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہیں ہے اور نہ انہیں اس دنیا میں میسّر ہو سکتی ہے۔ سب وہاں موجود ہیں اور روحیں ان مثالی

Presented by www.ziaraat.com

بدنوں میں ان تمام چیزوں سے بہرہ مند ہوتی ہیں ۔[1]

تمام غذائیں، میوے اور پھل صرف ایک چیز میں جمع ہیں

چونکہ اس عالم (برزخ) کی غذائیں اور پینے کی چیزیں اور دوسری تمام نعمتیں لطیف ہیں اور مادہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، اسی وجہ سے جیسا کہ روایات میں وارد ہے، ایک ہی چیز کے لئے ممکن ہے کہ وہ مختلف چیزوں اور مختلف شکلوں میں مومن کے ارادے اور اس کی خواہش کے مطابق تبدیل ہو جائے مثلاً خرما ہے اور تمہاری خواہش سیب یا کیلے کی ہو، تو وہ خرما، سیب یا کیلے کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے یا اس کے علاوہ جس چیز کی تمہاری خواہش ہو اس شکل میں وہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ امر تمہارے ارادے پر موقوف ہے۔

چنانچہ روایت میں وارد ہے کہ جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے عم بزرگوار حضرت حمزہ سید الشہداء کو (بعد شہادت) دیکھا کہ ایک طبق انارِ بہشتی سے بھرا ہوا ان کے سامنے رکھا ہوا ہے اور وہ اس میں سے تناول فرما رہے ہیں۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ انار تازہ خرما بن گیا۔[2] غرض یہ کہ چونکہ اس عالم کی چیزیں لطیف ہیں اور مادی نہیں اسلئے ایک چیز دوسری بہت سی چیزوں کی شکل و ماہیت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اثر اندازی اور اثر پذیری کی شدت

اس دنیا کے مقابلے میں عالمِ برزخ کی خصوصیات میں سے ایک قوتِ تاثیر ہے۔

---

[1] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران ۱۶۹)

[2] بقیہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے عم محترم سے پوچھا کہ وہاں کونسی چیز سودمند ہے؟ آپؑ نے فرمایا: تین چیزیں یہاں بیحد کارآمد ہیں۔ اول پیاسے کو پانی پلانا۔ دوسرے آپؐ پر اور آپؐ کی آلؑ پر درود بھیجنا اور تیسرے علی ابن ابیطالبؑ کی محبت۔

علم حکمت میں ایک علمی بحث ہے جس کا بیان کرنا عوام کے لئے سودمند نہیں ہوگا، اس لئے اس موضوع کی طرف ایک اشارہ کر کے ہم آگے بڑھ جائیں گے (مدرک یعنی ادراک کرنے والی چیز اور ادراک ہونے والی چیز، یہ دونوں جتنی زیادہ لطیف ہوں گی، اور ادراک اتنا ہی زیادہ قوی ہوگا)۔

یہ میوے اور یہ شیرینیاں اور وہ لذت جو کھانے پینے سے ہم حاصل کرتے ہیں یہ سب عالم برزخ کے میووں، شیرینیوں اور لذتوں کے مقابلے میں ایک قطرے کے مانند ہیں۔ ان سب کی اصل وہیں ہے۔ اگر حور العین کے چہرے کا کوئی گوشہ کھل جائے تو دنیا والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور اگر حور کا نور اس دنیا میں ظاہر ہو جائے تو آفتاب کے نور پر غالب ہوگا۔ بیشک جمالِ مطلق وہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (سورۃ الکہف آیت ۷)

یعنی ہم نے جو کچھ زمین پر ہے، اسے زینت قرار دیا ہے لیکن ایسی زینت جو کہ سببِ امتحان ہے، چھوٹے اور بڑے، بچے اور انسانِ عاقل میں تمیز کی جائے، معلوم ہو کہ کون شخص اس بازیچۂ دنیا سے خوش ہوتا ہے اور کون اس دنیا کی دلفریبیوں کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا؟ اور حقیقی لذت، جمالِ واقعی اور اصلی اور سچی خوشی کی فکر میں ہے؟

ایک صاحب قبر جنہوں نے مہمان نوازی کی

غرض یہ ہے کہ عالم برزخ میں تاثیر کی قوت و شدت اتنی ہے کہ اس دنیا میں اس کا قیاس کیا ہی نہیں جا سکتا۔ بعض اوقات اس دنیا والوں کے لئے ایسے نمونے پیش آجاتے ہیں جو دوسروں کے لئے عبرت کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نمونہ یہ ہے جسے مرحوم نراقی نے "خزائن" میں اپنے موثق اصحاب سے نقل کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی جوانی کے زمانے میں اپنے والد اور چند رفقاء کے ساتھ عید نوروز کے موقع پر اصفہان میں ایک دوسرے سے ملنے ملانے میں مشغول تھے۔ منگل کے روز اپنے ایک دوست کے مکان پر پہنچے جو قبرستان کے نزدیک تھا، گھر والوں نے کہا کہ وہ گھر پر نہیں ہے۔ چونکہ ہم ایک طویل مسافت طے کر کے گئے تھے اس لئے تکان دور کرنے کے لئے نیز مومنین کی قبروں کی زیارت کرنے کے لئے ہم قبرستان میں چلے گئے اور ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ہمارے رفقاء میں سے ایک نے ایک قبر کی طرف جو ہمارے قریب ہی تھی، رُخ کر کے بطور مزاح کہا۔ "اے صاحب قبر! یہ عید کے دن ہیں، کیا تم ہماری دعوت نہیں کرو گے؟" اچانک قبر سے آواز آئی۔ "اگلے ہفتے منگل کے دن یہیں پر آپ سب حضرات میرے مہمان ہوں گے۔"

ہم سب کے سب یہ آواز سن کر وحشت زدہ ہو گئے اور گمان کیا آئندہ منگل تک ہم میں سے زیادہ تر لوگ زندہ نہیں رہیں گے اور دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ چنانچہ اپنے کاموں کی اصلاح اور وصیت وغیرہ میں ہم سب کے سب مشغول ہو گئے۔ اگلے منگل کا دن آ پہنچا مگر ہم سب کے سب زندہ رہے، ہم میں سے کوئی بھی رخصت نہ ہوا۔ جب سورج کافی چڑھ آیا تو ہم سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ صلاح مشورے کے بعد طے پایا کہ اسی قبر کے پاس چلیں، دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ شاید اس آواز کا مقصد ہماری موت نہ ہو بلکہ کچھ اور ہو۔

چنانچہ ہم لوگ گئے، جس وقت ہم قبر کے پاس پہنچے تو ہم میں سے کسی ایک نے کہا۔ "اے صاحب قبر! اپنا وعدہ پورا کرو۔" فوراً قبر سے ایک آواز آئی۔ "تشریف لائیے!"

(یہاں اس امر کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ خداوند متعال کبھی کبھی ان مادی آنکھوں کے سامنے عالم برزخ کو دیکھنے سے جو مانع اور پردہ ہوتا ہے اسے اٹھا دیتا ہے تاکہ لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہو) اچانک ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا سا ہرا بھرا پاکیزہ باغ ہے، اس میں صاف و شفاف پانی کی نہریں جاری ہیں اور جتنے درخت ہیں وہ سب انواع و اقسام کے

اور ہر فصل کے میووں سے لدے ہوئے ہیں اور ان درختوں پر رنگ برنگ کے خوش الحان پرندے نغمہ سرائی میں مشغول ہیں۔ اس باغ کے وسط میں ہم نے ایک خوبصورت و عالیشان عمارت دیکھی جو آراستہ و پیراستہ تھی، اس عمارت کے تمام دریچے باغ کی طرف کھلے ہوئے تھے ہم اس عمارت میں داخل ہوئے تو وہاں ایک نہایت حسین و جمیل شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے خوبصورت غلاموں کی ایک جماعت خدمت کے لئے کمر بستہ کھڑی تھی۔ جب اس شخص نے ہم کو دیکھا تو تعظیماً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو گیا اور عذر خواہی کی۔ اس کے بعد اس نے انواع و اقسام کے میوے اور شیرینیاں اور وہ چیزیں جنہیں دنیا میں ہم نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا اور نہ کبھی ان کا تصور بھی کر سکتے تھے، ہمارے سامنے پیش کیں اور ہم نے کھائیں۔

قابل توجہ ان کا یہ جملہ ہے کہ۔ "ہم نے جب ان پھلوں اور دوسری چیزوں کو کھایا تو وہ اتنے لذیذ تھے کہ ہم نے ایسی لذت اور ایسا ذائقہ چکھا ہی نہیں تھا۔ دوسری بات کہ ہم جتنا بھی کھاتے تھے سیر نہ ہوتے تھے یعنی اشتہا اور خواہش باقی ہی رہتی تھی۔ پھر دوسرے انواع و اقسام کے میوے، مٹھائیاں اور غذائیں لائی گئیں جن کے ذائقے مختلف تھے۔ بہر حال ہم سب نے خوب کھایا اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھے کہ دیکھیں اب اس کے بعد کیا صورت رونما ہوتی ہے۔ وہ شخص ہمیں باغ کے باہر تک چھوڑنے آیا۔

کم فروشی نہ کرنے اور اوّل وقت نماز پڑھنے کا انجام نیک

میرے والد نے رخصت ہونے سے قبل اس شخص سے پوچھا۔ "تم کون ہو کہ خداوند متعال نے تمہیں یہ شان و منزلت اور یہ درجۂ عالی عنایت فرمایا ہے۔ کہ اگر تم تمام عالم کو مدعو کرو اور مہمان بناؤ تو بنا سکتے ہو، اور یہ جگہ کونسی ہے؟"

اس نے کہا "میں تمہارا ہموطن ہوں۔ میں فلاں محلہ کا فلاں قصاب ہوں۔" لوگوں نے پوچھا۔ "یہ درجات و مقامات حاصل ہونے کا کیا سبب ہے؟" اس نے کہا

Presented by www.ziaraat.com

"صرف دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ میں نے اپنے کاروبار میں کبھی کم فروشی نہیں کی (یعنی قیمت سے کم سودا کبھی نہیں دیا) اور دوسرے یہ کہ اپنی تمام عمر میں اولِ وقت نماز پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔ اگر میں گوشت کو ترازو میں رکھ چکا ہوتا اور اتنے میں مؤذن کی اذان کی آواز اللہ اکبر بلند ہوتی تو پھر میں گوشت نہیں تولتا تھا بلکہ ترازو پر چھوڑ کر نماز کے لئے مسجد میں چلا جاتا تھا۔ مرنے کے بعد پروردگارِ عالم کی طرف سے مجھے یہ جگہ عطا ہوئی۔ گزشتہ ہفتے آپ حضرات نے مجھ سے مہمانی کے لئے کہا تو اس وقت مجھے آپ حضرات کو یہاں بلانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس ہفتے کے لئے میں نے اجازت حاصل کی ہے۔

اس کے بعد ہم میں سے ایک شخص نے اپنی مدت عمر کے متعلق سوال کیا۔ اس نے سب کو جواب دیا۔ ان میں ایک شخص صاحب مکتب تھا۔ اس سے کہا، تم نوے سال عمر پاؤ گے اور وہ ابھی تک زندہ ہے۔ مجھ سے کہا کہ تم اتنے سال زندہ رہو گے۔ اس مدت میں ابھی دس پندرہ سال باقی رہ گئے ہیں۔ ہم سب نے اسے خدا حافظ کہا اور اس نے ہماری مشایعت کی۔ ہم لوگوں نے جونہی چاہا کہ رخ موڑیں، اچانک دیکھا کہ ہم اسی قبر کے نزدیک پہلے والی جگہ پر سب بیٹھے ہیں۔

عالم برزخ میں لذّت کا ہمیشہ باقی رہنا۔

دوسرے عالم (برزخ) کی خصوصیات میں سے ایک دوام و ثبات ہے۔ یہاں (اس دنیا میں) کسی چیز کو بقا نہیں ہے۔ اگر حسن و جمال ہے تو جلد ہی زائل ہو جائے گا۔ اگر کوئی غذا ہے تو جب تک منہ میں ہے، خوش ذائقہ و خوش مزہ رہتی ہے۔ یہ لذّت ایک لمحے سے زیادہ نہیں ہے۔ نکاح اور شادی کی بھی یہی حالت ہے۔ خود یہ خوراک اور یہ میوے بھی دوام و بقا نہیں رکھتے۔ جہاں وقت سے زیادہ رہے بدمزہ اور گل سڑ کر خراب ہو گئے۔ یہاں کسی چیز کو دوام و بقا نہیں ہے۔ لیکن عالم برزخ فساد پذیر نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عناصر اور

مادی ترکیب کا محتاج نہیں ہے۔ وہاں ہمیشہ دوام ہی دوام ہے۔ اپنے معروضات پر بطور شاہد و دلیل اس قضیئے کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو علامہ شیخ مہدی نراقی علیہ الرحمہ صاحب کتاب "مستند الشیعہ" کو پیش آیا جو اپنے زمانے میں ایک عظیم الشان عالم اور مراجع بزرگ میں سے تھے۔ ضمناً یہ بات بھی عرض کر دوں کہ حکایت کے ضمن میں حقائق کو پیش کرنا عام طور پر بہتر طریقے سے قابلِ افہام و تفہیم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصول و عقائد کی بحث کے ضمن میں واقعی قصے اور حقیقی حکایتیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔

وادی السلام میں چاولوں سے بھری ہوئی عبا

جناب شیخ محمود عراقی کتاب "دار السلام" کے آخر میں مرحوم نراقی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ "جس زمانے میں، میں نجف اشرف میں مجاور تھا، عجیب و شدید قحط پڑا۔ ایک روز میں اپنے گھر سے نکلا، اس حالت میں کہ میرے بچے بھوکے تھے اور بھوک کی وجہ سے ان کے رونے کی آواز بلند تھی۔ زیارتِ اموات مومنین کے وسیلے سے میں اپنا رنج و غم دور کرنے کے لئے وادی السلام چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ لائے اور مجھ سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو، ہم لوگ اس لئے آئے ہیں کہ اس میت کو اس مقامِ مقدس کی روحوں سے ملا دیں۔ پھر وہ لوگ اس جنازہ کو ایک وسیع و کشادہ باغ میں لے گئے اور باغ میں موجود قصروں میں سے ایک قصر میں لے جا کر رکھ دیا۔ اس قصر میں راحت و آرام کے تمام لوازمات مکمل طور پر موجود تھے میں نے جب یہ سب دیکھا تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے اس قصر میں داخل ہوا۔ وہاں دیکھا کہ نوجوان ہے جو بادشاہوں کے لباس میں ملبوس ایک طلائی تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے میرا نام لے کر پکارا، مجھے اپنے پاس بلا لیا اور تعظیم و احترام کے ساتھ پیش آیا۔ پھر کہا کہ آپ مجھے نہیں پہچانتے، میں وہی صاحب جنازہ ہوں جو ابھی لایا گیا تھا۔ میرا نام فلاں ہے اور فلاں شہر کا باشندہ تھا۔ آپ نے میرے جنازے کے ساتھ جو جماعت دیکھی تھی وہ ملائکہ

Presented by www.ziaraat.com

تھے جو مجھے میرے شہر سے اس باغ تک لائے۔ جو بہشتِ برزخی کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جب میں نے اس جوان سے یہ باتیں سنیں تو میرا رنج وغم دور ہوگیا اور میرا دل اس باغ کی سیر کی طرف مائل ہوا۔ جب میں اس قصر سے باہر نکلا تو مجھے وہاں دوسرے کئی قصر دکھائی دیئے جب میں نے ان قصروں کے اندر دیکھا تو وہاں میں نے اپنے والدین اور کئی دوسرے اعزّہ کو دیکھا ان لوگوں نے مجھے مہمان بنایا۔ میں ان کے پیش کئے ہوئے کھانوں سے بحد لطف اندوز ہوا جبکہ میں نہایت فرحت و سرور کے عالم میں تھا کہ مجھے اچانک اپنے اہل وعیال کی یاد آئی کہ وہ سب کس قدر بھوکے ہیں۔ اس خیال سے میں اداس ہوگیا۔ میرے والد مرحوم نے پوچھا۔ "تمہیں تمہیں اچانک کیا ہوگیا؟"

میں نے کہا: "میرے اہل وعیال بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔" میرے والد نے کہا۔ "یہ چاولوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اس میں سے لے لو۔" میں نے اپنی عبا اتاری اور اس میں چاول بھر لئے۔ میرے والد نے کہا۔ "اسے اٹھاؤ اور لے جاؤ۔" میں نے عبا کو اٹھایا۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ میں وادی السلام میں اپنی پہلی جگہ پر بیٹھا ہوں، البتہ میری عبا چاولوں سے بھری ہوئی ہے۔ اسے گھر لے گیا۔ میری بیوی نے پوچھا۔ "یہ کہاں سے لائے ہیں۔؟" میں نے کہا۔ "تمہیں اس سے کیا سروکار؟"۔ الغرض وہ چاول ایک عرصے تک خرچ ہوتے رہے مگر ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ آخرکار میری بیوی نے مجھ سے بحد اصرار کیا، تو میں نے اصل واقعہ بتا دیا۔ اب جو میری بیوی چاول نکالنے گئی تو وہاں چاولوں کا نام ونشان نہ تھا۔

اسی واقعے سے ملتا جلتا ایک دوسرا واقعہ بھی کتاب "دارالسلام" میں ذکر فرمایا ہے۔ جو شخص خواہشمند ہو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

حیوانات مُردوں کی آواز سنتے ہیں

میرے عرض کرنے کا مقصد دوسرے عالم (برزخ) کا دوام و قیام ہے۔ خواہ خود نعمت

کے اعتبار سے اور خواہ اس کی لذت کے اعتبار سے۔ دوسری طرف اس عالم کی بلائیں بھی اسی طرح سخت اور دائمی ہیں۔ پناہ بخدا! اگر کوئی شخص عذاب برزخی میں مبتلا ہو تو اگر برزخی عذاب پانے والوں کی چیخوں میں سے ایک چیخ بھی ہمارے کانوں تک پہنچ جائے تو دنیا کی تمام بلائیں ہماری نظروں میں ہیچ ہو جائیں گی۔

بحارالانوار جلد سوم میں ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "بعثت سے قبل میں گوسفندوں کو چرا رہا تھا۔ کبھی کبھی یہ دیکھتا کہ تمام بکریاں اور بھیڑیں حیرت کے عالم میں کھڑی ہو جاتیں (کبھی آپ نے بھی مشاہدہ کیا ہوگا کہ مرغ اور مرغیاں اچانک اچھل پڑتے ہیں اور دانہ چگنا بند کر دیتے ہیں) حالانکہ اس وقت کوئی جانور یا کوئی دوسری چیز میں نہیں دیکھتا تھا۔ نزول وحی کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد میں نے جبرائیل سے اس کی وجہ پوچھی۔ جبرائیل نے جواب دیا کہ عالم برزخ میں اموات کی جو فریاد و بلند ہوتی ہے اس کی آواز سوائے جنّات وانسانوں کے حیوان سنتے ہیں اور ان کا اچانک متحیر کھڑے ہو جانا اور چرنے سے باز آجانا اسی آواز کے سننے کا نتیجہ ہے۔"

ایک ہاشمی کا قاتل اور خواب میں اس کی فریادیں اور چیخیں

"دارالسلام" نوری میں جناب شیخ صدوقؒ کی کتاب ثواب الاعمال سے منقول ہے کہ ایک حسین وخوبصورت نوجوان جو وجاہت میں کم نظیر تھا۔ وہ کربلا میں عمر سعد کی فوج کا ایک سپاہی اور امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کسی ایک کا قاتل بھی تھا۔ راوی کہتا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ اس کی شکل تارکول کی طرح سیاہ ہو گئی اور نَے کی طرح لاغر و ناتوان ہوگیا ہے۔ میں نے اس کے حالات اس کے پڑوسیوں سے دریافت کئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ جب سے یہ سفر سے پلٹ کر آیا ہے، اس کی حالت یہ ہے کہ ہر شب جب سوتا ہے تو حالتِ خواب میں اس قدر فریاد اور چیخ وپکار کرتا ہے کہ ہم سب کو نیند سے بیدار کر دیتا ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ۔ "راتوں کو

Presented by www.ziaraat.com

وہ ہاشمی جوان جو میرے ہاتھ سے شہید ہوا، آتا ہے اور مجھے آگ کی طرف دھکیلتا ہے، میں اس حالت میں اس قدر نالہ و فریاد کرتا ہوں کہ نیند سے بیدار ہو جاتا ہوں۔"

درحقیقت یہ نالہ و فریاد اور اس کے چہرے کی سیاہی کی سزا جو اسے دنیا میں مل رہی تھی اس عذاب کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے جو اس پر عالمِ برزخ میں ہونے والا ہے۔

ایک عطّار کا موعظہ اور امانت کا طلبگار یہودی

برزخی عذاب کے ثبوت کے لئے اس دنیا میں بہت سے واقعات و شواہد موجود ہیں جن کا تذکرہ کلام کے طولانی ہو جانے کا باعث ہوگا، لہٰذا صرف ایک واقعہ کے ذکر پر ہم اکتفاء کرتے ہیں جو "دارالسلام" نوری کے صفحہ ۲۴۲ جلد اول پر عالم زاہد مرحوم سید ہاشم بحرانی سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: نجف اشرف میں ایک شخص عطّار تھا جو روزانہ نماز ظہر کے بعد اپنی دکان پر لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ اس کی دکان کبھی لوگوں کے اجتماع سے خالی نہیں رہتی تھی۔ ہندوستان کا ایک شہزادہ نجف اشرف میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ اسے کہیں سفر کرنے کی ضرورت درپیش ہوئی تو اس نے ایک تھیلی جس میں بہت سے نفیس موتی اور گراں قدر جواہرات تھے، اس عطّار کے پاس امانت رکھ دی اور خود سفر پر چلا گیا۔ سفر سے واپس آنے پر اس نے عطّار سے اپنی امانت کا مطالبہ کیا۔ عطّار نے انکار کر دیا (کہ کیسی امانت؟ میں کسی بھی امانت کے متعلق نہیں جانتا) وہ بے چارہ ہندوستانی شہزادہ بہت پریشان ہوا۔ آخرکار وہ قبرِ مطہر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا علیؑ! میں نے آپ کی قبر مطہر کے نزدیک قیام کی غرض سے اپنا وطن اور عیش و آرام ترک کیا اور یہاں اپنی تمام ملکیت کو فلاں عطّار کے پاس بطورِ امانت رکھ دیا تھا، اب وہ اس سے انکار کر رہا ہے۔ اور اس کے سوا میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ اور اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے میرے پاس کوئی سند یا گواہ بھی نہیں اب آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جو میری فریاد رسی کرے اور میرے ساتھ انصاف کرے۔

رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرما رہے ہیں: "صبح کو جس وقت شہر کا دروازہ کھلتا ہے اس وقت تو شہر سے باہر جا، اور وہاں پہلا شخص جو تجھے دکھائی دے اس سے تو اپنی امانت کا مطالبہ کر۔ وہ تیری امانت تجھ تک پہنچا دے گا۔" وہ جب بیدار ہوا تو حکم کے بموجب شہر سے باہر نکلا۔ پہلا شخص جسے اس نے دیکھا وہ ایک ضعیف العمر، عابد و زاہد شخص تھا جو ایندھن کا گٹھا اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھا اور اسے بیچنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس کی قیمت اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے۔ پس اس شخص ہندی کو شرم محسوس ہوئی کہ بوڑھے آدمی سے مطالبہ کرے لہٰذا اس سے بغیر کچھ کہے سنے حرم مطہر میں واپس چلا گیا۔ دوسری شب اسی طرح خواب میں دیکھا کہ حضرت وہی فرما رہے ہیں جو گزشتہ شب فرمایا تھا، اس کی صبح کو بھی وہ شہر سے باہر گیا اور اس بوڑھے آدمی کو اسی حالت میں دیکھا۔ اس دن بھی اس سے کچھ نہیں کہا اور واپس چلا آیا۔ تیسری شب بھی وہی خواب دیکھا جو گزشتہ دو راتوں میں دیکھ چکا تھا۔ تیسرے دن اس بوڑھے مردِ شریف سے ملاقات کی اور اپنی حالت اسے بتائی اور اپنی امانت کا مطالبہ اس سے کیا۔ اس مردِ بزرگوار نے تھوڑی دیر سوچ کر اس سے کہا کہ کل نماز ظہر کے بعد عطّار کی دکان کے پاس آؤ تاکہ میں تمہاری امانت تم تک پہنچا دوں۔

دوسرے دن اس وقت جبکہ عطّار کی دکان پر لوگوں کا اجتماع ہو گیا تو اس مرد عابد نے عطّار سے کہا کہ آج موعظہ کی خدمت میرے سپرد کر دو۔ اس نے قبول کر لیا۔ مردِ عابد نے کہنا شروع کیا۔ "حضرات! میں فلاں ابن فلاں ہوں اور میں حق الناس کے بارے میں بہت خائف و ہراساں ہوں، اور اللہ کی توفیق سے مالِ دنیا کی محبت میرے دل میں بالکل نہیں ہے، اہلِ قناعت و گوشہ نشین ہوں۔ اس کے باوجود ایک ناگوار واقعہ مجھ پر گزرا ہے میں چاہتا ہوں کہ آج اس سے آپ کو باخبر کروں اور آپ کو بھی عذابِ الٰہی کی سختی اور آتشِ جہنم کی سوزش سے ڈراؤں۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں ایک دفعہ قرض لینے پر مجبور ہو گیا، کسی سے دس قِران اس شرط پر لئے کہ بیس دن کی مدت میں ادا کر دوں گا یعنی نصف

Presented by www.ziaraat.com

قرآن روزانہ اسے دیا کروں گا۔ چنانچہ دس روز تک برابر نصف قرآن اس کو دیتا رہا۔ اس کے بعد میں نے اسے نہیں پایا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بغداد گیا ہے چند روز کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے۔ مجھے اور بہت سے لوگوں کو مقام حساب میں کھڑا کیا گیا، میں بفضلِ خدا اس مقام سے جلد چھٹکارا پا گیا اور بہشتیوں کے زمرہ میں بہشت کی طرف چلا۔ جب صراط پر پہنچا تو نعرۂ جہنم کی آواز سنائی دی، پھر میں نے اس قرض دینے والے یہودی کو دیکھا کہ آگ کے ایک شعلے کی طرح جہنم سے نکلا اور میرا راستہ روک لیا اور کہنے لگا میرے پانچ قرآن دے دو تو جاؤ۔ میں گڑگڑانے لگا اور کہا کہ میں برابر تمہاری تلاش میں رہا مگر تمہیں نہیں پا سکا کہ تمہارا قرض ادا کرتا۔ تو اس نے کہا۔ میں اس وقت تک آگے نہیں جانے دوں گا جب تک تم میرا قرض نہ ادا کر لو۔ میں نے کہا، یہاں تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا تو اتنا کرنے دو کہ میں اپنی ایک انگلی تمہارے جسم پر رکھ دوں۔ میں نے قبول کر لیا۔ چنانچہ اس نے ایک انگلی میرے سینے پر رکھ دی، جس کی سوزش سے میں چیختا ہوا بیدار ہو گیا۔ دیکھا تو میرے سینے پر ایک زخم تھا اور اب تک میرا سینہ زخمی ہے۔ بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پھر اس نے اپنا سینہ کھول کر لوگوں کو دکھا دیا۔ اس کو دیکھ کر لوگوں میں گریہ و زاری اور نالہ کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ وہ مردِ عطّار بھی عذاب الٰہی سے بے حد خائف و ہراساں ہوا اور اس مردِ ہندی کو اپنے ساتھ گھر لے گیا، اس کی امانت اس کے سپرد کی اور بڑی معافی مانگی۔

کیا مذکورہ امور سے قطعی انکار کیا جا سکتا ہے؟

بطور کلّی عقل کا یہ حکم ہے کہ ہر اس بات سے جسے انسان سنتا ہے اگر وہ مستلزم محال نہ ہو تو منکر نہیں ہونا چاہئے بلکہ عقل کہتی ہے کہ "یہ ممکن" ہے اور وقوعی امکان رکھتی ہے۔

مثلاً اگر کوئی منجّم یا علم ہیئت جاننے والا یہ دعوٰی کرے کہ کرّۂ مریخ کے گرد چند ستارے ہیں جو مریخ کے گرد اسی طرح گردش کرتے ہیں جیسے چاند زمین کے گرد چکر لگاتا ہے، تو کیا یہ بات سنتے ہی اس سے انکار کر دینا چاہئے؟ نہیں، بلکہ ممکن ہے صحیح ہو۔ شیخ الرئیس حکیم بو علی سینا کہتے ہیں: "جو بات یا خبر تمہارے کانوں سے ٹکرائے اسے اس وقت تک ممکن مانو اور جانو جب تک کہ بلحاظ عقل اس کے نہ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے"۔ [1]

مثلاً آپ یہ سنیں کہ ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کے دو سر ہیں۔ تو چونکہ اس خبر سے محالِ عقلی لازم نہیں آتا ہے لہٰذا کہہ دیجئے کہ ممکن ہے۔

خبر کے تینوں درجے

پہلا درجہ: ہر اس خبر سے جس کے واقعی نہ ہونے پر کوئی عقلی دلیل نہ ہو انکار نہیں کرنا چاہئے۔

دوسرا درجہ: یہ ہے کہ پہلے درجے کے ساتھ صدق و سچائی کے شواہد بھی ہوں جن کی بناء پر عقل یہ فیصلہ کر دے کہ اسے قبول کر لینا چاہئے۔

تیسرا درجہ: اگر خبر دینے والا پروردگارِ عالم کی طرف سند و مدرک رکھتا ہو جسے معجزہ کہتے ہیں۔ اس صورت میں عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اس سے انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ دوسرے درجے کے مقابلے میں اسے قطعی طور پر قبول کرنا اور مطمئن ہو جانا چاہئے۔

قیامت کے قائم نہ ہونے پر کوئی عقلی دلیل نہیں ہے

آپ غور فرمائیں کہ کیا بعد موت کے متعلق مذکورہ بالا معروضات و گزارشات کے ممتنع

---

[1] کل شیٔ قرع سمعك فذره فی بقعة الامکان مالم یذدك قائم البرهان۔

Presented by www.ziaraat.com

ومحال ہونے پر کوئی عقلی دلیل ہے؟ کیا کوئی شخص دعویٰ کر سکتا ہے اور اس امر پر عقلی دلیل پیش کر سکتا ہے کہ موت کے بعد سوال و جواب نہیں ہے، فشارِ قبر نہیں ہے، برزخ اور قیامت نہیں ہے؟

آپ صاحبانِ عقل یہ فیصلہ کریں کہ کیا کسی چیز کے متعلق کسی منجم کا خبر دینا، مثلاً یہ کہ مریخ و مشتری کے چار ہزار ستارے ہیں یا پیغمبرؐ کا خبر دینا کہ کافروں کے لئے قبر میں ننانوے ۹۹ اژدہے ہیں۔ کیا خبر دینے کے لحاظ سے ان دونوں خبروں میں کوئی فرق ہے؟ شاید کوئی شخص یہ کہدے کہ منجم جو کچھ کہتا ہے از روئے حس کہتا ہے (یعنی نگاہوں سے محسوس کرنے اور دیکھنے کے بعد کہتا ہے) تو ہم کہیں گے کہ بلاشک پیغمبرؐ نے بھی جو کچھ فرمایا ہے از روئے حس فرمایا ہے، شبِ معراج تمام چیزوں کو بچشمِ خود ملاحظہ فرمایا ہے بلکہ آپ کی روحِ مقدس تمام عوالم پر احاطہ اور سب کا علم رکھتی ہے، البتہ منجم کی نظر خطا کر سکتی ہے لیکن محمدؐ کے دل کی نگاہ کبھی خطا نہیں کر سکتی، عالمِ حس میں کجی اور کمی و زیادتی ممکن ہے لیکن حسِ پیغمبرؐ میں خطا و کمی کا امکان ہی نہیں ہے۔

اہلِ مکہ آنحضرتؐ کو ظہورِ اسلام سے پہلے "الصادق الامین" کہا کرتے تھے اور کوئی ایک فرد بھی حضرت کے بارے میں کسی جھوٹ یا خیانت کا سراغ نہ لگا سکی، اس کے علاوہ کہ سندِ رسالت اور حضرت کا باقی رہنے والا معجزہ یعنی قرآن مجید بھی جو سب کی دسترس میں ہے اور سب کے پاس موجود ہے، اگر ایسی بے نظیر شخصیت قبر میں سوال و جواب یا فشارِ قبر یا قیامت میں برہنہ مبعوث ہونے وغیرہ کے متعلق خبر دے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ قبول نہ کی جائے؟

جنابِ فاطمہ بنتِ اسد مادرِ گرامی جنابِ امیرؑ کے دفن کے مراسم

جنابِ امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی مادرِ گرامی جنابِ فاطمہ بنتِ اسد

کا جب انتقال ہوا تو جنابِ امیرؑ گریہ فرماتے ہوئے پیغمبرِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، "میری مادرِ گرامی نے رحلت فرمائی"۔ تو جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "میری ماں دنیا سے رخصت ہوئی ہیں"۔ ایک عجیب تعلق جنابِ فاطمہ بنتِ اسد کو جنابِ پیغمبرِ خدا سے تھا۔ کیونکہ ایک مدت تک انہوں نے ایک ماں کی طرح آنحضرتؐ کی نگہداشت کی تھی، کفن پہناتے وقت جنابِ رسولِ خداؐ نے اپنا پیراہن جسمِ اقدس سے اتارا اور حکم دیا کہ اسے ان معظمہ کو پہنادیں، لوگوں نے پہنا دیا۔ قبر میں پہلے خود جنابِ رسولِ خداؐ تھوڑی دیر لیٹے اور دعا فرمائی۔ دفن کے بعد جنابِ رسولِ خداؐ ان معظمہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد بلند آواز سے فرمایا: "ابنکِ ابنکِ لا عقیل ولا جعفر" (تمہارا بیٹا، تمہارا بیٹا، مگر جعفر و عقیل نہیں) لوگوں نے پیغمبرؐ سے ان اعمال کا سبب پوچھا۔ حضرت نے فرمایا۔ ایک روز میں قیامت کے دن قبروں سے برہنہ اٹھائے جانے کا ذکر کر رہا تھا۔ جنابِ فاطمہ بنتِ اسد روتی ہوئی میرے پاس آئیں اور مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کے مرنے کے بعد اپنا پیراہن انہیں پہنادوں۔ فشارِ قبر سے بھی بہت ہراساں تھیں اس وجہ سے دفن سے پہلے میں خود قبر میں لیٹ گیا اور دعا کی کہ "خدا ان کو فشارِ قبر سے محفوظ رکھے"۔ لیکن میں نے جو یہ کہا: "ابنکِ ابنکِ" اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قبر میں فرشتے نے ان سے خدا کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا، اللہ، پھر پیغمبر کے متعلق سوال کیا تو جواب دیا، محمدؐ، پھر امام کے متعلق سوال کیا تو معظمہ جواب نہ دے سکیں (کیونکہ یہ سانحۂ رحلت غدیر خم میں اعلانِ خلافتِ جنابِ امیرؑ سے بہت پہلے کا ہے) حضرتؐ فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے میں نے تلقین کی کہ کہئے (علیؑ) آپ کے بیٹے (علیؑ) نہ کہ جعفر و عقیل۔"

Presented by www.ziaraat.com

فاطمہ بنتِ اسد بعد الموت کے عواقب سے خائف تھیں

فاطمہ بنتِ اسد جناب امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جیسی معظمہ و مخدرہ باوجود اس جلالتِ قدر و عظمتِ شان کے کہ یہ معظمہ روئے زمین کے مقدس ترین بقعہ یعنی خانۂ کعبہ کے اندر تین روز تک مہمان رہیں۔ وہ معظمہ جن کا بطن مبارک امیر المومنین علیہ السلام کے جسمِ اقدس کے قیام اور محلِ پرورش بننے کی صلاحیت و قابلیت رکھتا تھا اور وہ معظمہ عورتوں میں دوسری بزرگوار ہیں جو پیغمبرؐ خدا پر ایمان لائیں، باوجود اتنی عبادتوں کے موت کے بعد پیش آنے والے حالات سے اتنا ڈرتی تھیں اور جناب رسولِ خداؐ نے بھی ان معظمہ کے ساتھ اس طرح سلوک فرمایا، تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے اور اپنی فکر کرنی چاہئے۔

خیر آیئے، پھر اصلی موضوع کی طرف واپس چلیں۔ مخبرِ صادق حضرت رسولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ قبر میں سوال و جواب، فشارِ قبر اور روزِ قیامت برہنگی وغیرہ سب کچھ واقع ہوگا۔

اس جسمِ مادی کے اندر رُوح کی اثر اندازی

اگرچہ عالمِ برزخ میں روح نعمت یا عذاب میں ہوگی لیکن ممکن ہے کہ قوتِ روح کے وسیلے سے یہ خاکی جسم بھی اس کی تاثیر کے تحت آجائے۔ جس طرح کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہی بدن حیاتِ روح کی شدت کے نتیجے میں قبر میں بھی بوسیدہ نہیں ہوتا، ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی تر و تازہ رہتا ہے۔ اس امر کے شواہد بھی بہت ہیں، جیسے جناب ابن بابویہؒ کا جسدِ خاکی جو اب سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل فتح علی شاہ کے زمانے میں جس وقت لوگ تعمیرات میں مشغول تھے، سرداب میں جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوار کا جسد تر و تازہ ہے بلکہ کفن بھی بوسیدہ نہیں ہوا ہے اور اس سے زیادہ عجیب امر یہ تھا کہ جناب ابن بابویہؒ

کے ناخن پر جو مہندی کا رنگ تھا وہ بھی اتنی طویل مدت کے بعد زائل نہیں ہوا تھا۔

جناب شیخ صدوقؒ کا جسدِ خاکی تر و تازہ تھا

کتاب "روضات الجنات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۲۳۸ھ کے حدود میں جناب شیخ صدوقؒ کے مقبرے میں بارش کی وجہ سے کچھ خرابی اور شگاف پڑ گیا تھا۔ لوگوں نے چاہا کہ اس کی مرمت و تعمیر کر دیں، چنانچہ لوگ سرداب میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا جسدِ شریف قبر کے اندر صحیح و سالم ہے، حالانکہ آپ بہت جسیم تھے اور آپ کے ناخنوں پر ابھی تک خضاب کا اثر باقی تھا۔ یہ خبر تہران میں مشہور ہوئی اور فتح علی شاہ کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو خود بادشاہ علماء کی ایک جماعت اور ارکانِ سلطنت کے ساتھ تحقیقِ حال کے لئے گیا۔ اس نے جیسا سنا تھا بعینہٖ ویسا ہی دیکھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شگاف کو بند کر دیں اور مقبرے کو نئے سرے سے تعمیر کریں اور اس میں آئینہ کاری کریں۔

جناب حُرؑ کا جسدِ تازہ اور ان کے سر پر بندھا ہوا رومال

اسی طرح جناب حُر بن یزید ریاحی کا واقعہ ہے جسے محدث جزائری نے کتاب "انوارِ نعمانیہ" میں لکھا ہے: جس وقت شاہ اسمٰعیل صفوی کربلائے معلی کی زیارت سے مشرف ہوا اور سنا کہ کچھ لوگ جناب حُر کے بارے میں معترض ہیں اور انہیں اچھا نہیں سمجھتے تو اس نے حکم دیا کہ آپ کی قبر کو کھودا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا جسد بالکل ویسا ہی تر و تازہ ہے جیسا روزِ شہادت کربلا میں تھا اور ذرا برابر بھی متغیر نہیں ہوا ہے اور آپ کے سر پر ایک رومال بندھا ہوا ہے۔ چونکہ تاریخ میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ روزِ عاشورہ جناب سید الشہداء علیہ السلام نے اپنا رومال جناب حُر کے سر کے زخم پر باندھا تھا لہٰذا شاہ نے حکم دیا کہ اس رومال کو کھول لیں تاکہ وہ اسے تبرکاً اپنے کفن میں رکھے۔

Presented by www.ziaraat.com

جونہی لوگوں نے اس رومال کو کھولا تو جناب حُر کے زخم سے تازہ خون جاری ہوگیا۔ آخر کار اس رومال کو پھر آپ کے زخمی سر پہ باندھ دیا گیا تو خون بند ہوگیا۔ اس طرح لوگوں کو آپ کا حسنِ حال معلوم ہوگیا (کہ نصرتِ حسین علیہ السلام کے صلے میں کتنا عظیم مرتبہ آپ کو ملا ہے) پھر بادشاہ نے ان کی قبر پر ایک عالیشان مقبرہ بنوایا اور اس کی دیکھ بھال اور صفائی کے لیے اس پر ایک خادم معین کیا۔

جناب ابوجعفر کلینیؒ کی قبر میں ایک شیر خوار بچہ

جناب شیخ کلینیؒ "صاحب کافی" جن کا مزار بغداد میں پل کے قریب واقع ہے۔ ایک مرتبہ ظالم حکام میں سے ایک شخص کو یہ فکر ہوئی کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر مبارک کو خراب کرنے کی بے ادبی کرے تاکہ کوئی شخص کاظمین کی زیارت کے لئے نہ جا سکے۔ اس کا وزیر باطناً شیعہ تھا۔ وہ بیحد حیرت و پریشان ہوا کہ کیا تدبیر کرے کہ وہ ظالم حاکم اپنے فاسد ارادے سے باز آجائے۔ اس سلسلے میں وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ ان لوگوں کو اگر ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ یہ شیعہ ہے تو اس کی جان معرضِ خطر میں پڑ جائے گی۔ بہر حال اس فاسد ارادے کے ساتھ وہ لوگ کاظمین کی طرف چلے، جونہی پل کے پاس پہنچے، وزیر نے کہا، یہاں اس مذہب کے ایک بڑے عالم کی قبر ہے جو امام موسیٰ کاظمؑ کے نمائندوں میں سے تھے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص (عالم) کا جسدِ خاکی بھی تر و تازہ ہے اور بوسیدہ نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اگر بادشاہ کی رائے ہو تو اسے دیکھ لیا جائے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کا کہنا درست ہے تو پھر امام موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر کو ہاتھ لگانا قرینِ مصلحت نہ ہوگا، حاکم نے اس بات کو قبول کر لیا اور حکم دیا کہ اس کے مطابق جناب کلینیؒ کی قبر کو کھودا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی لاش بھی تر و تازہ ہے اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ آپ کے پہلو میں ایک شیر خوار بچہ کی لاش بھی تھی جو بالکل تر و تازہ تھی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ بچہ آپ

ہی کا تھا یا کسی اور کا۔ جو بھی ہو، بہر حال آپ یہ دیکھیں کہ حیات کیا کرتی ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص بھی معدنِ حیاتِ روح سے متصل و وابستہ ہو جائے تو وہ بھی اس کی تاثیر کو قبول کر لیتا ہے بلاشک آلِ محمد علیہم السلام جو ہر خیر و نیکی کا معدن ہیں تو ہی حیاتِ روح کا نتیجہ ہے، ان بزرگواروں کے مزاراتِ مطہرہ سے نیز امام زادوں اور علماءِ حق کی قبورِ مقدسہ سے جن معجزات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ ان کے اجسادِ مقدسہ بھی حیات رکھتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص اہلِ عذاب و آتش ہوتا ہے تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے جسموں پر بھی روح پر ہونے والا عذاب سرایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ جس زمانے میں، بنی عباس، بنی امیہ پر غالب ہوئے اور ان کا ایک دم سے صفایا کر دیا، یہاں تک کہ ان کی قبروں کو بھی کھود ڈالا، اسی دوران جب یزید ملعون کی قبر کو کھودا گیا تو اس میں اس ملعون کے جسمِ نجس کے نشان اور لکیر کے سوا کچھ نہیں پایا۔

برزخی آگ قبر سے شعلہ ور ہوتی ہے

مرحوم شیخ محمود عراقی نے "دارالسلام" میں بعض موثقین و معتبر حضرات کا قول نقل فرمایا ہے کہ (تہران میں) امام زادہ حسن کے قبرستان میں ہم لوگ گئے۔ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔ ہمارا ایک ساتھی ایک قبر کے پتھر پر بیٹھ گیا۔ دفعتہً وہ چیخ اٹھا کہ مجھے اٹھاؤ۔ ہم نے اسے اٹھانے کے بعد دیکھا تو وہ پتھر آگ ہو رہا تھا۔

غور فرمائیے کہ روح کس قدر معذّب ہوتی ہے کہ قبر بلکہ سنگِ قبر تک آگ کی سوزش سرایت کر جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس صاحبِ قبر کو پہچانا مگر اس کا نام ظاہر نہیں کرتا اس لئے کہ مرنے کے بعد وہ لوگوں میں رسوا نہ ہو۔

ایک دوسرے شخص کے متعلق بھی بیان کرتے ہیں کہ اسے قم میں دفن کیا گیا تو اس کی قبر سے اوپر تک آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے جن سے مقبرہ کے تمام فرش اور قالین جل گئے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

دنیا کی آگ کے مقابلے میں گرم آگ

شیخ شوستریؒ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے، نَارٌ حَامِيَة یعنی گرم آگ، تو کیا کوئی ٹھنڈی آگ بھی ہوتی ہے؟ جی ہاں، اگر قیاس کرنا ممکن ہو تو برزخ کی آگ کے مقابلے میں یہ دنیا کی آگ سرد ہے، قدرت اسی دنیا میں دو قسم کی آگ کو یاد دلا رہی ہے جن کے درمیان اگر مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ کونسی آگ حقیقی آگ ہے۔

صاعقہ (آسمانی بجلی) دنیا میں سب سے بڑی آگ ہے

شیخ شوستریؒ فرماتے ہیں کہ لکڑی اور کوئلے کی آگ کا صاعقہ (بجلی) سے موازنہ کریں تو معلوم ہوگا کہ صاعقہ ایک لطیف آگ ہے جو بادلوں کے آپس میں ٹکرانے اور رگڑ کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ اتنی لطیف ہے کہ جس جسم سے ٹکراتی ہے اسے جلا ڈالتی ہے اور پھر گذر جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پلٹ جاتی ہو یا ٹھہری رہ جاتی ہو۔ سوزش کے لحاظ سے کوئی چیز اس کو بجھا نہیں سکتی۔ اگر درخت پر گرتی ہے تو اسے ایکدم جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اگر دریا و سمندر پر گرتی ہے تو سمندر کی تہ تک کو جلا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر کی تہ میں رہنے والی مچھلیوں کو بھی بھون ڈالتی ہے۔ صاعقہ ہی حقیقت میں آگ ہے۔ انگیٹھی میں انگارے بھی آگ ہیں لیکن اس آگ کو ایک مٹھی آگ یا ذرا سا پانی بجھا دیتا ہے۔ اس کی سوزش اور حرارت محدود ہے۔

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس عالم (برزخ) کی آگ کو اس دنیا کی آگ پر یہاں تک کہ صاعقہ پر بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی شخص کا جسم مثالی اور اس کی روح پر برزخ میں عذاب ہو تو یہ ممکن ہے (اگرچہ یہ کلیہ نہیں ہے) کہ اس کا یہ جسد عنصری و مادی بھی اس سے متاثر ہو۔ چنانچہ اس کے برعکس بھی مشاہدہ میں آیا ہے، خدا کے بعض پیارے

بندوں کی قبر کے پاس بغیر اس کے کہ وہاں کوئی عطر استعمال کیا گیا ہو یا اگربتی وغیرہ سلگائی گئی ہو یا کوئی پھول وہاں رکھا گیا ہو، عطر اور مشک کی خوشبو پھیلی رہتی ہے۔

وہ افراد جنہیں وحشت و گھبراہٹ نہیں ہوتی

اخبار و احادیثِ ائمہ طاہرین علیہم السلام میں ایسی بشارتیں موجود ہیں کہ کچھ افراد ایسے ہیں جنہیں خداوند عالم قبر کے خوف و وحشت، فشار اور برزخی عذاب سے امان میں رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک وہ افراد ہیں جن پر تلقین پڑھی گئی ہو۔ اس تلقین سے مراد بظاہر تیسری تلقین ہے جو دفن کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

یحییٰ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے تمہیں ایسا کام کرنے سے کونسی چیز مانع ہے جس سے تمہاری میتیں قبر میں منکر و نکیر کو دیکھنے سے محفوظ رہیں۔ میں نے عرض کیا۔ مولا ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا، کہ جب میت دفن ہو جائے تو اس کے ولی کو چاہئے کہ قبر کے نزدیک بیٹھے اور اپنا منہ میت کے سر کے مقابل قریب تر لے جائے اور بلند آواز سے اس طرح کہے:

یا فلان ابن فلان هل انت علی العهد الذی فارقتنا علیه من شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله سید النبیین وان علیاً امیر المومنین و سید الوصیین وان ما جاء به محمدٌ حق و ان الموت حق والبعث حق وان الله یبعث من فی القبور۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ منکر و نکیر آپس میں کہتے ہیں کہ چلو واپس چلیں کیونکہ اسے حجت تلقین کر دی گئی ہے[1] (پہلی تلقین احتضار کے وقت اور دوسری تلقین میت کو قبر میں اتارنے کے بعد کرنی چاہئے)

---

[1] وسائل الشیعہ، کتاب طہارت۔ باب ۳۵۔

Presented by www.ziaraat.com

ممکن ہے کوئی یہ کہدے کہ مردہ کیا سمجھے گا؟ لیکن ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ میت کی روح اس کے جسم کے پاس موجود رہتی ہے اور ہم سے بہتر سنتی ہے۔ یہ بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ غیر عرب میت عربی زبان کیا جانے اور کیسے سمجھے گی؟ جواب یہ ہے کہ جو شخص بھی اس عالم آب و گل سے رخصت ہو جاتا ہے اس کے بعد اس کے لئے تمام زبانیں برابر ہوتی ہیں۔ محدودیت صرف مادی دنیا کے ساتھ مخصوص ہے۔

نزولِ رحمت کے وقت موت

دوسرے وحشت و فشار قبر اور عذاب برزخی سے محفوظ رہنے والے وہ لوگ ہیں جو پنجشنبہ کے روز ظہر سے جمعہ کے روز ظہر تک دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ اوقات (ظہر پنجشنبہ سے ظہر روز جمعہ تک) نزولِ رحمت کے اوقات ہیں اور ان اوقات میں مرنے والے اپنے رب کی بارگاہ رحمت میں وارد ہوتے ہیں لہٰذا رحمتِ پروردگار اپنے وسیع دامن میں لے لیتی ہے۔ یہ بھی پروردگارِ عالم کے الطاف اور اس کی مہربانیوں میں سے ہے کہ اس بہانے سے اپنے بندوں کو اپنی عنایت کا مستحق قرار دے دیتی ہے۔

جریدتین اور چالیس اشخاص کی گواہی

میت کے ساتھ جریدتین یعنی درخت خرما، بیری یا انار کی دو تر و تازہ شاخوں کا ہونا بھی ان امور میں سے ہے جن کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ عذابِ قبر سے مانع ہوتے ہیں۔ البتہ درخت خرما کی شاخیں سب سے بہتر ہیں اور یہ شاخ تر ہونی چاہئے۔

وسائل الشیعہ کتاب الطہارۃ باب ۱۷ میں جریدتین کے بارے میں کئی روایتیں منقول ہیں ان میں سے ایک پیشِ خدمت ہے جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

حضرتؑ فرماتے ہیں: جب تک جریدتین تر رہتے ہیں، میت پر عذاب نہیں ہوتا۔

اور ان دونوں کے خشک ہو جانے کے بعد بھی انشاء اللہ عذاب نہیں ہوگا۔"

دوسرے میت کے حسنِ اعتقاد پر چالیس یا اس سے زیادہ اشخاص کی گواہی اور اس کے لئے طلبِ مغفرت کرنا۔ انوار نعمانیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا: "جس وقت چالیس اشخاص میت کے پاس حاضر ہوں اور کہیں اللھم انا لا نعلم منه الا خیراً یعنی خدایا! ہم اس شخص سے نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتے تو خدا فرماتا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں تمہاری گواہیوں کو قبول کیا اور اس کے تمام گناہوں کو بخش دیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔"

حضرت داودؑ نے ایک عابد کے جنازے پر نماز نہیں پڑھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہی سے یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کے متعلق خداوند عالم نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ وہ ریاکار ہے، جس وقت اس عابد کا انتقال ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام اس کی تشییع جنازہ کے لئے نہیں گئے، دوسرے تمام لوگ گئے اور چالیس اشخاص نے اس کے جنازے پر نماز پڑھی اور کہا کہ: "پروردگارا! ہم اس شخص کے بارے میں سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں جانتے اور تو زیادہ جاننے والا ہے، اسے بخش دے"۔ (اللھم انا لا نعلم منه الا خیر وانت اعلم به منا فاغفرله"۔ اور جب اسے غسل دیا گیا تو بھی دوسرے چالیس افراد آئے تھے اور وہی مذکورہ کلمات کہے تھے کیونکہ انہیں اس کے باطن کی خبر نہیں تھی۔ حضرت داودؑ کو وحی ہوئی کہ تم نے اس پر نماز کیوں نہیں پڑھی؟ عرض کیا۔ پروردگار! اس وجہ سے میں نے اس پر نماز نہیں پڑھی کہ تو نے مجھے خبر دی تھی کہ یہ عابد ریاکار ہے۔ آوازِ قدرت آئی کہ یہ صحیح ہے لیکن چونکہ ایک جماعت نے اس کی اچھائی کی گواہی دی اس لئے ہم نے بھی اس کی تصدیق کر دی، قبول کر لیا اور اسے بخش دیا۔" یہ بھی پروردگار عالم کے فضل و کرم سے ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

بغیر استحقاق کے بھی اپنے بندے کو عذاب سے رہائی بخش دیتا ہے۔

علامہ مجلسیؒ کے کفن پر خاکِ شفا سے مومنین کی گواہی

یہی وجہ ہے کہ نیکوکار اشخاص خصوصاً علماءِ سابقین اپنے کفن مہیا رکھتے تھے، اپنے دوستوں اور مومنین سے خواہش کرتے تھے کہ وہ لوگ ان کے کفن پر اپنی اپنی گواہیاں ثبت کر دیں۔ چنانچہ محدث جزائریؒ لکھتے ہیں کہ ان کے استاد علامہ مجلسیؒ مومنین سے درخواست کرتے تھے کہ وہ آپ کے کفن پر تربتِ حسینی سے آپ کے ایمان کی گواہیاں لکھ دیں۔ اور وہ لوگ اس طرح سے لکھتے تھے: "لا ریب فی ایمانہ" اور اپنا نام لکھ دیتے تھے۔ نام کے نیچے اپنی مہر ثبت کر دیتے تھے۔

ان تمام امور میں جو عذابِ قبر وغیرہ سے محفوظ رکھنے میں غیر معمولی مؤثر ہوتے ہیں حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کی تربت مبارکہ کا کفن و قبر میں رکھنا ہے اور اسی طرح اسے میت کی پیشانی اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرنا ہے۔

وہ نیکیاں جو مرنے کے بعد میّت کو پہنچتی ہیں

اور ان امور میں سے جو میّت کے لئے عالمِ برزخ میں اور قیامت میں نفع بخش ہوتے ہیں وہ کارہائے خیر ہیں جو اس دنیا میں اس کی نیابت میں انجام دیئے جاتے ہیں یا کسی کارِ خیر کا ثواب میّت کو ہدیہ کر دیتے ہیں، منجملہ ان کاموں کے پہلے نمبر پر اس کے قرضوں کی ادائیگی اور اس کی فوت شدہ نمازوں اور روزوں کی قضا بجالانا ہے۔ اسی طرح اس کے ذمہ اگر واجب حج رہ گیا تو اس کو اس کی طرف سے بجالانا وغیرہ۔ اس کے بعد میّت کے واسطے راہِ خدا میں صدقہ دینا اور دعا کرنا، اس کے لئے طلبِ مغفرت کرنا اور اس موضوع سے متعلق اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے بہت سی روایات وارد ہیں۔

(خواہشمند حضرات "وسائل الشیعہ" کتاب الطہارت ابواب احتضار باب ۲۷ کی طرف رجوع فرمائیں نیز ابواب قضاء صلوٰۃ باب ۱۲ ملاحظہ فرمائیں جس میں ۲۶ حدیثیں منقول ہیں۔ نیز اسی کتاب کے باب حج و وقف کا مطالعہ فرمائیں)

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کوئی عمل خیر از قبیل نماز، روزہ، حج اور صدقہ کسی مردہ کے لئے بجالاتا ہے، خداوندِ عالم اس کا اجر و ثواب اس میت کو پہنچاتا ہے اور اس کا کئی گنا ثواب اس عمل کرنے والے کو مرحمت فرماتا ہے۔

میت کے واسطے انفاق (صدقہ و خیرات) کے بدلے بہت سے ہدیئے

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میت فشار و عذابِ قبر میں مبتلا ہوتی ہے پھر اس کے واسطے کشائش ہو جاتی ہے اور فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ یہ نتیجہ ہے اس ہدیہ کا جو فلاں شخص نے دنیا سے تیرے واسطے بھیجا ہے۔ بعض میتوں کے لئے انفاق کے مراتب و درجات کے مطابق بہت عظیم اجر و ثواب پہنچتے ہیں۔ چنانچہ کتاب "وسائل الشیعہ" میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ خداوند کریم جبرائیل امین کو حکم فرماتا ہے تو وہ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اس میت کی قبر کی جانب جاتے ہیں اور ہر ایک کے ہاتھ پر بہشتی نعمتوں سے بھرا ہوا ایک ایک طبق ہوتا ہے اور اس میت سے کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو اے بندۂ خدا! اور اے خدا کے دوست! یہ فلاں ابن فلاں کا ہدیہ ہے جو اس نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔ پس اس کی قبر پر نور ہو جاتی ہے اور خداوند کریم اس کو بہشت میں ہزار شہر عطا فرماتا ہے اور ہزار حوریں اور ہزار حلّے اسے مرحمت فرماتا ہے اور اس کی ہزار حاجتیں بر لاتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

کوفہ کے دروازے پر صحرا کی طرف رخ کئے کھڑے ہیں اور جیسے کسی سے گفتگو فرما رہے ہیں، لیکن میں نے دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ کافی دیر گزر گئی اور میں تھک گیا تو بیٹھ گیا اور کچھ دیر بعد پھر کھڑا ہو گیا، لیکن امیرالمومنین علیہ السلام ابھی تک کھڑے گفتگو فرما رہے تھے۔

میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا "یا امیرالمومنین"، آپ کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ میری گفتگو مومنین کے ساتھ دل بہلانا تھا۔ میں نے عرض کیا، (کون سے) مومنین؟ فرمایا، ہاں وہ مومنین جو دنیا سے جا چکے ہیں، وہ یہاں موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا روح ہیں یا جسد؟ فرمایا، روحیں ہیں، اگر تم دیکھ سکتے کہ کس طرح ایک جگہ جمع ہوتی ہیں، باہم دل بہلاتی ہیں، آپس میں گفتگو کرتی ہیں اور خدا کی نعمتوں کو یاد کرتی ہیں۔

وادی السلام، ارواح مومنین کا مقام ہے

دوسری حدیثوں میں وارد ہے کہ جو مومن بھی دنیا کے مشرق و مغرب میں دنیا سے رخصت ہوتا ہے اس کی روح جو قالبِ مثالی میں قیام کرتی ہے اس کا ظہور "وادی السلام" جناب امیرؑ کے ہمسایہ میں ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نجف اشرف ملکوت علیا کی ایک نمائش گاہ ہے۔ اسی طرح کافروں کے لئے "وادی برہوت" ہے جو یمن میں ایک خوفناک وادی ہے جہاں نہ تو سبزے اگتے ہیں اور نہ پرندے ہی ادھر سے گزرتے ہیں۔ یہ مقام ملکوت سفلی کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے۔

امیرالمومنین حضرت علیؑ سے قربت علم و عمل کے ذریعے ہے

مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام کے جوار میں قیام کرنے کی جو اہمیت آپ نے

سنی ہے اس سے مراد مجاورت روحانی ہے اگرچہ بدن نجفِ اشرف سے کتنا ہی دور ہو۔ حضرت علی علیہ السلام سے قربت درحقیقت علم و عمل کے ذریعے ہوتی ہے۔ کسی شخص سے اگر ایک گناہ سرزد ہو جائے تو وہ اسی اندازے سے حضرتؑ سے دور ہو جاتا ہے۔

اگر روح علی علیہ السلام کے ساتھ ہو اور جسد بھی نجف اشرف میں دفن ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہو گا۔ سبحان اللہ، ایک عظیم سعادت و خوش بختی ہے لیکن خدا نہ کرے کہ کسی کا جسد تو نجف اشرف میں ہو لیکن اس کی روح وادی برہوت میں مبتلائے عذاب ہو۔ پس ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے کہ حضرت سے ہمارا اتصالِ روحانی قوی ہو۔ بیشک وادی السلام میں دفن ہونا بھی بے اثر نہیں ہے بلکہ تاثیر کامل رکھتا ہے کیونکہ وہاں دفن ہونا ایک طرح سے دامن عنایت جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے توسل ہے۔

ایک جنازہ جسے یمن سے نجف اشرف لائے

کتاب "مدینۃ المعاجز" میں ہے کہ ایک روز مولائے کائناتؑ چند اصحاب کے ساتھ کوفہ کے دروازے کی پشت پر تشریف فرما تھے، ایک مرتبہ آپ نے نظر اٹھائی اور فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا، نہیں یا امیرالمومنین! آپ نے فرمایا، میں دو نفر دیکھ رہا ہوں جو ایک اونٹ کی پشت پر ایک جنازہ لا رہے ہیں تاکہ اسے یہاں دفن کریں۔ ابھی انہیں یہاں تک پہنچنے میں تین روز صرف ہوں گے۔ تیسرے روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام مع اپنے اصحاب کے تشریف فرما تھے کہ کون آتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ دور سے ایک اونٹ نمودار ہوا، اس کی پشت پر ایک جنازہ ہے اور اونٹ کی مہار ایک شخص کے ہاتھ میں ہے اور ایک دوسرا شخص اونٹ کے پیچھے ہے یہاں تک کہ وہ لوگ نزدیک آئے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ ان لوگوں نے عرض کیا، ہم یمن کے باشندے ہیں اور یہ جنازہ ہمارے

Presented by www.ziaraat.com

والد کا ہے جنہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ ہم لوگ عراق لے جائیں اور نجف کوفہ میں دفن کریں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس کا سبب بھی ان سے پوچھا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں، ہمارے والد کہتے تھے کہ وہاں وہ شخص دفن ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو تمام اہل محشر کی شفاعت کر سکتا ہے۔ مولائے کائنات نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر دو مرتبہ فرمایا۔ واللہ میں وہی شخص ہوں۔

اپنے خیمے کے اطراف کی ٹڈیوں کو پناہ دینے والا

محدث قمیؒ نے مفاتیح الجنان میں اس امر کے متعلق کہ جو شخص مزار جناب امیرالمومنینؑ کے پاس پناہ لے گا وہ ضرور بہرہ مند ہوگا۔ اس سلسلے میں ایک بہت اچھی اور مناسب مثل بیان کی ہے۔ امثالِ عرب میں ایک مثل ہے: احمیٰ من مجیر الجراد یعنی فلاں شخص اپنی پناہ میں آنے والوں کی مدد و حمایت میں ٹڈیوں کو پناہ دینے والوں سے کہیں زیادہ ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ قبیلۂ "طی" کا ایک صحرا نشین شخص جس کا نام مدلج بن سوید تھا۔ ایک روز اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ بنی طی کا ایک گروہ ہاتھوں میں بڑے بڑے تھیلے اور بہت سے برتن لئے ہوئے اس کے خیمے کے قریب آیا۔ اس نے ان سے پوچھا، کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا، بہت سی ٹڈیاں تمہارے خیمے کے آس پاس اتری ہیں ہم انہیں پکڑنا چاہتے ہیں۔ مدلج نے جو یہ سنا تو اٹھا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لیا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم جو شخص ان ٹڈیوں کو چھیڑے گا میں اس کو قتل کر دوں گا، یہ ٹڈیاں میری پڑوسی اور میری پناہ میں ہیں اور تم انہیں پکڑو گے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اس کے بعد وہ ان ٹڈیوں کی حمایت و حفاظت کرتا رہا، یہاں تک کہ جب دھوپ تیز ہوئی اور وہ ٹڈیاں وہاں سے اڑ کر چلی گئیں تو اس نے کہا، لو اب یہ ٹڈیاں میرے پڑوس سے چلی گئیں، اب تم جانو اور وہ ٹڈیاں۔

مختصر یہ کہ یہ امر ظاہر اور کھلا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو حضرت علیؑ کے جوار میں

پہنچا دے اور آنحضرتؑ کی بارگاہ میں پناہ حاصل کرے تو یقیناً وہ آپؑ کی حمایت سے بہرہ مند ہوگا۔

رُوح کا تعلق قبر سے بہت زیادہ ہے

محدث جزائریؒ "انوار نعمانیہ" کے آخر میں فرماتے ہیں:۔

"اگر تم یہ کہو کہ ارواح قالبِ مثالی کے اندر وادی السلام میں رہتی ہیں تو پھر قبروں پر (فاتحہ خوانی اور دعا کے لئے) جانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے اور روحیں کیونکر سمجھتی ہیں کہ ہمارا زائر آیا ہے جبکہ وہ یہاں (قبر میں) موجود ہی نہیں ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ روحیں اگرچہ وادی السلام میں رہتی ہیں مگر ان کا تعلق ان کی قبروں سے قائم رہتا ہے یعنی کہ انکو اپنی قبروں پر آنے والے زائرین کا علم ہوتا ہے اور وہ انہیں جانتے اور سمجھتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے روحوں کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی جس طرح آفتاب زمین پر نہیں ہے بلکہ آسمان پر ہے لیکن اس کی شعاعیں تمام روئے زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اسی طرح روحوں کا احاطہ علمی ہے۔

آفتاب کی شعاع کا آئینہ میں منعکس ہونا

جس طرح آفتاب کی شعاع کا ظہور و انعکاس اس مقام پر جہاں آئینہ لگا ہوا ہے دوسری جگہوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح روح کی توجہ اور اس کا احاطہ علمی دوسرے مقامات کے مقابلے میں ان کی قبروں پر بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ بدن جس میں وہ کئی سال رہی ہے اور اس سے متعلق رہی ہے اور اسی کی برکت سے بہت سے کمالات اور سعادتوں کو حاصل کیا تھا، اس کی توجہ اور نظروں کا مرکز ہوگا۔

اسی بیان سے اس شخص کا جواب بھی ہو جاتا ہے جو یہ کہے کہ امام ہر مقام پر موجود ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ ان حضرات کی قبور مقدسہ پر زیارت کے لئے جایا جائے جبکہ اس مقام

Presented by www.ziaraat.com

اور دوسرے مقام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ائمۂ طاہرین علیہم السلام اور بزرگانِ دین کے مزارات ہمیشہ ان حضرات کی ارواحِ مقدسہ کی توجہات کے مرکز اور الٰہی برکتوں اور رحمتوں کے نزول اور ملائکہ کے آنے جانے کے مقامات ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی چاہتا ہے کہ ان بزرگواروں کی ذواتِ مقدسہ سے مکمل طور پر بہرہ مند ہو تو اسے چاہئے کہ ان مقاماتِ متبرکہ سے دستبردار نہ ہو اور جس طرح سے بھی ممکن ہو اپنے کو ان مقاماتِ مقدسہ تک پہنچائے۔

اس خاکی بدن پر ثواب و عقاب کیوں نہیں ہوتا؟

بعض لوگ ایک کمزور شبہ یہاں پر وارد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح جو مرنے کے بعد ایک لطیف جسم میں جسے قالبِ مثالی کہتے ہیں متعلق ہو جاتی ہے جو اسی خاکی بدن کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اور اسی بدنِ مثالی کے ساتھ ثواب یا عقاب دیکھتی ہے تو سوال یہ ہے کہ انسان نے تو اس مادی و خاکی جسم کے ساتھ عبادت کی تھی تو دوسرے بدن کو کیوں ثواب ملتا ہے؟ یا اسی بدن کے ساتھ جو قبر میں بوسیدہ ہو چکا ہے، دنیا میں گناہ کئے تھے تو کیوں وہ دوسرا بدن عقاب میں مبتلا ہو؟ اس سوال کے چند جوابات بیان کئے جاتے ہیں:

ہر روح دو قسم کے جسم رکھتی ہے

جیسا کہ علامہ مجلسیؒ بیان کرتے ہیں کہ بدنِ مثالی کوئی خارجی چیز نہیں ہے جس کو مرنے کے بعد قبر کے پاس لائیں اور مثلاً کہیں کہ اے جنابِ روح! اس بدن میں تشریف رکھئے! بلکہ مثالی بدن ایک لطیف جسم ہے جو اس وقت اس دنیا میں بھی اس کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ ہر روح دو جسم رکھتی ہے، بدنِ لطیف اور بدنِ کثیف، انسان نے ان دونوں سے عبادت کی ہے یا معصیت کی ہے۔ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے اس کے لئے ہم پھر خواب کی مثال پیش کرتے ہیں۔ حالتِ خواب میں یہ دونوں جسم تعلق پیدا کر لیتے ہیں اور

اس امر میں کوئی بُعد نہیں ہے کہ انسان خواب میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ اسی جسم مثالی کا کارنامہ ہوتا ہے راستہ چلنا، گفتگو کرنا وغیرہ یہ سب بدنِ مثالی ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ ایک چشم زدن میں انسان کربلائے معلیٰ چلا جاتا ہے، مشہد مقدس چلا جاتا ہے، مشرق و مغرب میں سیر کرتا ہے۔ محدودیت نہیں رکھتا، اس سے معلوم ہوا کہ بدنِ مثالی ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے لیکن موت کے بعد جسم مادی سے یکسر جدا ہو جاتا ہے۔ علامہ مجلسیؒ کا یہ قول بہت محققانہ ہے اور اس مقصد کے لئے اور بھی بہت سے شواہد موجود ہیں۔

بہر صورت رُوح ہی معذّب ہوتی ہے یا ثواب سے بہرہ مند ہوتی ہے

دوسری وجہ جواب یہ ہے کہ روحِ انسانی موت کے بعد اسی جسم خاکی کی شکل میں متشکل و مصوّر ہو جاتی ہے، نہ یہ کہ کسی خارجی بدن سے تعلق پیدا کرتی ہے بلکہ روح کی شکل بدن مادی کی شکل و صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اب آپ اسے چاہے بدنِ مثالی کہیں یا قالبِ برزخی کہیں یا روح کہیں، لیکن چونکہ وہ لطیف شے ہے اس لئے یہ عنصری و مادی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ روح ہی تھی جو دنیا میں معصیت کی مرتکب ہوئی تھی اور وہی روح بعد الموت معذّب ہوتی ہے۔ اب وہ چاہے بدنِ مثالی سے تعلق پیدا کر کے معذّب ہوتی ہو اور چاہے بذاتِ خود مستقلاً معذّب ہوتی ہو۔ البتہ قیامت کے روز سب کے سب اسی جسم مادی و دنیاوی میں مبعوث و محشور ہوں گے۔

قرآن میں برزخ کے ثواب و عقاب کا تذکرہ

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۚ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ○

(سورۃ المومن ۴۰۔ آیت ۴۶)

Presented by www.ziaraat.com

یعنی وہ لوگ آگ میں صبح و شام ڈالے جائیں گے اور جس دن قیامت برپا ہو گی (تو اس دن یہ حکم دیا جائے گا کہ) آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں مبتلا کرو۔

قرآن مجید کی ان آیتوں میں سے جو برزخ کے عذاب پر دلالت کرتی ہیں، یہ آیت بھی ہے جو فرعونیوں سے متعلق ہے۔ آلِ فرعون جو دریائے نیل میں غرق ہو کر مر گئے۔ اس وقت سے وہ لوگ برابر ہر صبح و شام آگ کے نزدیک لائے جاتے ہیں یا ڈالے جاتے ہیں یہاں تک کہ قیامت برپا ہو اور وہ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت میں صبح و شام نہیں ہے بلکہ یہ صبح و شام کا عذاب عالم برزخ سے متعلق ہے۔

جناب رسولِ خدا سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اگر مرنے والا اہلِ جہنم ہے تو برزخ میں اس کو ہر صبح و شام اس کی جہنم والی جگہ دکھاتے رہتے ہیں اور اگر میت اہل بہشت ہے تو اس کو بہشت میں ملنے والا گھر اس کو دکھاتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت میں یہی تیری منزل ہو گی۔

جب تک زمین و آسمان باقی رہیں گے
لوگ راحت و آرام یا تکلیف و عذاب میں رہیں گے

فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

(سورہ ہود ۱۱۔ آیت ۱۰۶-۱۰۸)

وہ لوگ جو بدبخت ہیں وہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں آگ میں رہیں گے جس میں

ان کی فریادیں اور جانگداز نالے بلند ہوں گے، سوائے اس کے جسے تمہارا پروردگار چاہے بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو لوگ نیک بخت و خوش نصیب ہیں وہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، بہشت میں رہیں گے۔

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ آیت بھی برزخ سے متعلق ہے اور اس سے برزخی ثواب و عذاب مراد ہے، ورنہ قیامت میں آسمان کہاں ہو گا؟ اِذَا السَّمَاۗءُ انْشَقَّتْ اور زمین بھی یہ نہیں ہو گی بلکہ وہ بھی بدل جائے گی:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (سورۃ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۴۸)

حبیب نجار (مومن آلِ فرعون) برزخی بہشت میں

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ (سورۃ یاسین آیت ۲۶-۲۷)

یہ آیۂ مبارکہ حبیب نجار مومن آلِ فرعون سے متعلق ہے، جب انہوں نے اپنی قوم کو پیغمبروں کی پیروی کی طرف دعوت دی تو ان لوگوں نے انہیں دھمکی دی (جس کی تفصیل سورہ یاسین کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے[1]) بالآخر ان کو لوگوں نے سولی پر چڑھا کر اتنا زدوکوب کیا کہ ان کو مار ڈالا۔ مرنے کے بعد جب انہیں اجر و ثواب ملا تو انہوں نے کہا: کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت پانے والوں میں قرار دیا۔

اس مقام پر قدرت کا ارشاد ہے کہ "ان سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ امام ۴

---

[1] اس سورہ کی تفسیر جو شہید آیت اللہ دستغیب نے کی ہے "قلب قرآن" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

فرماتے ہیں کہ یہاں اس بہشت سے برزخی بہشت مراد ہے۔ اور دوسری روایت میں اس بہشت سے دنیاوی بہشت مراد لی گئی ہے یعنی قیامت والی بہشت سے کمتر۔

خلاصہ یہ کہ آیۂ مبارکہ کا ظاہر یہ ہے کہ مومن آلِ فرعون جب شہید ہو گئے تو بلا فاصلہ برزخی جنت میں داخل ہو گئے اور چونکہ ان کی قوم ابھی دنیا ہی میں تھی تو یہ آرزو کی کہ کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ خداوند کریم نے مجھے کیا کیا نعمتیں اور عطیات مرحمت فرمائے ہیں (تو وہ بھی اپنی سرکشی سے توبہ کرتیں اور خدا کی طرف متوجہ ہو جاتیں)۔

سخت و تنگ زندگی اور عذابِ قبر

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ (سورہ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۱۲۴)

یعنی جو شخص یادِ خدا سے روگرداں ہوگا تو بیشک اس کے واسطے سخت اور تکلیف دہ زندگی ہوگی اور قیامت کے دن وہ اندھا محشور کیا جائے گا۔

بیشتر مفسرین نے کہا ہے کہ "معیشۃ ضنک" سے اشارہ ہے عذابِ قبر و برزخ کی طرف اور یہی معنی جناب امام سید الساجدینؑ سے بھی روایت میں وارد ہے۔

برزخ قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے جانے تک

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ (المومنون ۹۹-۱۰۰)

یہاں تک کہ جب ان (کفار) میں سے کسی کی موت آ دھمکتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ پروردگارا مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ جن چیزوں کو میں چھوڑ آیا ان کی تلافی میں کوئی عمل صالح بجا

لاؤں، اس کے جواب میں کہا جائیگا، ہرگز نہیں (تو واپس نہیں جا سکتا) وہ ایسی بات کہتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور ان کے پیچھے عالم برزخ ہے، اس دن تک جس دن لوگ محشور و مبعوث کئے جائیں گے۔

یہ آیت اس امر پر بخوبی دلالت کرتی ہے کہ حیاتِ دنیا کے بعد اور حیاتِ آخرت سے پہلے انسان ایک اور حیات رکھتا ہے جو ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ وہ حیات جو عالم قبر و عالم برزخ کے نام سے موسوم ہے۔

انسان کی شخصیت اس کی روح سے ہے

خلاصہ یہ کہ تمام مذکورہ آیات اور دوسری بہت سی آیتوں پر غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ روحِ انسانی ایک ایسی حقیقت ہے جو بدن سے مغائر ہے اور روح کا بدن کے ساتھ ایک قسم کا اتحاد ہوتا ہے کہ ارادہ و شعور کے وسیلے سے وہ بدن پر حکومت کرتی ہے اور اس کا نظام چلاتی ہے۔ درحقیقت انسان کی شخصیت روح سے ہے نہ کہ بدن سے جو مرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے (یعنی ساری حس و حرکت وغیرہ ختم ہو جاتی ہے اور جسم مٹی کا ایک مجسمہ بن کر رہ جاتا ہے) اور پھر اجزائے بدن کے متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد خاک ہو جاتا ہے۔ انسان کی حقیقت و شخصیت (روح) ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور سعادت و حیاتِ جاوداں میں بسر کرتی ہے یا پھر شقاوت و بدبختی ابدی میں مبتلا رہتی ہے اور روح کی سعادت یا شقاوت اس حالت میں اس کے (دنیاوی) نفسانی ملکات اور اعمال سے وابستہ ہوتی ہے نہ کہ جسمانی جہات سے۔ یہ اجتماعی خصوصیات ہیں۔

حکماء اسلام نے اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ روح بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز ہے جو موت کی وجہ سے نیست و نابود نہیں ہوتی اور اس کے احکام بدن کے احکام سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں، بہت سی عقلی دلیلیں بیان کی ہیں لیکن فرمانِ خداوندی اور

Presented by www.ziaraat.com

اقوالِ جنابِ رسولِ خداؐ و ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بعد ہم کو انہیں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ مسئلہ ہمارے لئے آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

برزخی بہشت نفس مطمئنہ کے لئے

قرآن مجید کی ان تمام آیات میں سے جو بہشت برزخی سے متعلق ہیں سورۂ فجر کی آخری آیت ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي [1] (سورۃ الفجر ۸۹۔ آیات ۲۷-۲۹)

اس آیت میں نفس مطمئنہ کو بوقت موت خطاب ہوتا ہے کہ "میری بہشت میں داخل ہو جا" جس کی تفسیر "برزخی جنت" کی گئی ہے۔ اسی طرح "میرے بندوں کے زمرہ میں شامل و داخل ہو جا" (یعنی محمدؐ و آلہ) دوسری آیات بھی ہیں جن میں صریحاً یا کنایۃً برزخی جنت و جہنم سے متعلق ذکر ہے، لیکن ہم نے جو آیات پیش کی ہیں، یہی کافی ہیں۔

اخبار و احادیث میں برزخی ثواب و عقاب

عالمِ برزخ میں ثواب و عقاب کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث بہت ہیں۔ اس مقام پر ہم ان میں سے چند حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔

بحار الانوار جلد سوم میں تفسیر علی بن ابراہیم قمیؒ سے اور انہوں نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس وقت فرزندِ آدمؑ دنیا کے آخری اور

---

[1] آیت اللہ دستغیبؒ شہید محراب نے ان آیات کی شرح و تفسیر فرمائی تھی جو کہ "نفس مطمئنہ" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

آخرت کے پہلے دن میں داخل ہوتا ہے تو اس کا مال، اس کی اولاد اور اس کا عمل سب اس کے سامنے مجسم ہو کر آتے ہیں۔ وہ اپنا رخ مال کی طرف پھیرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں تیرے بارے میں بہت حریص و بخیل تھا، اس وقت میرا حصہ تیرے پاس کیا ہے؟ مال جواب دیتا ہے کہ بس بقدر کفن کے مجھ سے اٹھا لے۔ پھر وہ اپنے فرزندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے، خدا کی قسم میں تم کو بہت دوست رکھتا تھا اور تمہارا حامی و محافظ بنا رہا، بتاؤ تمہارے پاس میرا کتنا حصہ ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ بس تجھے قبر تک پہنچا کر تجھے اس میں دفن کر دیں گے، پھر وہ عمل کی طرف رخ کرتا ہے اور کہتا ہے۔ خدا کی قسم میں تیرے بارے میں بہت لاپرواہ تھا اور تو مجھ پر بہت گراں تھا، پھر بھی تم سے مجھے کچھ حصہ ملے گا؟ عمل جواب دیتا ہے، ہاں! میں قبر میں اور قیامت میں تیرا انیس و ہم نشین ہوں گا، یہاں تک کہ میں اور تو دونوں بارگاہِ پروردگار میں پیش کئے جائیں۔ اگر یہ شخص اطاعت گزار اور خدا کا دوست ہوگا تو اس کا عمل حسین و جمیل شکل و صورت اور بہترین خوشبو کے ساتھ بہترین لباس میں ملبوس اس کے نزدیک آئیگا اور کہے گا کہ تجھے خوشخبری دیتا ہوں، روح و ریحان کی اور بہشت و نعمتہائے الٰہی کی۔ خوش آمدی! یہ پوچھے گا، تو کون ہے؟ وہ جواب دیگا کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔ چل! دنیا سے جنت کی طرف چل! یہ میت اپنے غسل دینے والے کو پہچانتی ہے۔ اپنا جنازہ اٹھانے والوں کو قسم دیتی ہے کہ اس کو اٹھا کر جلدی منزل کی طرف لے جائیں۔ جس وقت یہ میت قبر میں وارد ہوتی ہے تو دو فرشتے جو قبر میں ہر میت کا امتحان لینے والے ہیں، اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کے جسم کے لمبے لمبے بال زمین پر کھنچتے ہیں اور وہ زمین کو دانتوں سے شگافتہ کرتے ہیں اور ان کی آوازیں شدید گرجدار اور آنکھیں بجلی کی طرح چمکنے اور کوندنے والی ہوتی ہیں اور میت سے پوچھتے ہیں: تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرے پیغمبر کون ہیں؟ تو کس دین پر تھا؟ (وغیرہ) وہ میت کہتی ہے کہ میرا پروردگار خدائے وحدہٗ لاشریک ہے میرے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میرا دین و مذہب اسلام ہے۔ تب وہ

Presented by www.ziaraat.com

فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ جن چیزوں کو تو دوست رکھتا ہے اور جن پر تو راضی ہے خداوند عالم تجھے اس پر ثابت رکھے۔ یہ وہی بات ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (سورۃ ابراہیم ۱۴- آیت ۲۷)

پھر وہ اس کی قبر کو تا حد نظر وسیع و کشادہ کر دیتے ہیں اور اس میں بہشت کا ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اب تو روشن و خنک آنکھوں کے ساتھ آرام سے سو جا جس طرح خوش نصیب و کامیاب جوان آرام سے سوتا ہے۔ اسی طرح قدرت نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے کہ:

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِیْلًا ۝ (سورۃ الفرقان ۲۵- آیت ۲۴)

لیکن اگر مرنے والا دشمن خدا ہوتا ہے تو اس کا عمل بد، بدترین لباس اور سخت بدبو کے ساتھ اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے دوزخ کے گرم پانی اور جہنم واصل ہونے کی بشارت ہو، وہ بھی اپنے غسل دینے والے کو دیکھتا ہے اور اپنا جنازہ اٹھانے والوں کو قسم دیتا ہے کہ اسے چھوڑ دیں (اور قبر کی طرف نہ لے جائیں) جس وقت اس کو قبر میں دفن کر دیتے ہیں تو امتحان لینے والے فرشتے قبر میں آتے ہیں اور پہلے تو اس کا کفن اس کے جسم سے اتار لیتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے؟ تیرے پیغمبر کون ہیں؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے، میں نہیں جانتا۔ تب وہ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ خدا کرے، تو نہ جانے اور نہ ہدایت پائے۔ اس کے بعد اس کو آگ کے گرز سے اس طرح مارتے ہیں کہ اس کی وجہ سے سوائے جن وانس کے ہر متحرک چیز گھبرا جاتی ہے۔ پھر جہنم کا ایک دروازہ قبر میں کھول دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اب تو بدترین حالت میں سو جا۔ پھر اس کی قبر کو انتہائی تنگ کر دیتے ہیں۔ اتنی تنگ کہ جیسے نیزہ کے پھل کے نیچے کا سوراخ، اس کی وجہ سے وہ ایسے فشار میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کا مغز اس کے ناخنوں اور گوشت کے درمیان سے خارج ہوتا ہے اور خدا سانپوں اور بچھوؤں کو اور دوسرے حشرات الارض کو اس پر مسلط کر دیتا ہے تاکہ اسے کاٹیں

اور تکلیف پہنچائیں، اس کی یہ حالت مستقلاً قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت کے روز اسے اس کی قبر سے اٹھائے اور وہ اتنے سخت عذاب میں مبتلا ہوگا کہ آرزو کرے گا کہ قیامت جلد قائم ہو۔

اشخاص کی برزخی شکلیں دنیاوی شکلوں کے مانند ہی ہونگی

امالی شیخ طوسیؒ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے، اس حدیث کے آخری حصے میں امامؑ نے فرمایا ہے کہ خداوند متعال جس وقت مرنے والے کی روح کو قبض فرماتا ہے تو اس کی روح کو اس کی دنیاوی اصلی شکل وصورت میں بھیج دیتا ہے، وہاں وہ کھاتے پیتے ہیں اور جب کوئی نیا شخص (دوسری میت کی روح) ان کے پاس وارد ہوتا ہے تو اس کو اسی شکل وصورت میں پہچانتے ہیں جو وہ دنیا میں رکھتا تھا۔

دوسری حدیث میں امامؑ نے فرمایا کہ مومنین کی روحیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور باہم سوال وجواب کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں، یہاں تک کہ اگر تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو کہو گے کہ یہ فلاں شخص ہے۔

نئی آنے والی رُوح سے دوسری رُوحوں کی احوال پرسی

ایک دوسری حدیث میں امامؑ نے فرمایا: "روحیں مجسّم و مجسّد شکل میں بہشت کے ایک باغ کے اندر مقیم و ساکن رہتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال وجواب کرتی ہیں۔ جب کوئی نئی روح ان کے پاس وارد ہوتی ہے تو وہ روحیں کہتی ہیں "اسے چھوڑ دو (اور اپنی حالت پر رہنے دو) کیونکہ بہت بڑے ہول وخوف سے نجات پاکر ہماری طرف آرہی ہے (یعنی موت کی وحشت سے)" پھر اس سے پوچھتے ہیں، فلاں شخص کیا ہوا اور فلاں شخص کیا ہوا؟ اگر وہ کہتا ہے کہ میرے آنے تک وہ زندہ رہا تو وہ

Presented by www.ziaraat.com

روحیں اظہارِ امیدواری کرتی ہیں (کہ وہ بھی انشاء اللہ ہمارے پاس آئے گا) لیکن اگر وہ مجسمہ روح یہ کہتا ہے کہ وہ دنیا سے جا چکا ہے تو وہ روحیں یہ کہتی ہیں کہ وہ گر گیا۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ یہاں نہیں آیا تو یقیناً دوزخ میں پہنچ گیا۔

روحوں کی اپنے دنیاوی رشتہ داروں اور قرابتداروں سے ملاقات

بحار الانوار جلد سوم، کتاب کافی اور دوسری کتابوں سے چند روایتیں منقول ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ: عالم برزخ میں مقیم روحیں اپنے اہل و عیال و خاندان کی ملاقات و زیارت اور احوال پرسی کے لئے آتی ہیں۔ ان میں سے بعض روزانہ، بعض دو دن میں ایک مرتبہ، بعض تین دن میں ایک مرتبہ، بعض ہر جمعہ کو، بعض مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض سال میں ایک مرتبہ ملاقات کرتے ہیں۔ اور یہ اختلاف ان کے حالات و مقامات کی کشائش و تنگی میں تفاوت و فرق اور ان کی آزادی و گرفتاری و ابتلاء کے اعتبار سے ہوتا ہے

ایک روایت میں ہے کہ مومن اپنے اہل و عیال سے سوائے خیر و خوبی اور ان امور کے جو اس کی خوشی کا موجب ہوں دوسری کوئی چیز نہیں دیکھتا اور اگر کوئی ایسی چیز ہوتی بھی ہے جو مومن کی روح کے لئے ناراضی کا باعث ہو تو اس کو اس سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے تاکہ اسے دیکھ کر اسے اذیت نہ ہو۔ اور کافر کی روح اپنے گھر والوں سے سوائے بدی اور ان امور کے جو اس کے لئے باعثِ اذیت ہوں دوسری کوئی چیز نہیں دیکھتا۔

برزخ میں حوضِ کوثر

اخبار و حدیث کی متعدد کتابوں میں عبداللہ بن سنان سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے حوضِ کوثر کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اس کا طول بصرہ سے یمن کے شہر صنعا تک کی مسافت کے برابر ہے۔ میں نے تعجب کیا تو آپ نے

فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے تم کو دکھا دوں؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں، یا مولا! حضرت مجھے مدینہ سے باہر لے گئے اور ایک جگہ زمین پر ٹھوکر ماری اور فرمایا، دیکھو! (امرِ امامؑ سے ان کی آنکھوں کے سامنے سے ملکوتی پردے ہٹ گئے اور وہ کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا کہ ایک نہر جاری ہے جس کے دونوں کنارے دکھائی نہیں دیتے سوائے اس مقام کے جہاں ہم کھڑے تھے اور جو ایک چھوٹے سے جزیرے کے مانند تھا۔ میں نے ایک ایسی نہر دیکھی جس کے ایک کنارے پر سے برف سے زیادہ سفید پانی لہریں لے رہا تھا اور دوسرے کنارے پر برف سے زیادہ سفید دودھ کی لہریں جاری تھیں اور ان دونوں کے درمیان شراب بہ رہی تھی جو سرخی و لطافت میں یاقوت کو شرما رہی تھی۔ سفید و صاف شفاف پانی اور دودھ کے درمیان اس شراب سے زیادہ خوش نما چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

میں نے عرض کیا۔ مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، یہ نہر کہاں سے نکلتی ہے؟

حضرت نے فرمایا: خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ بہشت میں ایک چشمہ دودھ کا ہے، ایک چشمہ پانی کا اور ایک چشمہ شراب کا ہے۔ وہیں سے یہ تینوں چیزیں اس نہر میں جاری رہتی ہیں۔ (راوی کہتا ہے) میں نے اس نہر کے دونوں کناروں پر بہت سے درخت دیکھے اور ہر درخت کے پاس میں نے ایک ایک حور دیکھی۔ جن کے سر کے بال خوبی و خوبصورتی میں ایسے تھے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ہر ایک حور کے ہاتھ میں ایک ایک ظرف تھا۔ ایسے خوش نما ظرف میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے، وہ ظروف دنیا سے نہیں تھے۔ آپ نے ایک حور کو اشارہ فرمایا کہ پانی دے۔ اس حور نے ظرف کو اس نہر سے بھرا اور آپ کو پیش کیا۔ آپ نے نوش فرمایا، پھر اشارہ فرمایا کہ ظرف کو پُر کرے اس حور نے پھر ظرف کو بھرا اور پیش کیا۔ آپ نے وہ ظرف مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے اسے پیا اس لطافت و شیرینی و ذائقہ کا کوئی مشروب میں نے آج تک کبھی نہیں چکھا تھا۔ اس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ مولا، میں آپ پر فدا ہو جاؤں،

Presented by www.ziaraat.com

کیا ایسا ہرگز کبھی نہیں دیکھا تھا اور میں گمان بھی نہیں کرتا تھا کہ دنیا میں ایسی چیز بھی موجود ہو سکتی ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ خداوند متعال نے ہمارے شیعوں کے لئے جو نعمتیں مہیا فرمائی ہیں ان کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے جو تم نے دیکھا۔ جب مرنے والا دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی روح کو اس نہر پر لے جاتے ہیں اور اس کے باغ میں اس کو سیر کراتے ہیں۔ وہ اس کے پھلوں کو کھاتا ہے اور اس کے مشروبات کو نوشِ جان کرتا ہے۔ جب ہمارا دشمن مرتا ہے تو اس کی روح کو وادی برہوت میں لے جاتے ہیں۔ وہ اس کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہے، اس کو "زقوم" (تھوہر) کھلاتے ہیں اور "ماء حمیم" پلاتے ہیں۔ پس تم اس وادی سے اللہ کی طرف پناہ مانگو۔

موت کے وقت کوثر اور حمیم

ان لوگوں میں سے جنہوں نے بہشت برزخی کا اس دنیا میں مشاہدہ کیا وہ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے اصحاب باوفا تھے جنہیں حضرت نے شبِ عاشور جنتِ برزخی میں ان کے مقامات و منازل دکھائے۔

بحار الانوار جلد سوم میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ کوئی وفات پانے والا (مومن) دنیا سے نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کی آخری سانس میں فرشتے اسے حوض کوثر کا پانی پلاتے ہیں۔ اسی طرح کوئی کافر نہیں مرتا مگر یہ کہ فرشتے اس کو آخر جہنم کا آبِ حمیم پلاتے ہیں۔

برہوت۔ برزخی جہنم کا مظہر

جیسا کہ اس سے پہلے ذکر کیا گیا، وادی السلام سعادت مند اور نیک بخت روحوں کے ظہور و اجتماع کا مقام ہے۔ اور برہوت جو ایک بے آب و گیاہ خشک صحرا ہے، ارواحِ کثیفہ و خبیثہ کا محلِ عذاب اور برزخی دوزخ کا نمونہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث عرض کرتا ہوں تاکہ مطلب اور زیادہ روشن ہو جائے۔

ایک روز ایک شخص جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور اپنی وحشت و گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے ایک بڑی عجیب چیز دیکھی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا، تو نے کیا دیکھا؟

اس نے عرض کیا کہ میری بیوی سخت بیمار ہو گئی، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اس کنوئیں سے جو وادی برہوت میں ہے پانی لاؤ تو یہ مرض دور ہو سکتا ہے اور مریضہ اچھی ہو جائے گی (یعنی بعض جلدی امراض جن کا علاج معدنی پانی سے کیا جاتا ہے) پس میں آمادہ ہوا اور اپنے ساتھ ایک مشک اور ایک بڑا پیالہ لیا تاکہ اس پیالے سے مشک بھروں اور اس طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے وہاں ایک بہت وحشتناک بیابان دیکھا۔ باوجودیکہ میں خائف تھا لیکن ہمت و حوصلے سے کام لیتے ہوئے پانی لینے کی غرض سے اس کنوئیں کی تلاش میں گھومتا رہا (آخر کار میں اسے پانے میں کامیاب ہو گیا)

اچانک اوپر سے زنجیر جیسی آواز آئی اور پھر زنجیر نیچے آگئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس زنجیر میں گرفتار ہے جو مجھے کہتا ہے مجھے سیراب کرو کہ ہلاک ہو رہا ہوں۔ جب میں نے سر اٹھایا کہ اس کو پانی کا ایک پیالہ دوں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک مرد ہے جو زنجیر میں جکڑا ہوا لٹک رہا ہے۔ جب میں نے اس کو پانی دینا چاہا تو اس شخص کو اوپر آفتاب کے نزدیک تک کھینچ لیا گیا۔ میں نے دوبارہ چاہا کہ مشک میں پانی بھروں کہ اچانک وہ پھر زنجیر سمیت نیچے آیا اور پیاس کا اظہار کیا۔ میں نے پانی کا ظرف اسے دینا چاہا کہ وہ پھر آفتاب کے قریب تک کھینچ لیا گیا۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔

بالآخر میں نے مشک کا دہانہ باندھا اور اس کو پانی نہیں دیا۔ اس امر سے میں بہت ڈر گیا ہوں اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ دریافت کروں کہ یہ سب کیا تھا؟

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بدبخت شخص قابیل ہے۔

(حضرت آدمؑ کا بیٹا جس نے اپنے بھائی حضرت ہابیل کو قتل کیا تھا)

Presented by www.ziaraat.com

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ

(سورۃ المائدہ ۵ - آیت ۳۰)

وہ قیامت تک اسی جگہ عذاب میں مبتلا رہے گا، یہاں تک کہ آخرت میں جہنم اور اصل عذاب میں مبتلا ہو۔

(قیامت)

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسری فصل

قیامت

قیامت بحکمِ عقل

اگر بالفرض ہمارے پاس قیامت کے قائم ہونے پر نقلی دلیلیں نہ ہوتیں اور تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ جو برابر یہ فرماتے رہے کہ حساب و کتاب کے لئے ایک معین دن ضرور آئے گا اور لوگوں کو اس امر کی خبر دیتے رہے کہ تمہارے اقوال و افعال اور تمہارے اعمال و عقائد کے متعلق ایک روز باز پرس ہوگی، نہ آئے ہوتے تو بھی عقلِ انسانی اس امر پر سب سے بڑی شاہد و دلیل ہے کہ یہ عالم افلاک کی گردش اور ہر موجود کی خلقتِ اولیہ بغیر کسی غرض و غایت کے نہیں ہے۔ ہر عقلمند انسان جب اپنے اطراف اور ارد گرد نگاہ ڈالتا ہے تو دیکھتا ہے کہ رات دن متوالیاً آتے جاتے ہیں اور انسان کھاتا پیتا ہے، سوتا ہے اور تخلیہ کرتا ہے۔ اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کرتا ہے، بچہ بڑا ہوتا ہے۔ اور جوان بوڑھا ہوتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔ یہ طویل و عریض لامتناہی کارخانہ جو ہم سب کی نگاہوں کے سامنے ہے، کیا ان سب کا مقصد بس اتنا ہی ہے اور یہیں تک ہے اور ایسے ہی بے غرض و بے مطلب ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کو محض نجاست سازی کا کارخانہ بنایا گیا ہے؟ یہ تو بالکل لغو اور بے فائدہ کام ہے، صرف کھانے، پینے، سونے اور شہوت رانی کے لئے تو حیوانات بھی ہیں، انسان کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

آخرت کے منکرین حکمتِ خدا کو نہیں سمجھتے

جو لوگ قیامت و آخرت کے منکر ہیں وہ درحقیقت خداوند متعال کو حکمت کے ساتھ نہیں مانتے (استغفر اللہ) کیونکہ اس انکار کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ کارخانۂ عظیم لغو اور بے کار پیدا کیا گیا ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○

(سورہ مومنون ۲۳۔ آیت ۱۱۵)

لیکن یہ سمجھنا ان کی ذہنی اور فکری غلطی ہے، جہاں بھی اور جس چیز کو ہم دیکھتے ہیں وہ اپنے ساتھ ہزاروں ایسی حکمتیں اور مصلحتیں رکھتی ہے کہ انسان شاید ہی ان حکمتوں میں سے کچھ کو سمجھ سکے۔ عالم ایجاد کا معمولی اور کمزور ترین جزو بھی، بے مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں، چہ جائیکہ اجزاءِ قوی۔

ناخن بمنزلہ تکیہ

یہ بال اور ناخن بھی بے حکمت نہیں ہیں مثلاً ناخن کی جملہ حکمتوں میں سے یہ ہے کہ یہ عضو باوجود مختصر اور بے اہمیت ہونے کے انگلیوں کے لئے تکیہ کا کام دیتا ہے۔ جس وقت کہ انسان کسی چیز کو اٹھانا چاہتا ہے تو اپنی ناخنوں کی برکت ہے کہ انگلی پر جو فشار و دباؤ پڑتا ہے اسے وہ برداشت کر لیتی ہے ورنہ ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اگر کبھی ناخنوں کو جڑ سے کاٹ کر نکال دیں تو بعض چیزوں کے اٹھانے میں زحمت پیش آئے گی چہ جائیکہ ناخن سرے ہی سے نہ ہوتے۔

دوسرے یہ کہ انہیں ناخنوں سے بدن کھجلانے میں مدد لی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جسم کے زائد و کثیف مواد انہیں ناخنوں کے ذریعے خارج ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے حکم دیا گیا ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

کم سے کم ہفتے میں ایک بار (خصوصاً جمعہ کے روز) ناخنوں کو ضرور تراشا جائے۔

بالوں کے ذریعے جسم کے زائد مواد کا اخراج

ہمارے بدن کا ایک بال بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مفضل بن عمرو سے فرماتے ہیں: "بعض جاہل لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر بدن کے بعض حصوں پر بال نہ اگتے تو بہتر ہوتا۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ بدن کے وہ حصے فاضل رطوبتوں اور کثافتوں کے جمع ہونے کے مقامات ہیں۔ اگر زائد و کثیف مواد بالوں کی شکل میں خارج نہ ہوں تو انسان مریض ہو جائے"[1] اسی وجہ سے حکم دیا گیا ہے کہ جلد از جلد (زیادہ سے زیادہ دو ہفتے میں) انہیں دور کیا جائے۔

اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو اسے معلوم ہوگا کہ عالم وجود کے تمام اجزاء حکمت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

گبریلے کے بدن سے بنائی گئی گولی درد چشم کی دوا ثابت ہوئی

مشہور ہے کہ جالینوس حکیم نے جُعَل (گبریلا) کی خلقت پر محتقرانہ نگاہ ڈالی اور کہنے لگا کہ مجھے اس کیڑے کے اندر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ خدا نے آخر کیوں اسے پیدا کیا ہے؟ کچھ عرصہ کے بعد وہ شدید درد چشم میں مبتلا ہوا۔ باوجودیکہ وہ خود بہترین طبیبوں میں سے تھا اور اس بنا پر وہ جتنی دوائیں جانتا تھا انہیں استعمال کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ دوسرے طبیبوں نے بھی علاج کیا مگر سب بے سود رہا، یہاں تک کہ ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی میرے پاس ایک گولی ہے جو درد چشم کے لئے بہت مفید ہے۔ حکیم جالینوس نے اسے استعمال کیا تو اس کا درد ختم ہو گیا اور

[1] مزید تفصیل کیلئے کتاب "توحید مفضل" کی طرف رجوع کریں۔

آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ اس نے بڑھیا سے اس کے اجزائے ترکیبی کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک معجون کی گولی تھی جس کے اجزا میں سے ایک جزو گبریلے کا جسم بھی تھا۔

کیا عالم وجود حکمت سے خالی ہے؟

عالم وجود کے ذرات میں سے ایک ذرہ بھی بے حکمت نہیں ہے تو کیا خود عالم وجود بے حکمت و مصلحت ہو سکتا ہے؟ انسان کے اجزائے بدن میں سے کوئی جزو حتیٰ کہ ناخن اور بال بھی بغیر مصلحت خلق نہیں ہوئے تو کیا خود انسانی بدن بے مصلحت و غرض پیدا کیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں! تمام علماء جدید اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اس کارخانۂ آفرینش کی تمام حکمتوں اور علتوں کو معلوم نہیں کر سکے ہیں اور ان کے بعد بھی خدا ہی جانتا ہے کہ کیسے کیسے عجائبات کا انکشاف ہوگا، چنانچہ تیس، چالیس سال قبل یورپ میں لوگ یہ سوچتے تھے کہ جسم کے اندر آنتوں میں ایک زائدہ (معاء اعور) ہوتا ہے جو ایک زائد اور فضول چیز ہے (جسے اپنڈے سائٹیس کہتے ہیں) لہٰذا اسے جسم سے الگ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ اکثر صحیح و سالم افراد نے بھی جراح کے پاس جا کر آپریشن کے ذریعے اس زائدہ (فالتو آنت) کو نکلوا دیا۔ مگر کچھ ہی دنوں کے بعد انہیں غلطی کا احساس ہوا اور پھر اعلان کیا گیا کہ صحیح و تندرست انسان کو اس زائدہ کو نہیں نکلوانا چاہئے، کیونکہ انہوں نے معلوم کر لیا کہ یہ زائدہ آنتوں کے لئے خطرے کا بگل ہے۔ جس وقت آنتوں کا اندرونی حصہ بہت کثیف ہو جاتا ہے تو اسے بیماری کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس زائدہ میں درد ہونے لگتا ہے اور انسان کو اس خطرے سے آگاہ و ہوشیار کر دیتا ہے اور قبل اس کے کہ بیماری نازک و باریک مقامات تک پہنچے، انسان اس کے معالجے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے دوسرے فوائد بھی ہوں جن تک ابھی ہماری تحقیقات کا سلسلہ نہ پہنچا ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

انسان کا ایک دانت بھی بے حکمت نہیں

دہنِ انسانی میں ایک دانت بھی حکمت سے خالی نہیں۔ داڑھ کے پیسنے والے دانت جو کام انجام دیتے ہیں وہ نکیلے دانت انجام نہیں دے سکتے، جسمِ انسانی کی ۲۴۸ ہڈیوں میں سے کوئی ایک بھی بغیر مصلحت نہیں ہے یعنی اگر ان میں سے صرف ایک بھی نہ ہو تو بدن ناقص ہوگا، اسی طرح رگیں، اعصاب اور چربی وغیرہ تو کیا تمام بدنِ انسانی بے حکمت ہوگا؟

خلاقِ عالمین کو حکیم جانتے اور اس کارخانۂ قدرت میں چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی حکمت سے خالی نہ جاننے کے بعد ہمیں تدبّر اور غور و فکر سے کام لینا ہوگا تاکہ اس عالم کے خلق کرنے کی حکمت و غرض و غایت کو سمجھیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جمادات و نباتات و حیوانات کے وجود میں لانے سے کتنی منفعتیں ہیں جن سے انسان مستفید ہوتا ہے۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند — تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار — شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

یعنی بادل، ہوا، چاند اور سورج سب کام میں مشغول ہیں تاکہ (اے انسان) تو ایک روٹی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے۔ یہ سب کے سب تیرے لئے سرگشتہ و پریشان اور تیرے فرماں بردار ہیں۔ پھر یہ بات انصاف سے بہت بعید ہوگی کہ تو اپنے خالق و مالک کی فرمانبرداری نہ کرے۔

اگر دنیا میں محض خوشی ہی خوشی ہوتی تب بھی خلقت عبث ہی ہوتی

کیا خلقتِ انسان کی غرض بس یہی حیاتِ دنیاوی اور مادی زندگی ہے اور مرنے کے بعد کچھ نہیں، ایک دم سے نیست و نابود ہو جانا ہے؟ اگر بالفرض محال حیاتِ انسانی کا مقصد اس عالم میں اوّل سے آخر تک عیش و آرام، خورد و نوش اور شہوت رانی ہوتا اور انسان ساری

زندگی درد و تکلیف، رنج و غم سے آشنا نہ ہوتا، تو اس صورت میں بھی اس کی خلقت عبث و بے کار ہی ہوتی کیونکہ ایسی زندگی جتنی بھی خوبیوں اور خوشیوں کی حامل ہو، چونکہ فانی ہے اس لئے قابلِ اعتبار نہیں ہوگی اور یہ امر محال ہے کہ کارخانۂ خلقت اپنی اس وسعت و عظمت کے ساتھ فانی غرض و مقصد کے لئے ہو، جبکہ بشری مادی زندگی آغاز سے انجام تک مختلف مصائب و آلام، دردوں اور تکلیفوں سے بھری ہوتی ہے بقول آسودہ شاعر:

یک تنِ آسودہ در جہاں ندیدم — آن ہم آسودہ اش تخلص بود

یعنی میں نے دنیا میں ایک ہی شخص کو آسودہ دیکھا، مگر وہ بھی ایسا کہ آسودہ اس کا صرف تخلص ہی تھا۔ دوسرا شاعر کہتا ہے:

دلِ بے غم درین عالم نباشد — اگر باشد بنی آدم نباشد

یعنی بغیر رنج و غم آدمی اس دنیا میں نہیں ملے گا، اور اگر ملے گا تو وہ فرزندِ آدم نہ ہوگا۔

دنیا میں ہر گھونٹ، ہزاروں ڈنک کے بعد

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اگر موت کے بعد فنا ہو جائے اور اس کی حیات صرف مادی زندگی ہی تک محدود ہو جو قسم قسم کے درد و الم، جسمانی و روحانی مصائب و تکالیف، امراض اور فتنوں، تلف و غصبِ اموال، اولاد کی بیماری اور موت، دوستوں کی جدائی، اصل خلقت و ایجاد کی ساری تکلیفوں اور پریشانیوں سے مخلوط و مملو ہے تو یہ حیات بالکل عبث و لغو اور حکمت و کرم اور تمام صفات کمالیۂ الٰہی کے منافی ہوگی اور اس صورت میں اس عالم میں انسان کی خلقت اس تمثیل سے مشابہ ہوگی کہ کوئی سخی و کریم انسان کسی شخص کو ایسے گھر میں مہمان بلائے جو ہر قسم کے درندوں، موذی جانوروں مثلاً شیر ببر، چیتوں، بھیڑیوں، سانپوں، بچھوؤں اور زنبوروں وغیرہ سے بھرا ہوا ہو اور جب وہ مہمان آجائے تو اس کے سامنے اسی خوفناک گھر میں کھانا پیش کیا جائے اور پھر وہ جو لقمہ بھی اٹھائے اس کے ساتھ

Presented by www.ziaraat.com

کئی موذی جانور اس کے ہاتھوں اور زبان پر ڈنگ ماریں، یہی نہیں بلکہ چند جلاد بھی ننگی تلواریں لئے اس کے سر پر کھڑے ہوں اور اس پر حملہ کریں اور قبل اس کے کہ وہ شخص جہاں اپنی خواہش پوری کرے، اس کی گردن اڑا دیں (اس کے بعد الّا الّا خیر صلاً۔ پھر بتایئے کہ اس مہمانی کی غرض و غایت کیا ہوئی، کیا یہ ایک کارِ لغو و عبث نہیں ہوگا ؟)

ایسی لذّت کے لئے جو بے رنج و تکلیف ہوگی

مذکورہ بالا بیان کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کے لئے ایک دوسری حیات اس دنیا سے بہتر دوسرا عالم قطعاً و یقیناً درپیش ہوگا جس میں اس کی تمام سعادتیں اور خوش بختیاں ظاہر ہوں گی۔ یعنی چاہیئے، لازم اور ضروری ہے کہ وہ اس خوشی کو پا جائے جس کے ساتھ کوئی رنج نہ ہو اور ایسی راحت حاصل کرے جس کے ساتھ کوئی تکلیف نہ ہو اور ایسی مسرت و شادمانی اسے مل جائے جس کے بعد اسے کوئی حزن و ملال اور رنج و غم عارض نہ ہو اور ایسی لذّت اور مزے اسے نصیب ہوں جنہیں فنا و زوال نہ ہو۔

خرّم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
راحتِ جان طلبم از پے جانان بروم

بڑی خوشی کا وہ دن ہوگا جس دن میں اس سرائے فانی سے چلا جاؤں گا۔
راحتِ جان کی تلاش اور محبوب کی جستجو میں جاؤں گا۔

پس قطعی و عقلی دلیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ انسان کو خداوند متعال نے حیاتِ جاوداں اور دوامی سعادت و خوشی کے لئے خلق فرمایا ہے اور عارضی حیات میں تھوڑی مدّت کے لئے اسے روک لیا تاکہ آنے والی یقینی و قطعی حیاتِ جاوداں اور اس کی لازوال نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے تیاری کرے اور زادِ راہ مہیا کرے، اور علم و عمل کے دو بازوؤں کے ذریعے جنہیں

اس نے مہیا اور مضبوط کر لیا ہو، اس فانی دنیا سے ابدی عالم کی بلندیوں تک پہنچ جائے۔

قیامت قابلِ شک نہیں ہے

حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان اپنے ضمیر و وجدان اور عقل و فطرت کی طرف رجوع کرے اور غور و فکر کرے تو یہ سمجھنے میں اسے دیر نہیں لگے گی کہ ہر ممکن چیز کے لئے شک و تردید ممکن ہے مگر مبداء و معاد یعنی پروردگار عالم کے بارے میں اعتقاد اور بعد از مرگ حیاتِ ابدی اور عالم جزاء کا اعتقاد کہ ان دو مسئلوں میں کسی شک و تردّد کی گنجائش نہیں ہے : وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا (سورۂ حج ۲۲- آیت ۷)

البتہ چونکہ اکثر لوگ شہوات و خواہشاتِ نفسانی میں غرق رہنے اور مادّیات میں مشغول رہنے اور متصل گناہوں کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اپنی فطرت کو ضائع کر چکے ہیں، اس کے نتیجہ میں ریب و شک میں پڑ گئے ہیں۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ (سورۃ القیامت ۷۵- آیت ۵)
(مگر انسان تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے آگے بھی (ہمیشہ) برائی کرتا جائے)

پس عقل کے فیصلے سے یہ ثابت ہو گیا کہ افلاک و عوالم اور ہر فرد بشر کے جسم کی خلقت و آفرینش میں کوئی غرض و مصلحت پنہاں ہے جو اس دن معلوم ہوگی جس دن اس دنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔ اس بناء پر لازم ہے کہ اس دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم بھی ہو۔

خداوند متعال کے عدل کا لازمہ یہ ہے کہ روزِ جزا ہو

توحید باری تعالیٰ کی بحث میں صفاتِ پروردگار عالم بیان کرتے ہوئے ہم نے کہا ہے کہ خدا عادل ہے، ہر موجود اور ہر چیز کو تکویناً جن چیزوں کی ضرورت تھی قدرت نے بغیر اس کے کہ اس کو بیان کرے یا اظہار کرے اسے عنایت فرما دیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

ما عدم بودیم تقاضا ما نبود　　لطف حق ناگفتہ ما می شنود

(ہم پردۂ عدم میں تھے، ہم نے اپنے وجود کے لئے کوئی تقاضا نہیں کیا تھا، لیکن رب کریم کا لطف و کرم ہماری نہ کہی ہوئی بات بھی سنتا ہے)

خداوند متعال کے عدل کے مواقع و موارد میں سے ان نیکو کار افراد کو جزا دینا ہے جن کو ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ساری عمر عبادات و اطاعت میں اور خیر و صلاح میں گزاری اور اس دنیا میں انہیں ان زحمتوں اور ریاضتوں کا بدلہ جیسا چاہئے تھا نہیں ملا۔ اسی طرح ان بدکاروں کو سزا دینا بھی ہے جنہیں ہم دیکھتے ہیں کہ کیسے کیسے فسادوں اور تباہ کاریوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور کیسے کیسے ظلم و ستم کرتے ہیں۔ مگر اس کا بدلہ انہیں اس دنیا میں نہیں ملتا اور اسی طرح ظلم و ستم اور برائیاں کرتے ہوئے دنیا سے چلے جاتے ہیں بلکہ اکثر سرکش اور اہلِ فساد افراد نیکو کار و با صلاح افراد کے مقابلے میں اپنی زندگیاں عیش و آرام میں گزارتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ حضرتِ انسان آپس میں ایک دوسرے پر کیسے کیسے مظالم ڈھاتے ہیں۔ لوگوں کے مال کی لوٹ کھسوٹ، غصب، قتل و غارت گری، آبرو ریزیاں اور خونریزیاں کرتے ہیں اور چونکہ خدا عادل ہے لہٰذا یقیناً ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ ہر شخص کو اس کے عمل کی جزاء یا سزا ملے گی اور ہر شخص کا حق جو اس کے ذمے ہے حقدار کو دلایا جائے گا۔

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ (سورۂ مومن ۴۰۔ آیت ۱۷)

(آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا)

جس ظالم نے کسی پر ظلم کیا تھا، اس دن اس آگ میں ڈالے جائیں گے جس کی انہیں وعید کی گئی تھی۔

اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (سورۂ کہف ۱۸۔ آیت ۲۹)

(ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ (دہکا کے) تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی)

وہ بے چارہ مقتول جو بے گناہ قتل کر دیا گیا ہے وہ اپنے قاتل سے انتقام لے سکے۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۙ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۚ (سورۂ تکویر ۸۱۔ آیت ۸، ۹)

اور قدرت اس مظلوم و مقتول کو اجر دے تاکہ تلافی ہو اور نیز یہ کہ نیکو کاروں کو جزائے خیر اور ظالموں، بدکاروں اور تباہ کاروں کو سزا دے تاکہ اس کا عدل ظاہر ہو۔

سچے لوگوں نے قیامت کے متعلق خبر دی ہے

چونکہ تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ نے جو مخلوقاتِ عالم میں سب سے زیادہ سچے تھے اور جن کا قول ہم سب کے لئے حجّت و دلیل ہے (چنانچہ نبوت کی بحث میں تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کی جا چکی ہے) ان سب سچوں نے قیامت کے آنے کی خبر دی ہے اور دنیا کے ہر مذہب و ملّت کے دیندار افراد دوبارہ زندہ ہو کر مبعوث ہونے کے معتقد تھے۔ دراصل دیانت کی بنیاد ہی دو اصلوں پر ہے: "مبدء اور معاد"۔ اور قرآن مجید کی اکثر آیتوں میں جن میں خدا کے بارے میں اعتقاد کی بات کہی گئی ہے ان میں بلا فاصلہ روزِ جزا پر ایمان لانے کا بھی بیان موجود ہے:

یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (سورۂ آلِ عمران ۳۔ آیت ۱۱۴)

اور تمام مذاہب و ادیان ان دو اصلوں کے بارے میں متفق ہیں یعنی سب کے سب، مبدء اور معاد کے معتقد ہیں۔

مختصر یہ کہ ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں سچے مخبرین نے روزِ جزاء کے آنے کی خبر دی ہے (اپس بحکم تواتر) عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ اس امر کو حتمی طور پر قبول کرنا چاہئے کہ ایسا دن ضرور آئے گا۔

قیامت قائم ہونے کی بہترین دلیل اس کا "امکانِ وقوع" ہے

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ مسئلۂ معاد محالِ عقلی نہیں ہے اور جس وقت عقل اس کے متعلق غور و فکر کرتی ہے تو یہی فیصلہ کرتی ہے کہ قیامت ایک امر "ممکن"

Presented by www.ziaraat.com

کہ کہ جمیع مخبرین صادقین یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ و مرسلینؑ اور ان کے اوصیاءؑ نے خبر دی ہے جن میں سے ہر ایک کی تنہا تنہا ذات اور اس کی خبر ہی عقلِ سلیم کے قبول کر لینے کے لئے کافی ہے۔

بعض بے خبر افراد نے اس مسئلے میں یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: اعادۃ المعدوم مما امتنعا (معدوم چیز کا پلٹ کر آنا ناممکن ہے) یعنی یہ کیسے ممکن ہے کہ جو چیز نیست و نابود ہو چکی ہے وہ دوبارہ کچھ ہو جائے۔ لیکن اس امر پر کسی قسم کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ لے دے کے ان کے پاس ایک لفظ "ضرورت" ہے جس کا وہ سہارا لیتے اور کہتے ہیں کہ ہماری دلیل اس مسئلے (اعادۃ المعدوم مما امتنعا) کا ضروری بدیہی اور واضح ہونا ہے!! بالفرض اگر کوئی شخص کوئی معقول دلیل بھی پیش کر سکتا ہو تو کرے۔ ہمارا جواب پہلے ہی پیش کیا جا چکا ہے۔

قیامت میں اعادۂ معدوم نہیں ہے

اولاً ہم جناب خواجہ نصیر الدین محقق طوسی علیہ الرحمہ کا قول پیش کرتے ہیں۔ خواجہ ؒ فرماتے ہیں: "قیامت میں معدوم شے کا پلٹانا نہیں ہے بلکہ متفرق اجزا کا یکجا جمع کرنا ہے۔" آپ کے فرمان کی توضیح یہ ہے کہ بدن جو بہت سے اجزاء اور ذرّات کا مرکب تھا، وہ اجزاء ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئے اور بکھر گئے ہیں۔ جب قیامت آئے گی تو یہی متفرق و پراگندہ اور بکھرے ہوئے تمام ریزے قدرتِ پروردگار سے یکجا جمع ہو جائیں گے۔ پس معاد کے معنی پراگندہ اجزاء کا یکجا ہونا اور روح و جسد کا جدائی کے بعد ایک ساتھ ہونا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ معاد اعادۂ معدوم نہیں ہے جو ممتنع ہو گا یا نہیں۔ (اس کے علاوہ کہ خود یہ مسئلہ صحیح و تسلیم شدہ نہیں ہے)

سب سے قوی دلیل اس کے وقوع کا ممکن ہونا ہے

ثانیاً یہ کہ کسی شے کے وجود کے لئے اس کے مثل کے وقوع کا ممکن ہونا بہترین و بزرگ ترین دلیل ہے۔ ہر انسان اگر اپنے بدن کی حالتِ اولیہ پر غور و فکر کرے تو اسے یہ معلوم ہو گا کہ ابتدا میں بے شمار متفرق ذرّے جن میں کچھ خاک کا جزو تھے، کچھ آب و ہوا میں ملے ہوئے تھے۔ یہ سب قدرتِ قاہرۂ الٰہیہ سے یکجا جمع ہوئے اور مختلف شکلوں و صورتوں مثلاً غذائی اجناس و اشیاء، سبزیوں، دالوں اور بیجوں، پھلوں اور حیوانات کی شکلوں میں ظاہر ہوئے اور یہ سب شخص کے باپ کے حلق سے نیچے اتر کر اس کے معدہ میں وارد ہوئے اور دوسری مرتبہ باپ کے تمام اجزائے بدن میں متفرق ہو گئے۔ اس کے بعد ہیجانِ شہوت کے وقت ہضم شدہ غذا کا خلاصہ و جوہر جو متفرق ذرّات و رطوبات سے بنا تھا تمام اعضائے بدن سے کھنچ کر باپ کی صلب سے اوعیۂ منی کی راہ سے خارج ہوا اور رحمِ مادر میں مستقر ہو گیا (یہی وجہ ہے کہ جنابت کے بعد واجب ہے کہ تمام بدن کو غسل دیا جائے کیونکہ نطفہ کے ذرات تمام بدن سے کھنچتے ہیں)

خلاصہ یہ کہ ہر بدن ابتدا میں دو مرتبہ متفرق اجزاء کی شکل میں رہ چکا ہے جنہیں دستِ قدرت نے جمع کیا۔ اوّلاً خاک و آب و ہوا کے دل میں (اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ تُرَابٍ سورہ حج ۲۲۔ آیت ۵) پھر دوبارہ باپ کے جسم کے اجزاء میں متفرق رہا۔

تیسری بار بھی جمع فرمائے گا

اس دو مرتبہ کے تفرق و اجتماع کے دیکھنے اور جاننے کے بعد کیا قبر میں تیسری بار جسم کے بوسیدہ ہونے کے اور بدن کے ذرّات کے متفرق ہو جانے کے بعد ان ذرات کے تیسری بار جمع ہونے اور بدن بننے میں کوئی تعجب و استبعاد ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی فَلَوْلَا تَذَکَّرُوْنَ ۝ (سورۃ واقعہ ۵۶ آیت ۶۲)

تم کو دنیاوی اوّلی خلقت اور پہلی پیدائش کی کیفیت معلوم ہوگئی تو پھر کیوں نہیں یاد کرتے یعنی اے انسان! تو خاک تھا، ہمارے دستِ قدرت نے تجھے جمع کیا یعنی غذائی مادّہ کی شکل میں تو باپ کے بدن کا جزء بنا، پھر ہم نے باپ کے اطراف بدن میں متفرق ہونے کے بعد تجھے دوبارہ جمع کیا یعنی باپ کے نطفہ کی شکل میں خارج کر کے رحم مادر میں مستقر کیا۔ اس تفرقہ و اجتماع کو تو دنیا میں دیکھ چکا۔ اب اس کے بعد اس امر پر تعجب کیوں کرتا ہے کہ تیسری بار تیرے اجزاء کے اطراف عالم میں متفرق ہونے کے بعد ہم ان اجزا کو تیسری بار بھی جمع کر دیں گے؟

دنیا میں مردوں کا زندہ ہونا

اسی دنیا میں مر جانے کے بعد زندہ ہونے کے کتنے اتفاقات رونما ہوتے ہیں نباتی زندگی ہی کو دیکھیں۔ موسم بہار میں آپ دیکھتے ہیں کہ درخت مر جانے اور خشک ہو جانے کے بعد دوبارہ تازہ روح و جان پاتے ہیں۔ زمین جو مردہ ہو جاتی ہے، اس کے بعد نئی زندگی پاتی ہے۔

فَیُحْیِ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط (سورۃ الروم ۳۰۔ آیت ۲۴)

کئی بار ایسا اتفاق ہوا ہے کہ خود انسان مرنے کے بعد زندہ ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں مردوں کے زندہ ہونے، اسی طرح ائمہ طاہرینؑ کے ذریعہ احیائے موتیٰ کے اتفاقات اکثر پیش آ چکے ہیں۔ جن میں سے بعض واقعات اخبار و احادیث کی کتابوں میں مندرج ہیں۔ مُردوں کے زندہ ہونے کے دو واقعات ہم قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں۔

حضرت عُزیرؑ سَو سال تک مُردہ رہے

...عالم نے سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹ میں حضرت عزیرؑ کی داستان بیان فرمائی ہے:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ج قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ج فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ

ان آیات کا خلاصہ، شانِ نزول اور تفسیر یہ ہے کہ حضرت عزیرؑ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک اور پوری توریت کے حافظ تھے اور بیت المقدس میں یہودیوں کے معلم اور پیشوا تھے۔ ایک دفعہ اپنی سواری (حمار) پر سفر کر رہے تھے، تھوڑی سی روٹی اور انگور ساتھ میں رکھ لئے تھے۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے جس کے سب باشندے برسوں پہلے ہلاک ہو چکے تھے اور سوائے ان کی بوسیدہ ہڈیوں کے ان کا کوئی اور نشان باقی نہیں تھا۔

حضرت عزیرؑ نے حیرت و تعجب کے ساتھ ایک نگاہ ان بوسیدہ ہڈیوں پر ڈالی اور کہا:

اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ خدا ان بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہڈیوں کو کیونکر دوبارہ زندہ فرمائے گا؟ (حضرت عزیرؑ کا یہ استفہام صرف حیرت و استعجاب کے طور پر تھا نہ کہ معاذ اللہ آپ منکرِ قیامت و حشر نشر ہو گئے ہوں)

خداوند عالم نے اس غرض سے کہ حسّاً و عیاناً آپ کو سمجھا دے کہ قیامت تمہاری نظر میں تعجب خیز و حیرت انگیز ہو سکتی ہے لیکن خداوند متعال و قادرِ مطلق کے لئے کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ پس وہیں آپ پر موت طاری کر دی گئی اور اسی حالت میں آپ سَو سال تک وہیں پڑے رہے۔ آپ کے الاغ (حمار) کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئیں البتہ تعجب کی بات ہے کہ انگور اس قدر لطافت کے ساتھ تازہ رہ گیا اور اس کا رنگ تک نہ بدلا۔

ایک سَو سال کے بعد خدا نے حضرت عزیرؑ کو زندہ فرمایا۔ ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ان کے سامنے آیا اور ان سے پوچھا: "آپ کتنی دیر یہاں مقیم رہے؟" انہوں نے جواب دیا: "ایک روز یا اس سے بھی کم۔" فرشتے نے کہا: "نہیں، بلکہ آپ پورے سو سال سے یہاں ہیں۔ ذرا اپنے ساتھ کا کھانا ملاحظہ کیجئے کہ وہ ذرا بھی متغیر تک نہیں ہوا ہے۔ (لیکن ذرا) اپنے الاغ کو دیکھئے کہ اس کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ اب آپ ذرا غور

Presented by www.ziaraat.com

سے اپنے اُلاغ کو دیکھئے اور پھر خداوند متعال کی قدرت کاملہ کا منظر دیکھئے۔"

حضرت عزیرؑ نے دیکھا کہ الاغ کے جسم کے اجزاء و ذرات ایک مرتبہ حرکت میں آئے اور آپس میں چپک گئے۔ ہاتھ، پاؤں، سر، آنکھ اور کان وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ درست ہو گئے اور ایک مرتبہ الاغ اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا۔ پھر ارشادِ خداوندی ہوا، دیکھو ہم کس طرح اجسام کے اجزاء و ذرات کو یکجا کرنے کے بعد انہیں نئی زندگی عطا کرنے پر قادر ہیں۔ یہ سمجھ لو کہ تمہارا خدا ہر شے پر قادر ہے۔

حضرت عزیرؑ بیت المقدس کی طرف واپس گئے تو وہاں بھی دوسرا ہی منظر نظر آیا شہر کی صورت ہی بدل چکی تھی۔ جن لوگوں کو پہچانتے تھے ان میں کا کوئی بھی نظر نہ آیا، حیرت و استعجاب کے عالم میں اپنے گھر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے پوچھا گیا، "کون ہے ؟" جواب دیا۔ "عزیر!" لوگ گھر سے نکل آئے اور کہنے لگے۔ "آپ مذاق کرتے ہیں کیونکہ سو سال ہو گئے ہیں کہ عزیرؑ کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔ جو علامت ان میں تھی کیا تم میں بھی ہے ؟ (حضرت عزیرؑ مستجاب الدعوات تھے) ایک معظمہ آگے بڑھیں اور کہا کہ اگر تم عزیرؑ ہی ہو تو میں تمہاری خالہ ہوں اور نابینا ہو چکی ہوں خدا سے دعا کرو کہ مجھے دوبارہ بینائی عنایت فرمائے۔

حضرت عزیرؑ نے دعا کی اور آپ کی خالہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس کے بعد عزیرؑ نے اپنا سارا ماجرا بیان فرمایا اور اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عبرت قرار پائے۔

چار پرندے جنہیں خدا نے زندگی عطا فرمائی

دوسرا واقعہ جو قرآن مجید میں ہے وہ حضرت ابراہیمؑ سے متعلق ہے۔ آپ نے ایک مرتبہ بارگاہِ احدیت میں عرض کیا، "پروردگارا ! میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے ؟ تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔" حکم ہوا کہ چار پرندے پکڑ لو (چار قسم کے

کوا، مرغا، کبوتر اور مور) اور انہیں ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور پھر سب کو ملا دو اور پھر چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک ایک حصہ چار پہاڑوں پر رکھ دو۔ پھر ایک ایک کو پکارو وہ سب تیزی کے ساتھ تمہارے پاس آ جائیں گے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ ... الخ

(سورۃ البقرہ آیت ۲۶۰)

تفسیر میں وارد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ان پرندوں کے سروں کو اپنے ہاتھ میں رکھا تھا اور ان میں سے ایک ایک کو پکارتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک کے گوشت کے ریزے یکجا ہو کر بدن کی شکل اختیار کرتے گئے۔ جب سب کے بدن مکمل ہو گئے تو دیکھا کہ وہ سب اپنے اپنے سر کی طرف تیزی سے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے امتحان کرنا چاہا اور ایک کے سر کو دوسرے پرندے کے جسم سے جوڑا تو دیکھا کہ نہیں جڑتا بلکہ وہ بدن اپنے سر کی طرف جاتا ہے اور اس سے چپک جاتا ہے۔ المختصر بدن درست ہو گئے اور ہر پرندے کا بدن اپنے اپنے سر سے جڑ گیا اور چاروں پرندے زندہ ہو گئے۔

خداوند متعال ہر کام پر قدرت رکھتا ہے

ممکن ہے کچھ ذہنوں میں یہ بات گردش کرتی ہو کہ اجزاء و ذراتِ بدن نے کتنی کتنی شکلیں بدلیں اور وہ کتنے تغیرات سے دوچار ہوئے، اسے خدا ہی جانتا ہے، پھر کیسے ممکن ہے کہ یہ سب پھر مجتمع ہو جائیں ؟ یہ شبہ پروردگارِ عالم کے علم و قدرت کی طرف سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

بحثِ توحید میں جب ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ خداوند عالم احاط بکل شیء علما ہر شے پر احاطہ علمی رکھتا ہے اور ذراتِ وجود میں سے کوئی ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں

Presented by www.ziaraat.com

ہے اور دوسرے یہ کہ وہ ہر شے اور ہر کام پر قدرت رکھتا ہے، تو اب اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بدن بعد از مرگ ایک مدت تک رہ جانے سے بُو دار اور اس کے بعد پراگندہ ہو جاتا ہے اور چیونٹیوں اور دوسرے حشرات الارض کی غذا بن جاتا ہے۔ یا یہ کہ جانوروں کی غذا بننے سے محفوظ رہ بھی گیا تو بوسیدہ ہو کر خاک ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خاک ہوا کے ساتھ ادھر ادھر پھیل جاتی ہے۔ گیہوں، جو اور تمام سبزیوں اور بیجوں وغیرہ کا جزء بن جاتی ہے (یا عمارت وغیرہ میں استعمال ہو جاتی ہے)۔ بہر صورت رہتی اسی دنیا میں ہی ہے اور کسی بھی صورت میں علمِ خدا سے خارج نہیں ہوتی اور خدائے قادر و توانا ان ذراتِ خاکی کو وہ جہاں بھی ہوں جمع فرماتا ہے (بلکہ اس کے حکم سے وہ خود مجتمع ہو جاتے ہیں) جیسا کہ ہم نے ابھی اوپر بیان کیا کہ حکم خداوندی کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور ان کو اچھی طرح ملا دیا۔ پھر اس کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ چار پہاڑوں کے اوپر رکھ دیا۔ (الخ)، مختصر یہ کہ خداوندِ عالم تمام اجزاء و ذرات کا عالم ہے، چاہے وہ ہزاروں شکلیں بدل لیں۔ اسی طرح وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں دوبارہ یکجا کر دے اور انہیں ثواب یا عقاب کی منزل تک پہنچائے [1]

پروردگارِ عالم کی قدرت نمائی کے لئے اور اس امر کے اثبات کے لئے کہ وہ ہر کام پر قادر و توانا ہے چند مختصر شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔

آگ اور پانی ایک ساتھ

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝

---

[1] یہاں ممکن ہے "آکل و ماکول" (کھانے والا اور کھائی ہوئی چیز) کا شبہ جو زمانۂ قدیم سے پیدا کیا جاتا رہا ہے ذہنوں میں پیدا ہو۔ اس شبہ کے دفاع و جواب کے لئے کتاب "آیت اللہ دستغیب طاب ثراہ سے ۸۴ سوالات" کے پانچویں باب معاد کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

یعنی ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی خدا زندہ کرے گا جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کی، تو تم اس ہرے درخت سے آگ جلاتے ہو (سورۂ یٰسین آیت ۸۰)

درختِ مَرخ اور عفار دونوں ایسے درخت ہیں کہ اگر ان کی کوئی شاخ توڑی جائے تو وہ اتنی تر ہوتی ہے کہ اس سے پانی ٹپکتا ہے۔ ان میں سے ایک نر ہے اور دوسرا مادہ، اور دونوں کی یہی حالت ہے کہ توڑنے سے ان سے پانی ٹپکتا ہے لیکن اگر ایک کو دوسرے پر رگڑیں تو اس سے آگ نکلتی ہے۔ جزیرۃ العرب میں یہ دونوں درخت بہت اہم سمجھے جاتے ہیں۔ چونکہ زمانۂ سابق میں ماچس وغیرہ کا وجود نہیں تھا اس وجہ سے ان درختوں کی شاخوں سے استفادہ کرتے تھے۔ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ یہ دونوں الگ الگ رہیں تو ان سے پانی ٹپکے اور اگر آپس میں ٹکرا جائیں تو ان سے آگ پیدا ہو؟ ان دو متضاد امور کو قدرت نے ایک ہی چیز کے اندر کیسے رکھ دیا ہے؟ اگر تر ہے اور پانی دیتی ہے تو اس حالت میں (جب تک خشک نہ ہو جائے) اس سے آگ نہیں نکلنی چاہئے۔ حکماء تو کہتے ہیں کہ سوائے عناب کے درخت کے تمام درختوں میں آگ ہوتی ہے۔ تو کیا ایسا قادر و توانا خدا جسم کے پراگندہ ہونے اور پھر اکٹھا ہونے کے بعد اس میں دوبارہ روح کو پلٹا نہیں سکتا؟

بوسیدہ ہڈیاں کیونکر زندہ ہوں گی؟

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ ۝ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۨ ۝ (سورۂ یٰس ۳۶۔ آیات ۷۸-۷۹)

ابن ابی خلف خدمت حضرت خاتم الانبیاءؐ میں حاضر ہوا، اس حالت میں کہ ایک بہت پرانی اور بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لئے ہوئے اسے دبا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ چور چور ہو گئی، پھر اسے ہوا میں اڑا دیا اور بولا: ان ہڈیوں کو جو بوسیدہ ہو چکی ہیں کون زندہ کریگا؟

Presented by www.ziaraat.com

خداوند عالم مذکورہ بالا آیات میں اس کی اسی جاہلانہ گفتگو پر اسے سرزنش فرماتا ہے کہ ہمارے لئے مثل بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے (یعنی اے معترض تو ہیچ تھا، کچھ بھی نہ تھا، وہ تجھے ہیچ نبود سے بود و عالمِ وجود میں لایا) کہدو (اے پیغمبرؐ!) کہ انہیں وہی ذاتِ قادر زندہ کرے گی جس نے انہیں پہلی بار پیدا و خلق کیا اور وہ تو ہر مخلوق کا علم رکھتی ہے ۔ اے انسان! پہلے تو تُو بھی کچھ بھی نہ تھا اور اب تو کچھ ہے بھی (وہی بوسیدہ ہڈیاں یا ان کے ذرات) مومن کے بدن کے ذرات سونے کے مانند دوسرے ذرات سے امتیاز رکھتے ہیں جس وقت بارش ہوتی ہے تو وہ خاک کے ذرّات کو اڑا کر ایک طرف کنارے کر دیتی ہے اور سونے کے ذرّات چمکنے لگتے ہیں۔ یہاں اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہر شخص کے بدن کے ذرات جمع ہوں گے۔

علم الٰہی میں اشتباہ کی مجال نہیں

جیساکہ ہم حضرت ابراہیمؑ اور چار پرندوں کے بارے میں پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کوّا، مرغا، کبوتر اور مور کو آپ نے پکڑا اور انہیں ذبح کیا اور ان کے جسموں کو ریزہ ریزہ کر کے ایک دوسرے میں اس طرح ملا دیا کہ سب مکمل طور پر مخلوط ہو گئے کہ ایک دوسرے کے گوشت کی تمیز ناممکن ہو گئی۔ اس کے بعد ایک روایت کے مطابق اس کے سترہ (۱۷) حصّے کئے اور پہاڑ کے اوپر سترہ مقامات پر ایک ایک حصہ رکھ دیا۔ پھر کبوتر کے سر کو ہاتھ میں لیا اور اسے آواز دی تو پہاڑ پر کے ان تمام مقامات اور ہر گوشے سے کبوتر کے بدن کے تمام ریزے اڑ اڑ کر یکجا جمع ہوئے اور کبوتر کے سر سے چپک گئے۔ اس کے بعد مور کو آواز دی، اس کے جسم کے ریزے بھی ہر گوشے سے اڑ اڑ کر یکجا ہوئے اور مور کے سر سے ملحق ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے مرغے کے سر کو مور کے جسم کے سامنے کر دیا لیکن وہ اس سے ملحق نہیں ہوا، یعنی ان میں کا کوئی جسم دوسرے کے سر سے نہیں جڑتا تھا۔ غرضیکہ علمِ خداوند

متعال میں اشتباہ و خطا کی کوئی مجال نہیں ہے

افلاک کی خلقت انسان کی خلقت سے زیادہ اہم ہے

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ المومن ۴۰۔ آیت ۵۷)

(ترجمہ) سارے آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی بہ نسبت یقینی بڑا (کام) ہے، مگر اکثر لوگ (اتنا بھی) نہیں جانتے۔

آسمانوں اور زمین کو خلق کرنا اور ہر ایک کی گردش کے واسطے ایک معین نظام قرار دینا اور ان کے امورِ تربیت و نگہداشت وغیرہ انسان کو خلق کرنے سے زیادہ بزرگتر اور اہم تر ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس ذات نے ان افلاک کو خلق فرمایا کیا وہ انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتی، اور اس کے اعمال کا حساب نہیں لے سکتی؟

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ (سورہ یٰسین آیہ ۸۱)

بلیشک خدا اس پر قادر ہے، جونہی وہ چاہے گا اور ارادہ فرمائے گا کہ قیامت برپا ہو، وہ فوراً ہو جائے گی جس لمحے خدا ارادہ فرمائے گا، فوراً ہی سب زندہ ہو جائیں گے۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (سورہ یٰسین آیہ ۸۲)

(مزید تشریح و تفصیل کے لئے آیت اللہ شہید دستغیبؒ کی تفسیر سورہ یٰسین "قلب قرآن" کا مطالعہ فرمائیں)

ضرر پہنچنے کا احتمال بھی ہو تو اس ضرر کو دفع کرنا واجب ہے

اگر کسی مقام پر زبردست ضرر و نقصان اور خطرہ کا احتمال ہو تو عقل کا فیصلہ یہ ہے

Presented by www.ziaraat.com

کہ ایسی تدبیر بروئے کار لانی چاہئے کہ اس ضرر و خطرے سے محفوظ رہیں۔ مثلاً اگر کسی صحرا یا کسی راستے سے گزرنے میں یہ احتمال و امکان ہو کہ اس صحرا یا اس راستے میں کوئی حیوان درندہ ہوگا جو ہمیں چیر پھاڑ ڈالے گا یا چور ڈاکو ہوں گے جو ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیں گے یعنی ضرر پہنچنے کا احتمال اور خطرے کا امکان ہو تو اگرچہ یہ امر یقینی نہ ہو تب بھی عقل یہی فیصلہ کرے گی کہ اس صحرا یا اس راستے سے نہ گزرا جائے بلکہ ایسے راستے سے جایا جائے جدھر سے حفظ و امان کا یقین ہو۔ البتہ یہ ضرر بھی مختلف درجوں کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ کسی معمولی گڑھے میں گر جانے یا مثلاً کسی پتھر سے ٹھوکر کھانے کا احتمال ہو تو یہ ایسا ضرر ہے جس کی طرف آدمی کوئی خاص توجہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر کوئی درہ کود کر پار کرنا پڑ جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں جان جانے کا خطرہ ہے، تو پھر جہنم کی خلیج کو پار کرنا کتنا خطرناک فعل ہوگا؟ لہٰذا اس سے بچنے کی تدبیر کرنا لازم و ضروری ہے کیونکہ جب ضرر اہم ہو تو اس کا معمولی سا احتمال بھی اس کو دفع کرنے کی تدبیر کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسکے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے:

احتمال عقلائی توجہ و اعتنا کے قابل ہوتا ہے

اگر کوئی بچہ آپ سے یہ کہے کہ آپ کے کپڑے کے نیچے بچھو ہے اور اوپر کی طرف جا رہا ہے تو کیا آپ اس سے یہ کہیں گے کہ تم بچے ہو، تم نہیں سمجھتے، تمہاری بات کا اعتبار نہیں؟ نہیں! آپ ہرگز ایسا نہیں کہیں گے، کیونکہ اہم ضرر ہے۔ بچھو ہے نہ کہ تنکا۔ آپ فوراً لباس کو اتار کر اس بچھو کو تلاش کریں گے۔ حالانکہ آپ کو اس بات کا یقین نہیں تھا، بلکہ شاید گمان بھی پیدا نہ ہوا ہو، فقط احتمال تھا، لیکن عقل اس احتمال کو لائق اعتناء سمجھتی ہے۔

یا مثلاً آپ کا کہیں سفر کرنے کا ارادہ ہے۔ کسی نے کہہ دیا کہ راستے میں کہیں پانی نہیں ملے گا، تو احتیاط و عقل کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھ پانی سے بھرا ہوا ظرف رکھیں۔ اب اگر راستے میں کہیں پانی مل گیا تو آپ اپنے ساتھ والے پانی کو گرا دیں گے اور وہ تازہ پانی

استعمال کریں گے۔ بس یہی آپ کا کوئی نقصان بھی نہیں ہوا اور پیاسا رہنے سے بہر حال محفوظ رہے لیکن اگر یہ سوچ کر کہ یہ خبر تو محتمل ہی ہے یقینی تو ہے نہیں اور اس بنا پر اپنے ساتھ پانی کا ظرف نہیں لیا اور راستے میں واقعی پانی کا قحط ظاہر ہوا تو پیاسا مرنا پڑے گا اور سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ نے قوموں کو خبردار کیا

اس عقلی قاعدے کو جان لینے کے بعد اب ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ و مرسلینؑ دنیا میں تشریف لائے اور سب نے یک زبان ہو کر بشر کو خطرے سے آگاہ و متنبہ کیا کہ:

"اے لوگو! تمہارے تمام اقوال و افعال اور عقائد و اعمال باقاعدہ ضبطِ تحریر میں آتے ہیں۔ خدا کی طرف سے دو فرشتے ہر شخص پر معین ہیں۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو، خیر ہو یا شر، وہ دونوں اسے لکھ لیتے ہیں:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (سورۃ قٓ ۵۰ آیت ۱۸)

بالفرض اگر تمہیں قیامت اور روزِ جزاء کا یقین و گمان نہ ہو تب بھی اگر تمہارے پاس عقل ہے تو وہ تمہیں حکم دے گی کہ احتیاط سے کام لو، اگرچہ تمہیں یقین و گمان نہ بھی ہو مگر کم از کم اس کا احتمال تو دیتے ہو کہ قیامت اور روزِ جزا آنا ممکن ہے لہٰذا یہی سوچ کر کسی پر ظلم نہ کرو، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو، کسی کی آبرو ریزی نہ کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے معروضات کے ضمن میں کچھ موعظہ و نصیحت کا فرض ادا ہو جائے اور اپنے مقصد کی تائید میں اور معاد پر عقلی دلیل بھی پیش نظر ہوتی جائے۔ یعنی معاد پر اعتقاد رکھنا احتیاطِ عقلی کا تقاضا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام جعفر صادقؑ کی منکرِ معاد زندیق سے فرمائش و فہمائش

اصولِ کافی کتاب التوحید کی دوسری حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی فرمائشات کے ضمن میں ابن ابی العوجاء سے فرمایا کہ :

" اگر حقیقت وہی ہے جس کے قائل دیندار لوگ ہیں اور بلا تردید حقیقت ہے بھی وہی جس کے قائل دیندار لوگ ہیں لہٰذا وہ قطعاً نجات پا جائیں گے اور تم لوگ ہلاک ہو گے۔ اور اگر حق یہ ہے جو تم کہتے ہو، حالانکہ یہ امر مسلّم ہے کہ ایسا نہیں ہے، اس صورت میں تم اور وہ دونوں برابر رہو گے "۔

ابن ابی العوجاء نے کہا : " کیا ہمارا اور ان کا قول ایک نہیں ہے ؟ " حضرتؑ نے فرمایا :
" کیوں کر ایک ہو سکتا ہے جبکہ وہ (دیندار لوگ) اس کے معتقد ہیں کہ قیامت آئے گی اور ثواب و عقاب ہو گا اور وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ آسمان اپنے رہنے والوں سے معمور ہیں اور تمام آسمانوں اور زمین کا ایک خالق و پروردگار ہے۔ اور تم یہ کہتے ہو کہ آسمان ویران ہیں اور کوئی خدا نہیں ..... (حدیث کے آخر تک) "

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس حدیث میں حضرتؑ نے صانع عالم کا وجود ثابت کرنے کے لئے دلیل احتیاط سے استدلال فرمایا ہے۔ یہ ہمارا کم سے کم استدلال ہے ورنہ روزِ جزا کا تو یقین پیدا کرنا چاہئے۔ تردّد یا شک حتیٰ کہ اس سلسلے میں گمان بھی کافی نہیں ہے۔

قیامت عظیم ہے

ہم قیامت کے بارے میں خبر سنتے ہیں اور اسے ایک معمولی بات سمجھے ہوئے ہیں، حالانکہ یہ عالمِ دنیا جو ہماری نظروں میں بہت بڑی اور اہم چیز ہے اسے پروردگار عالم نے قرآن کریم میں محض لہو و لعب اور کھیل قرار دیا ہے :

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (سورۃ محمدؐ ۴۷ - آیت ۳۶)

لیکن قیامت جسے ہم معمولی چیز سمجھتے ہیں خدا نے اسے " خبر عظیم " سے تعبیر فرمایا ہے :

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ (سورۃ النباء ۷۸ - آیت ۱)

بیشک قیامت بہت عظیم ہے، وہ ایسا دن ہو گا کہ تمام اوّلین و آخرین کی انسانی مخلوق مجتمع ہو گی، ایسی عظیم جمعیت کہ سب کے سب اپنے اعمال کے نتیجے کے بارے میں حیران و پریشان ہوں گے۔ سب نالہ و فریاد کرتے ہوں گے سوائے معدودے چند افراد کے جن کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔

عمرو قیامت کے ہول سے خوفزدہ ہو گیا

عمرو بن معدیکرب جو شجاعانِ عرب میں سے ایک نامور بہادر تھا اور تاریخ اسلام میں لوگ بہت سی فتوحات کی نسبت اس کی طرف دیتے ہیں۔ اس زمانے میں جبکہ وہ مشرک تھا، سرورِ کائناتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا : " اگر تو ایمان لائے گا تو فزعِ اکبر (یعنی خوفِ قیامت جو سب سے بڑا خوف ہو گا) سے امان میں رہے گا "۔

اس نے کہا : " یا محمدؐ ! فزعِ اکبر کیا ہے ؟ میں تنا قوی دل ہوں کہ مجھے کوئی ہول خوفزدہ نہیں کر سکتا۔ " آنحضرتؐ نے فرمایا :

" اے عمرو ! ایسا نہیں ہے، جیسا تو نے گمان کیا ہے اور سمجھ رکھا ہے۔ ایک بے حد ہولناک آواز پیدا ہو گی۔ ایسی خوفناک اور تیز آواز، جس کے اثر سے جتنے مُردے ہیں سب زندہ ہو جائیں گے اور جتنے زندہ ہیں سب مر جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنہیں خدا نہ چاہے کہ وہ مریں۔ پھر ایک گرجدار آواز پیدا ہو گی جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے اور صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ آسمان پھٹ پڑے گا۔ سارے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پراگندہ ہو جائیں گے۔ پس کوئی ذی روح نہ ہو گا مگر یہ کہ اس کا دل (خوف سے) دھڑک رہا ہو گا، اپنے گناہوں کو یاد کرے گا اور سب کو صرف اپنی اپنی فکر ہو گی، سوائے ان افراد کے جنہیں خدا چاہے گا [illegible]

Presented by www.ziaraat.com

حیران و پریشان نہ ہوں اور انہیں صرف اپنی فکر نہ ہو) ۔ اے عمرو! تمہارا خیال کہاں ہے ؟"

خلاصہ یہ کہ آنحضرتؐ نے قیامت کے خوفناک حالات اس طرح بیان فرمائے کہ عمرو کا سارا جسم کانپ اٹھا اور عرض کرنے لگا: " ایسے ہولناک دن کے لئے کیا تدبیر کروں ؟ جو درپیش ہونے والا ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا: " کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۔"

پس عمرو اسی مجلس میں مع اپنی قوم کے مسلمان ہوا۔

کافر کے پاؤں کے نیچے آتشیں زمین

اس دن آدمی جدھر بھی نظر اٹھائے گا ادھر اسے اسبابِ وحشت دکھائی دیں گے۔ زمین کی حالت بالکل بدل جائے گی اور علاوہ ان امور کے جن کا تذکرہ ہم نے کیا، قیامت کی زمین بھی سمجھدار اور بافہم و شعور ہو جائے اور زندہ ہوگی، چنانچہ مومن کے پاؤں کے نیچے ساکن ، سفید اور سمجھدار ہوگی لیکن وہی زمین کافر کے پاؤں کے نیچے شعلہ ور آگ کا ایک ٹکڑا ہوگی۔ وہاں کوئی درخت، پہاڑ یا کسی قسم کا کوئی پردہ نہیں دکھائی دے گا سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ سب بشری ہوں گے مگر ان کی شکلیں بدلی ہوئی ہوں گی۔ دنیا میں سب یکساں ہیں یہ ان کی شکلیں ایک طرح کی ہیں لیکن قیامت کے دن ہر ایک کے عقائد و اعمال کے لحاظ سے ان کی شکلیں مختلف ہوں گی۔

میدانِ محشر میں مختلف شکلیں

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا (سورۃ النبا ۷۸ ۔ آیت ۱۸)

(ترجمہ) جس دن صور پھونکا جائے گا اور تم لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوگے۔

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ معاذؓ نے مذکورہ بالا آیت کے معنی جناب رسولِ اکرمؐ سے دریافت کئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

" اے معاذ! تم نے ایک بڑی اہم بات دریافت کی۔" پھر حضورؐ کی چشمانِ مبارک اشک آلود ہو گئیں۔ پھر فرمایا:

" قیامت کے روز میری امت دس قسموں پر منقسم ہوگی۔ خداوندِ عالم ان دسوں قسموں کو مسلمانوں کے زمرے سے قطعاً علیحدہ کر دے گا۔ ان کی شکلوں صورتوں کو تبدیل کر دے گا کچھ بندروں کی شکل میں ہوں گے، کچھ سوّر کی شکل میں، کچھ کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے، کچھ اندھے، کچھ بہرے اور گونگے ہوں گے۔ ایک گروہ میدانِ محشر میں اس حالت میں آئے گا کہ اپنی زبانوں کو چبا رہا ہوگا، ان کے منہ سے گندگی بہتی ہوگی جس کی بدبو سے اہلِ محشر پریشان ہوں گے۔ ایک گروہ الٹا (پاؤں اوپر اور سر نیچے) واردِ میدانِ محشر ہوگا اور اسی حالت میں اس گروہ کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ ایک گروہ آگ کی شاخوں میں لٹکا ہوا ہوگا۔ ایک گروہ ایسا ہوگا کہ جس کی بدبو مردار سے بھی بدتر ہوگی۔ ایک جماعت قطران کے جبّے پہنے ہوئے ہوگی جو ان کی جلدوں پر چپکے ہوئے ہوں گے۔"

لوگوں نے پوچھا: " یا رسول اللہؐ! یہ کون لوگ ہوں گے۔؟ "

چغل خوروں، سود خوروں اور حرام خوروں کا حشر

آنحضرتؐ نے فرمایا: " وہ لوگ جو بندروں کی شکل میں محشور ہوں وہ تمام (چغل خور یعنی وہ لوگ جو دو آدمیوں کے درمیان رخنہ اندازی کرتے ہیں اور دونوں کی باتیں ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے لڑا دیتے ہیں۔

وہ گروہ جو خنزیر کی شکل میں محشور ہوگا وہ حرام کھانے والے لوگ ہیں جو مثلاً تجارت میں کم فروشی کرتے ہیں (یعنی جتنا پورا ہونا چاہیئے اس سے کم ناپتے اور تولتے ہیں) معاملہ میں غش (دھوکا) اور ملاوٹ کرتے ہیں، لوگوں کا مال غصباً اور سلباً کھاتے ہیں۔

لوگ جو سر کے بل محشور ہوں گے وہ ہیں جو سود کھاتے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

وہ لوگ جو اپنی زبانوں کو چبائیں گے اور ان کے منہ سے گندگی بہ رہی ہوگی وہ بے عمل علماء ہوں گے۔ ہر وہ عالم جس کا کردار اس کی گفتار کے خلاف ہوگا، وعظ و نصیحت تو خوب کرتا ہو مگر عمل میں کورا ہو، دوسرے لوگ اس کی باتوں اور نصیحتوں سے فائدہ حاصل کرتے ہوں مگر خود وہ بدبخت و بے عمل ہو۔ ایسے علماء اپنی زبانوں کو چبائیں گے اور کفِ حسرت و افسوس ملیں گے مگر اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

ہمسایہ کو ستانے والے، ظالم حاکم اور خود پسند (مغرور، گھمنڈی)

وہ لوگ جو ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے وارِدِ محشر ہوں گے وہ ہمسائے (پڑوسی) کو اذیت دینے والے اور ستانے والے ہیں۔

جو لوگ اندھے وارِدِ میدانِ محشر ہوں گے وہ ظالم و جابر حکمران ہیں جو ناحق فیصلے کرتے ہیں

وہ لوگ جو گونگے اور بہرے محشور ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو خود پسند اور گھمنڈی ہیں (یعنی اپنے کو سب سے بہتر اور افضل سمجھنے والے)

وہ گروہ جو آگ کی شاخوں میں لٹکا ہوا ہوگا، وہ لوگ ہیں جو دنیا میں سلاطین و حکام سے لوگوں کی شکائتیں کرتے ہیں اور لوگوں کی تکلیف و زحمت میں مبتلا ہونے کا سبب بنتے ہیں اور ان کی ایذا رسانی کے اسباب مہیا کرتے ہیں۔

وہ گروہ جو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگا، وہ لوگ ہیں جو حرام طریقے سے شہوتوں اور لذتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور ان کے مال میں جو خداوندی واجب حق ہے نہیں دیتے۔

وہ گروہ جو آتشیں جُبّے پہنے ہوئے ہوگا وہ فخر و تکبر کرنے والے لوگ ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کی دونوں آنکھوں میں آتشیں سلاخیں ہوں گی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بھرپور نگاہیں محرمات اور نامحرموں پر ڈالتے ہیں۔

میدانِ محشر میں گنہگار لوگ اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے

جناب محدث فیض کتاب عین الیقین میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:۔

"جس وقت شرابخوار میدان حشر میں وارد ہوگا تو اس کی گردن میں شراب کی بوتل لٹکی ہوگی اور شراب کا پیالہ اس کے ہاتھوں سے چپکا ہوا ہوگا۔ اس کے جسم سے بدبو اٹھ رہی ہوگی جو ہر مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی۔ تمام اہل محشر اسے پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں شرابخوار تھا اور جو شخص اس کے پاس سے گزرے گا اس پر لعنت کرتا جائے گا۔

وہ لوگ جو گانے بجانے والے ہیں، ان کے ہاتھوں میں ستار و طنبورہ وغیرہ چپکے ہوئے ہوں گے۔ اور ان کے سروں سے یہ آلاتِ غنا ٹکراتے رہیں گے۔

اس روز ہر شخص کے قیافہ اور علامت سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس قسم کا گنہگار تھا۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ○ (سورہ رحمن آیہ ۴۱)

کس طرح اپنی اپنی بدشکلوں میں چلیں پھریں گے

اسی کتاب میں یہ بھی منقول ہے کہ "یحشر الناس علی صورة حسن عندها القردة والخنازیر" یعنی کچھ لوگ ایسی شکلوں صورتوں میں محشور ہوں گے جن کے مقابلے میں بندروں اور خنزیروں کی شکلیں حسین ہوں گی۔

جناب رسولخداؐ سے مروی ہے، حضرتؐ نے فرمایا:

یحشر الناس یوم القیامة ثلثة اصناف رکبانا و مشاة و علی وجوههم فقیل یارسول الله ؐ و کیف یمشون علی وجوههم قال ثم الذی امشاهم علی اقدامهم قادر علی ان یمشیهم علی وجوههم۔

لوگ قیامت کے روز تین طرح سے محشور ہوں گے، بعض سوار، بعض پیادہ اور بعض

Presented by www.ziaraat.com

اپنے چہروں کے بَل۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ اپنے چہروں کے بل کیونکر چلیں گے؟ حضرت نے فرمایا۔ وہی خدا جس نے دنیا میں ان کے ہاتھ پاؤں کے ذریعے چلایا تھا، وہ اس پر بھی قادر ہے کہ انہیں چہروں یا سروں کے بَل چلائے۔

دل، گلے میں پھنس جائیں گے

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ

(ترجمہ) (اے رسولؐ) انہیں روزِ قیامت سے ڈرائیے جو بہت عظیم ہے اور قریب ہے اور اس دن لوگوں کے دل ان کے گلے کے نزدیک (ڈر کے مارے) آ جائیں گے۔ (سورہ مومن ۴۰۔ آیت ۱۸)

چونکہ اس دن کے ہول و خوف و ہراس سے دل اپنی جگہ سے اچھل پڑیں گے اور گلوں میں آ کر پھنس جائیں گے۔ نہ تو اپنی جگہوں پر واپس جائیں گے تاکہ راحت ملے اور نہ باہر نکل پڑیں گے تاکہ زندگی سے چھٹکارا حاصل ہو۔ اس دن لوگوں کے دل رنج و غم سے بھرے ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ وہ دن اس قدر خوفناک ہو گا کہ دل اپنی جگہ چھوڑ دے گا اور گلے میں پھنس کر سانس کا راستہ روک دے گا۔ یہ قرآنی نص ہے۔ خداوند عالم نے بار بار ایسے دن کے ہول و خوف کی، خبر دی ہے کہ اس دن بھائی بھائی سے بھاگے گا اور منہ چھپائے گا۔ انسان اپنے ماں باپ سے گریز کرے گا، اپنے اہل و عیال اور بیوی بچوں سے بھاگے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ؕ

(سورۃ عبس ۸۰۔ آیات ۳۴ تا ۳۶)

اس آیۂ شریفہ میں خداوند عالم نے اس دن آدمی کی وحشت زدگی اور خوف و ہراس کی حالت بیان فرمائی ہے کہ ہول و خوف کی شدت کی وجہ سے قوی ترین انسانی تعلقات یعنی بیوی بچے، ماں باپ اور بہن بھائی کے تعلقات بھی اس دن ٹوٹ جائیں گے اور ہر شخص خود اپنے اعمال کے نتیجے میں نفسا نفسی کے عالم میں اور اپنی اپنی فکر میں اس طرح مشغول و گرفتار ہو گا کہ دوسروں کی طرف

متوجہ ہونے کی اسے فرصت ہی نہیں ہو گی، یہی وجہ ہے کہ سب گریز کرے گا۔ نیز گریز کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کر دیں۔ سانسیں گلے میں آ کر پھنس جائیں گی اور اتنی بڑی اس جماعت کی کوئی آواز سوائے بھنبھناہٹ کے سنائی نہیں دے گی۔

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۰۸)

ترجمہ: اور آوازیں اس دن خدا کے سامنے (اس طرح) گھگھیا جائیں گی کہ بھنبھناہٹ کے سوا کچھ نہ سنائی دیگا۔

وہ خوش قسمت لوگ جو قیامت کے خوف سے امان میں ہوں گے

چند گروہ ایسے بھی ہوں گے جن کے بارے میں جناب رسولِ خداؐ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس ہولِ عظیم سے امان میں ہوں گے۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے حالتِ اسلام میں بال سفید کئے ہوں، ان کی توقیر و تعظیم کرنا فزعِ اکبر سے امان کا باعث ہو گا۔ اگر وہ لوگ ضعیف ماں باپ ہوں، تو ان کا احترام و اکرام مزید اس کا باعث ہو گا۔ دوسرے مصیبت میں گرفتار لوگوں کی فریاد رسی کرنے والا، کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ روزِ قیامت اس کی فریاد رسی فرمائے گا جس طرح اس نے دنیا میں کسی مظلوم کی فریاد رسی کی تھی مثلاً کسی گرے ہوئے شخص کو اٹھایا تھا یا کسی رنجیدہ غم زدہ کے ہم و غم کو دور کرنے کے لئے کوئی چارہ و تدبیر عمل میں لایا وغیرہ۔ (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

مسجد، قیامت میں سفینۂ نجات ہو گی

وہ مسجد بھی جس سے انسان علاقہ مند رہا ہو اور اس میں برابر آمد و رفت رکھتا اور نمازیں بجا لاتا رہا ہو، اس مسجد کو بروزِ قیامت کجاوہ کی شکل میں اس شخص کی قبر پر لائیں گے اور اس شخص کو اس پر سوار کریں گے اور اسے بہشت میں لے جا کر اتار دیں گے۔

روایت میں وارد ہے کہ مومن پوچھے گا "پلِ صراط کہاں ہے؟" (فرشتے) جواب دیں گے کہ "تیری سواری کے نیچے سے گزر گیا" وہ پوچھے گا "یہ سواری کیسی ہے؟" جواب ملے گا "یہاں مسجدوں

Presented by www.ziaraat.com

کی بدلی ہوئی شکل ہے، جن سے تو دنیا میں دلچسپی رکھتا تھا اور ان میں نماز پڑھتا تھا)

بلاشبہ مسجد خانۂ خدا ہے، اس کی قدردانی کرنی چاہئے اور اس کے اکرام و احترام میں ہرگز کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

مکہّ معظمہ میں یا اس کے راستے میں مرنا

ان لوگوں میں سے جو خوف و ہولِ قیامت سے محفوظ و مامون رہیں گے، وہ لوگ بھی ہیں جو مکہّ معظمہ یا مدینہ منورہ میں وفات پائیں یا وہاں دفن کئے جائیں، اسی طرح وہ اشخاص بھی جو مکہّ معظمہ جاتے ہوئے یا وہاں سے واپسی پر راستے میں وفات پا جائیں۔

دوسرے وہ لوگ جو قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہیں گے وہ اشخاص ہیں جو اپنے نفس کو دشمن رکھتے تھے، نہ کہ لوگوں کو۔ بظاہر جملۂ حدیث: "من مقت نفسه دون الناس" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاشرت اور زندگی گزارنے میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے امید و توقع کے خلاف کوئی ایسا امر دیکھے جو اس کی نظر میں برا ہو تو بجائے اس شخص کو اپنا دشمن سمجھنے کے خود اپنے ہی نفس کو دشمن سمجھے، اپنے ہی کو عتاب و سرزنش کرے کہ اس شخص سے ایسی توقع کیوں رکھی تھی، اور کیوں اپنے ہی غلطی و واقعی عیوب کا مشاہدہ نہیں کرتا؟ اور دوسرے کے جزئی عیب کو جو صحت پر محمول ہونے کے قابل ہے، دیکھتا ہے؟

ہمہ عیب خلق دیدن نہ مروت است و مردی۔ نظرے بخویشتن کن کہ ہمہ گناہ داری

صرف خلقِ خدا ہی کے سارے عیوب پر نظر رکھنا مروت و مردانگی نہیں ہے۔ کبھی گریبان میں منہ ڈال کر اپنے کو بھی دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تم خود سرتاپا گناہ ہو۔

غضب اور شہوت کی حالت میں بردباری

تیسرے وہ افراد جنہیں مامون و محفوظ رہنے کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ لوگ ہیں جو غضب

کی حالت میں باوجود اس کے کہ اظہارِ غضب کر سکتے ہوں اور اس کے نتیجے میں کوئی نازیبا حرکت کر سکتے ہوں لیکن خدا کو یاد کر کے اپنے کو نازیبا حرکت سے روک لیں، غصے کو پی جائیں اور بردباری اختیار کر لیں۔

ہولِ قیامت سے امان میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جو خواہشات نفسانی اور گناہ کے موقع پر آبرو جانے یا مال تلف ہونے کے خوف سے نہیں بلکہ محض خوفِ خدا کے پیشِ نظر اس گناہ سے باز آ جائیں۔

بعض اموات کے متعلق اللہ کی مہربانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی مومن اپنا ہاتھ اس کی قبر پر رکھے اور سات مرتبہ سورۃ قدر پڑھے تو وہ میت بھی قیامت کے خوف و ہول سے امان میں رہتی ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی محبت و ولایت امنِ حقیقی کی ضمانت ہے

فزعِ اکبر سے امان میں رہنے کا موجبِ مطلق اور سببِ حقیقی جس کے رکھنے والوں کو کسی قسم کا کوئی خوف و ہراس نہیں ہوگا، ولایت و محبتِ علی ابن ابیطالبؑ ہے۔ قرآن میں "حسنیٰ" (یعنی سب سے بڑی نیکی) جس کے مقابلے میں بلکہ جس سے بہتر اور برتر کوئی حسنہ نہیں ہے وہ علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت و محبت ہے۔ یہ جس کے دل میں بھی ہوگی وہ روزِ قیامت کے ہول سے دور رہے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ

(سورۃ الانبیا ۲۱ - آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے پہلے ہی سے سب سے بڑی نیکی ہوگی

Presented by www.ziaraat.com

وہ جہنم سے دور ہی رہیں گے کہ یہ لوگ اس کی بھنک بھی نہیں سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من پسند نعمتوں میں رہیں گے، ان کو قیامت کا بڑا خوف بھی دہشت زدہ و ہراساں نہیں کرے گا۔

جناب رسولخداؐ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: "یا علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ فزع اکبر سے امان میں ہوں گے اور یہ (مذکورہ) تمہارے ہی بارے میں ہے۔

حسنۂ مطلق ولایت علیؑ ابن ابیطالبؑ ہے

اسی طرح "حسنہ" جو حسنۂ مطلقہ ہے، علیؑ و آل علیؑ کی ولایت و محبت ہے، اور قرآن مجید میں وعدہ کیا گیا ہے کہ جو شخص حسنہ کے ساتھ آئے گا اس کو بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس روز کے ہول و خوف سے امان میں ہوگا۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ (سورۃ نمل ۲۷۔ آیت ۸۹)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کے لئے اس کی جزا کہیں اس سے بہتر ہے اور یہ لوگ اس دن خوف وخطر سے محفوظ رہیں گے۔

تفاسیر عامہ جیسے تفسیر کشاف زمخشری اور تفسیر کبیر فخر رازی، تفسیر ثعلبی اور تفسیر روح البیان وغیرہ میں پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جو شخص آل محمدؐ کی دوستی و محبت کے ساتھ مرے گا وہ توبہ کیا ہوا، دنیا سے پاک جائے گا، قبر سے جب مبعوث ہوگا تو خوش دلی کے ساتھ وارد محشر ہوگا۔ نہ تو اسے قیامت کا ہول و خوف ہوگا، نہ کسی قسم کی پریشانی ہوگی۔ اس کے واسطے بہشت آراستہ کی جائے گی جس طرح دلہن کے لئے حجلۂ عروسی سجایا جاتا ہے........ (آخر روایت تک جو مفصل ہے اور) میرا مقصد روایت کا یہی حصہ پیش کرنا تھا کہ دوستان علیؑ ہول قیامت سے امان میں ہوں گے۔

حفظ ماتقدم یا آئندہ کے لئے مکمل تیاری

یاد دہانی کا مقصد یاد دلانا ہے، اور غرض یہ ہے کہ ان آیات مقدسہ کی برکت سے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور اس کے نتیجہ میں مستقبل میں پیش آنے والے حالات کے لئے اپنے کو آمادہ و تیار کرنے اور تیار رہنے کا شوق پیدا ہو۔ عاقبت کے یہ تمام خوف و ہول جن کی کیفیت آپ نے پڑھی ان سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیجئے۔ مثلاً یہی تین چار موضوع جو قیامت کے ہول و ہراس سے بچنے کی تدبیر و چارے کے طور پر بیان ہوئے، انہیں کو بروئے کار لانے کی فکر و کوشش کریں۔

مستقبل کی درستی، بہتری و خوشحالی کے عنوان سے حرص و آز میں گرفتاری

سب ہی لوگ یہ کہتے ہیں کہ عاقبت کی فکر کرنی چاہئے اور اس کے لئے آمادہ رہنا چاہئے یہ بالکل صحیح و درست ہے اور عاقلانہ بات ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کی تطبیق غلط طریقے سے کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ کیا عاقبت کے لئے تیاری اور اس کے خطرات سے محفوظ رہنے کا طریقہ بنک میں رقم پس انداز کرنا ہے؟ کیا پچاس سال کی عمر (وہ بھی یقینی نہیں بلکہ امکانی و احتمالی) اسی لائق ہے کہ انسان اپنی عمر عزیز اور اپنے قیمتی وقت کو محض مال جمع کرنے میں تلف کرے اور پھر اسے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائے؟ یہ محض جہالت و نادانی ہے کیا آئندہ کسی کے مادی طور پر بھوکا رہنے کا اندیشہ ہے جس کے لئے حرص میں پڑ کر خوب مال کو جمع کرتا ہے اور اس طرح اپنی عاقبت سدھارنے کا سامان کرتا ہے؟ آپ کو اپنی عمر میں کتنے ایسے افراد کا پتہ و سراغ ملا ہے جو بھوک کی وجہ سے مر گئے ہوں؟

ہاں، اس صورت میں البتہ جبکہ خدانخواستہ کہیں قحط پڑ جائے تو یہ چیز البتہ موت کے اسباب میں سے ایک سبب ہوتا ہے جو مقدر ہو چکا ہے۔ لیکن عام حالات میں اس دنیا کے اندر کسی انسان

Presented by www.ziaraat.com

کا مستقبل خطرے میں نہیں ہے چاہے کتنی ہی عمر کیوں نہ ہو جائے۔ کیونکہ خداوند متعال نے رزق کی ضمانت دی ہے بلکہ قسم کھائی ہے:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ○ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ (سورۂ ذاریات ۵۱ - آیات ۲۲-۲۳)

ترجمہ: اور تمہاری روزی اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ تو آسمان و زمین کے مالک کی قسم یہ بالکل سچ ہے۔

وہ ہر ذی روح کو رزق دیتا ہے اور دے گا:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا (سورہ ہود ۱۱ - آیت ۶)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں جس کی روزی خدا کے ذمے نہ ہو۔

لیکن آخرت کے لئے حکم دیا ہے، تاکید فرمائی ہے، شوق بھی دلایا اور تہدید بھی کی ہے کہ لازماً چاہئے کہ اس جگہ کے لئے جو جائے خطر ہے بلکہ تمام خطرات وہیں ہیں فکر کی جائے، انسان سعی و کوشش کرے، ایسا نہ ہو کہ بالکل خالی ہاتھ میدان محشر میں وارد ہو۔

حقیقتاً بچت کا کھاتہ خدا کے ہاں ہے

ہم سبھی کہتے ہیں کہ خدا کریم ہے، بالکل صحیح ہے، لیکن اگر واقعی ہم خدا کو کریم جانتے اور مانتے ہیں تو پھر دنیاوی امور میں اسے کیوں کریم نہیں جانتے؟ (دنیاوی امور میں اور خصوصاً روزی کے مسئلے میں اتنی تنگ و دو کیوں کرتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات کہ خدا کریم ہے ہم سچائی و حقیقت کی رو سے نہیں کہتے۔

اگر آپ واقعی چاہتے ہیں کہ مستقبل کا مکمل انتظام کریں تو اپنا "بچت کا کھاتہ" اپنے پروردگار کے ہاں کھولیں۔ یہ عبادتیں اور انفاق (غرباء و مساکین پروری، صدقات و خیرات) سب آپ کی بچت ہے جو وہاں جمع ہوتی ہے اور خداوند کریم بہتر طور سے اس کی حفاظت فرماتا ہے

اور فردائے قیامت بلکہ اسی دنیا میں بھی بہترین عوض اور جزا عطا فرماتا ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا (سورۂ مزمل ۷۳، آیت ۲۰)

ترجمہ: اور جو نیک عمل اپنے واسطے (خدا کے سامنے) پیش کرو گے اس کو خدا کے ہاں بہتر اور صلہ میں بزرگ تر پاؤ گے۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے پیغمبرؐ کو حکم فرمایا ہے کہ ان (میرے بندوں) کو مستقبل کے عواقب و انجام سے ڈراؤ۔ اب ہم اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سختی اور پریشانی اور خطرات سے پُر ایک دن ہم سب کو پیش آنے والا ہے۔

اسرافیل صور پھونکیں گے

جس وقت مشیت ایزدی ہوگی کہ قیامت آئے تو سب سے پہلی بات جو وقوع پذیر ہوگی وہ نفخ صور ہے جس کا تذکرہ پروردگار عالم نے قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ○ (سورۃ الزمر ۳۹ - آیت ۶۸)

آیات قرآنی اور اخبار و احادیث سے اس طرح استفادہ ہوتا ہے کہ نفخ صور ہوں گے، ایک دفعہ صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب مر جائیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اوّلین و آخرین سب کے سب زندہ ہو جائیں گے۔ مندرجہ بالا آیت میں ارشاد ربانی ہے کہ "صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین والے سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے سوائے ان کے جن کے متعلق خدا کی مشیت یہ ہو کہ وہ نہ مریں۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اس وقت سب اوّلین و آخرین زندہ ہو جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی اور سب

Presented by www.ziaraat.com

کے سب کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔"

چار مقرب فرشتے اور ہر ایک کی ذمہ داری

اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اللہ کے چار مقرب فرشتے (جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل) ہیں، جن میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے۔ جبرائیلؑ کے ذمے اللہ کی طرف سے انبیاءؑ و مرسلینؑ کے پاس وحی پہنچانا ہے۔ میکائیلؑ کو رزق پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ عزرائیلؑ قبض ارواح پر مامور ہیں اور اسرافیلؑ کا کام قیامِ قیامت کے وقت شروع ہوگا۔ وہ صور ہاتھ میں لئے ہمیشہ تیار اور حکمِ پروردگار کے منتظر ہیں (جیسا کہ روایات میں ہے) جس وقت خداوند متعال انہیں حکم دے گا آسمان سے زمین پر آئیں گے (اور اپنا کام انجام دیں گے)

قیامت کے تصور سے آسمانوں میں غلغلہ اور چیخ و پکار

جونہی اسرافیل آسمان سے چلیں گے تو آسمان والے کانپ اٹھیں گے اور جب وہ زمین پر پہنچ جائیں گے تو بیت المقدس میں پہنچ کر خانہ کعبہ کی محاذاۃ (مقابل) کھڑے ہو کر صور میں یہ آواز دیں گے: مُوْتُوْا (تم سب مر جاؤ) پھر تو کوئی متنفس ایسا نہیں بچے گا جس کی سانس کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ روایات میں وارد ہے کہ بہت سے لوگ بازاروں میں لین دین میں مصروف ہوں گے، وہ وہیں کے وہیں ختم ہو جائیں گے۔ کسی کو وصیت کرنے یا گھر واپس جانے کی مہلت نہیں ملے گی۔ چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (سورۂ یٰسین آیت ۵۰)

ترجمہ: پھر نہ تو یہ لوگ وصیت ہی کرنے پائیں گے اور نہ اپنے بال بچوں کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔

پھر حکم ہوگا کہ آسمان والوں کی طرف صور پھونکیں (وہ پھونکیں گے)، تو آسمانوں میں کوئی ذی روح نہ ہوگا مگر یہ کہ اسی دم موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا، پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ

تم بھی مر جاؤ، وہ بیچارے بھی رخصت ہو جائیں گے۔

باقی رہے گی صرف ذاتِ خدا اور بس

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (سورۂ مومن ۴۰۔ آیت ۱۶)

اس وقت ندائے قہر الٰہی بلند ہوگی: "اے سرکشو! اور گردن کشو!! اے متکبرو!!! جو ہمیں، میں کا نعرہ لگاتے رہتے تھے، کہاں ہو؟ بتاؤ! آج حکومت و سلطنت مطلقہ کس کی ہے؟ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ پھر آواز آئے گی: "آج حکومت صرف اللہ کی ہے جو واحد و قہار ہے۔" پہلے صور کے نفخہ کے بعد ایک مدت گزرے گی، پھر زندہ کرنے والے نفخہ کی آواز بلند ہوگی اور پھر قیامت برپا ہوگی۔

قیامت برپا ہونے سے قبل کے عجائبات

لوگوں نے معصومؑ سے دریافت کیا کہ ان دونوں نفخوں کا درمیانی فاصلہ یعنی وہ مدت جس میں کوئی ذی روح زندہ باقی نہ بچے گا اور پھر سب اولین و آخرین کے لوگ زندہ محشور ہوں گے کتنی ہوگی؟ روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ چالیس سال اور دوسری روایت میں ہے کہ چار سو سال کا فاصلہ ہوگا۔ دیگر روایات کے مطابق عجیب قضایا و واقعات جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں جیسے افلاک کا شگافتہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، زلزلہ، پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا اور سمندروں میں آگ لگ جانا وغیرہ واقعات و حادثات اسی مدت کے درمیان رونما ہوں گے۔

پھر حکم ہوگا کہ بارش ہو، تو شدید بارش ہوگی اور چالیس روز تک مسلسل عمل ہوئے زمین پر ہوتی رہے گی۔

Presented by www.ziaraat.com

دوبارہ صور کا پھونکا جانا

تمام جانداروں کے مرجانے اور درمیانی مدت گزر جانے کے بعد سب سے پہلے جسے زندگی ملے گی وہ اسرافیل ہوں گے جنہیں دوبارہ صور پھونکنا ہوگا تاکہ قیامت برپا ہو سو اسرافیل دوبارہ صور منہ میں لے کر ندا دیں گے :

"اے وہ روحو، جو بدنوں سے باہر ہو! اے گوشت اور بوسیدہ ہڈیو اور متفرق (پراگندہ) بالو! سب واپس آجاؤ اور جمع ہوجاؤ تاکہ تمہارا حساب ہو، دوڑو اور جلدی کرو حساب کے لئے"

ایها الارواح الخارجة واللحوم الممزقة والعظام البالية والشعور المتفرقة هلموا للحساب۔

پھر زمین کو وحی الٰہی ہوگی کہ وہ جو کچھ اپنے اندر رکھتی ہے سب کو نکال دے :

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (سورۃ زلزال ۹۹ - آیت ۲)

پس جسموں کے جو حصے اور اجزا زمین کے اندر ہیں وہ ان سب کو شدید زلزلہ کے جھٹکوں کے ذریعے باہر نکال دے گی۔ خلاصہ یہ کہ جسم کے تمام ذرات آپس میں مل کر مکمل جسم کی صورت اختیار کرلیں گے اور ان میں دوبارہ روح پھونک دی جائے گی اور یکبارگی سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس امر میں کوئی مانع و استبعاد نہیں ہے کہ ذرات اکٹھے ہوجائیں اور ان سے اجسام بن جائیں، پھر ان میں روحیں داخل کردی جائیں۔ خدا کے لئے ایک نفر کی خلقت میں اور کروڑوں افراد و اشخاص کو خلق کرنے میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے :

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط (سورۃ لقمٰن ۳۱ - آیت ۲۸)

(ترجمہ) تم سب کا پیدا کرنا اور پھر (مرنے کے بعد) زندہ کرنا ایک شخص کے (پیدا کرنے اور زندہ اٹھانے کے) برابر ہے۔

حکمِ خدا ہوگا اور یکبارگی سب زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے۔

اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو پورا کیا

یوں تو میدانِ محشر میں سبھی اولین و آخرین اکٹھا ہوں گے لیکن ان کا منظر اور ان کی گفتگو جداگانہ ہوگی۔ خدا کے فرمانبردار و نیکوکار بندے جب قبر سے سر اٹھائیں گے (باہر آئیں گے) تو وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوں گے جس نے اپنے وعدے کو وفا فرمایا اور قیامت قائم کی تاکہ وہ لوگ اپنی نیکیوں کی جزا حاصل کریں :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (سورۃ الزمر ۳۹ : آیت ۷۴)

ترجمہ : خدا کا شکر جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچا کر دکھایا۔

لیکن دوسری طرف دوسرے لوگ ہوں گے جو بڑی بے چارگی کے ساتھ فریاد کر رہے ہوں گے وَاحَسْرَتَا نالے کر رہے ہوں گے، آخر کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اٹھادیا؟

یٰوَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (سورۃ یٰسین ۳۶ - آیت ۵۲)

(ترجمہ) ہائے افسوس (ہم تو پہلے سو رہے تھے) ہمیں ہماری خوابگاہ سے کس نے اٹھایا۔

روایت ہے کہ اس کا ایک پاؤں قبر میں ہوگا اور دوسرا پاؤں قبر سے باہر اور اسی حالت میں تین سو برس تک مبہوت و حیران کھڑا رہے گا، یہ اس کے عذاب کی تمہید ہوگی۔

قبروں سے کیونکر سر اٹھائیں گے؟

ایک روز جبرائیلِ امین جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ افراد کے حشر کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! جبرائیلِ امین حضرت کو قبرستان بقیع میں لے گئے اور قبر پر ٹھوکر مار کر کہا: "پروردگار کے حکم سے اٹھ جا" قبر فوراً شگافتہ ہوگئی اور ایک نورانی شخص نے مسرت و خوشی کی حالت میں سر نکالا اور کہا :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (۳۹ : ۷۴)

Presented by www.ziaraat.com

پھر ایک دوسری قبر پر ٹھوکر مار کر کہا: "پروردگار کے حکم سے اٹھ جا۔" فوراً ایک بدشکل و بدہیکل شخص بڑے وحشت ناک منظر کے ساتھ قبر سے باہر نکلا اور کہا "وَاحَسْرَتَا"۔ جبرائیل نے عرض کیا کہ اسی کیفیت سے مومنین و کفار قبروں سے اٹھیں گے۔

قیامت کے بارے میں دو متضاد آرزوئیں

روایت میں وارد ہے کہ مومنین عالم برزخ میں پروردگارِ عالم سے یہ آرزو کریں گے کہ قیامت جلد سے جلد برپا ہو کیونکہ نعماتِ جنت کے لذّات کا نمونہ چکھ لیا ہے لہٰذا وہ اصل و کمل نعماتِ جنت کی فکر میں ہوں گے۔ دوسری طرف کفار و فساق یہ کہیں گے کہ "خدایا! ہمیں یہیں رہنے دے" کیونکہ انہوں نے عذاب کا ادنیٰ سا نمونہ یہاں دیکھ لیا ہے۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ   یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ

قیامت کا دن وہ دن ہوگا کہ وہ لوگ جو دنیا میں پست اور کمزور حالت میں تھے، مگر تقویٰ کی دولت سے مالا مال تھے وہ اس دن بزرگ اور آقا ہوں گے، اس کے برعکس وہ لوگ جو دنیا میں محترم و بزرگ تھے لیکن تقویٰ سے بے بہرہ تھے وہ لوگ اس دن ذلیل و خوار ہوں گے، خافضہ یعنی پست کرنے والی، رافعہ یعنی بلند کرنے والی۔

سارے راز آشکار ہوں گے

قیامت کے روز دوسری جو بات رونما ہوگی وہ یہ ہے کہ جو راز دلوں میں چھپے ہوئے تھے اس دن سب آشکار اور ظاہر ہو جائیں گے۔ اس دنیا میں ہر شخص کے عقائد و اعمال پر پردے پڑے ہوئے ہیں لیکن قیامت میں ظاہر و باطن یکساں ہوگا۔

پس اے وہ لوگو! جو اپنی آبرو کا بہت لحاظ رکھتے ہو، کیا کبھی کل کی خجالت سے

بچنے کے لئے بھی کچھ سوچا ہے؟ وہ لوگ جن کا باطن پاک و صاف و نورانی مثل ملک ہے ان کی صورتیں بھی مثل ملائکہ نورانی ہوں گی اور جن لوگوں کا باطن درندگی و شہوت ہے ان کی صورتیں بندر اور کتے کی مانند ہو جائیں گی۔

کیا یہاں کے بعد والی منزلوں کے لئے کوئی کام تم نے کیا ہے؟ جس کی وجہ سے اوّلین و آخرین کے اس جمِ غفیر کے سامنے خجالت نہ اٹھانی پڑے؟ کیا تم جانتے ہو کہ کیسے سخت امور پیش آنے والے ہیں؟ صحرائے محشر میں عریان و برہنہ ہوگے؟ یا اس سے بچنے کا کوئی سامان کر لیا ہے؟

تقویٰ، قیامت کے دن لباس ہوگا

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ   (سورہ اعراف ۷۔ آیت ۲۵)

(ترجمہ) پرہیزگاری کا لباس سب لباسوں سے بہتر ہے۔

قیامت کے روز جس وقت لوگ قبروں سے نکلیں گے تو برہنہ ہوں گے فقط کچھ لوگوں کا ایک گروہ ہوگا جن کے لئے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ برہنگی کی حالت میں واردِ محشر نہیں ہوں گے اور وہ پرہیزگار لوگ ہیں۔

جو شخص اس دنیا سے متقی و پرہیزگار جائے گا وہ خدائی لباس "تقویٰ" سے آراستہ ہو کر میدانِ محشر میں وارد ہوگا۔ اسی طرح وہ مومنین بھی جو بغیر توبہ کئے دنیا سے گئے، لیکن برزخ میں تکلیف جھیلیں اور پاک ہو گئے۔ البتہ خدا نہ کرے کہ اگر کوئی پاک ہوئے بغیر واردِ محشر ہو گیا تو وہ آرزو کرے گا کہ جلد از جلد واردِ جہنم ہو جائے، تاکہ اس جمِ غفیر کے سامنے خجالت کے بار سے سبکدوش ہو اور چھٹکارا پا جائے۔

حضرت آدمؑ نے درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپایا

حضرت آدمؑ ابوالبشر سے محض ایک ترکِ اولیٰ سرزد ہوا تو بہشت سے باہر اور برہنہ کر دیئے

Presented by www.ziaraat.com

گئے، اب جو دیکھا تو ملائکہ کے سامنے اپنے کو اس حالت (برہنگی) میں پایا، فوراً درختوں کے پتوں سے اپنا ستر عورتین کیا:

يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اعراف ۷۔ آیت ۲۱)

(ترجمہ) بہشت کے پتے (جوڑ توڑ کر) اپنے اوپر ڈھانپنے لگے۔

یاد رکھو! جو شخص گنہگار ہوگا وہ خدائی پوشش کے لائق نہیں ہوگا، میں ہوں یا آپ! کیا کوئی ایسا دن بھی گزرتا ہے کہ ہم اپنے گناہوں میں ایک اور گناہ کا اضافہ نہ کرتے ہوں؟ کیا قیامت کی سختیوں کی فکر ہمیں نہیں کرنی چاہئے، اگر ہمارے پاس لباس تقویٰ نہ ہو؟

وہ امام معصوم زین العابدین تھے جن کی فریاد ماہ مبارک رمضان کی سحر کے اوقات میں عریانیِ روزِ قیامت کو یاد کر کے بلند رہتی تھی:

ابکی لخروجی من قبری عریانا ذلیلا (میں اپنی قبر سے برہنہ و ذلیل اٹھائے جانے کو یاد کر کے روتا ہوں) آیئے ہم اور آپ بھی امام معصوم کے ساتھ ہم آواز ہو جائیں:

والبسنی من نظرك ثوبا یغطی علی التبعات و یغفر حالی۔ (خداوندا! اپنی نگاہِ فضل و کرم کا ایسا لباس مجھے پہنا دے جو میری خطاؤں پر پردہ ڈال دے اور وہ بخش دی جائیں)

گناہ گار پہچانے جائیں گے

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝

(ترجمہ) گناہ گار لوگ تو اپنے چہرے ہی سے پہچان لئے جائیں گے تو پیشانی کے پٹے اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (سورۃ الرحمٰن ۵۵۔ آیت ۴۱)

میدانِ محشر میں پہلا موقف۔ حیرت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے:

مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۝ (سورۃ ابراہیم ۱۴: آیت ۴۳)

حیرت کی وجہ سے آنکھیں حرکت نہیں کریں گی جبکہ بندہ اہلِ معصیت ہوگا اور اس گناہ کی علامت بھی ساتھ ساتھ ہوگی اس طرح کہ تمام اہل محشر متوجہ ہو جائیں گے کہ یہ شخص کس گناہ کا مرتکب ہوا تھا۔

جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہے، اس حالت میں واردِ محشر ہوگا کہ شراب کی بوتل اس کے ہاتھ سے چپکی ہوئی ہوگی (اور فنتاقون افواجا کے ضمن میں اگرچہ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم معاذ کی روایت بیان کر چکے ہیں) اور خداوند عالم نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ ہر شراب خور کو جتنی اس نے دنیا میں شراب پی تھی اتنی ہی مقدار میں حمیمِ جہنم اسے پلائے گا۔

میدانِ محشر میں شراب خور کا منظر

کتاب "لئالی الاخبار" میں جناب رسالتمآب سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ:

"شراب خور میدانِ قیامت میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ، آنکھیں نیلی، ہونٹ لٹکے ہوئے اور اس کا لعاب دہن اس کے سینے پر سے ہوتا ہوا اس کے قدموں تک بہ رہا ہوگا۔ اور اس کی زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی ہوگی۔ جو شخص بھی اس کے پاس سے گزرے گا وہ اس شرابی کی گندی بدبو سے سخت اذیت محسوس کرے گا۔"

نیز آنحضرت نے فرمایا:

"اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، شراب خور پیاسا مرے گا، قبر میں پیاسا رہے گا، اور پیاسا ہی محشور ہوگا، ایک ہزار سال تک پیاس سے چلاتا رہے گا۔ اس کے بعد اس کو حمیم کا پانی پلایا جائے گا۔"

سود خواروں اور طنبور والوں کے چہرے

سود خوار شخص جب قبر سے اٹھے گا تو اس کا شکم اس قدر بڑا ہو جائے گا کہ زمین پر کھینچے گا، وہ چاہے گا کہ اٹھ کر کھڑا ہو مگر کھڑا نہیں ہو سکے گا، اپنا سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہوگا اور تمام اہل محشر

Presented by www.ziaraat.com

اسے پہچان جائیں گے، کہ یہ سود خوار ہے۔

اگر ستار و طنبورہ بجانے والا ہوگا تو موسیقی کے آلات اسکے ساتھ ہونگے

کتاب انوار نعمانیہ میں جناب رسولخداؐ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا:

"صاحب طنبورہ، روسیاہ محشور ہوگا اور اس کے ہاتھ میں آتشیں طنبور ہوگا جو اس کے سر سے ٹکراتا رہے گا، عذاب کے ستر ہزار فرشتے ہیں جو سب کے سب اس کے سر اور چہرے پر ماریں گے اور گانے والا اندھا، گونگا اور بہرہ محشور ہوگا۔"

دو رُخے اور دو رنگی باتیں کرنے والوں کا حشر

نیز روایت ہے کہ وہ لوگ جو دو زبان رکھتے ہیں یعنی لوگوں کے سامنے جو باتیں کرتے ہیں، غائبانہ اور پس پشت اس کے خلاف باتیں کہتے ہیں، قیامت میں ان کے دو آتشیں زبانیں ہوں گی اور جو لوگ اپنی زبان سے مردم آزاری کرتے تھے ان کی زبانیں ان کی گدیوں سے باہر نکلی ہوں گی۔

متکبرین اور زناکار افراد میدان قیامت میں

میدانِ محشر میں ایک گروہ ایسا بھی ہوگا جو کمزور چیونٹیوں کی طرح حقیر و ذلیل و ناتوان و کمزور ہوگا۔ یہ وہ متکبرین ہوں گے جو دنیا میں لوگوں پر اپنی بزرگی جتلاتے تھے۔ زناکاروں کی شرمگاہ سے ایسی عفونت و بدبو اٹھ رہی ہوگی جس کی اذیت سے اہل محشر چیخ اٹھیں گے، بلکہ روایات کا ظاہر اس طرح ہے کہ ہر رذیل خصلت، بدخلقی اور کسی گناہ کی عادت اس خصلت و گناہ سے مناسب شکل و صورت و ہیئت اپنے صاحب (صاحبِ خصلت و گناہ) کو دے گی اور اس شکل و صورت کے ذریعے اہلِ محشر سمجھ جائیں گے کہ یہ شخص فلاں گناہ یا خصلتِ بد کا مرتکب ہوا کرتا تھا۔

وہ دن جس کی مدت و مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی

كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ۝ (سورۂ معارج ۷۰ - آیت ۵)

بحار الانوار جلد سوم میں معصومؑ سے یہ روایت منقول ہے جس میں حضرت فرماتے ہیں:

"ہر ایک کے لئے ہزار سال ہوں گے یعنی ہر موقف پر ہزار سال توقف و قیام کرنا پڑے گا۔ ان برسوں کے حساب سے جسے تم شمار کرتے ہو مما تعدون سال شمسی ہو یا قمری۔"

قیامت کے ساتھ دن کا لفظ کیوں استعمال کیا جاتا ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالمِ قیامت میں جب دن اور رات کا وجود ہی نہ ہوگا کیونکہ نہ آفتاب ہوگا اور نہ ماہتاب تو پھر قیامت کے دن کا کیا مطلب ہے؟ "قیامت کا دن" کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ روز یا دن زمانے کے اس حصے کو کہا جاتا ہے جس میں نہ آفتاب کے ذریعہ دنیا اس طرح روشن ہو جاتی ہے کہ انسانی آنکھیں ان چیزوں کو بھی طرح دیکھتی ہیں جنہیں رات کے اندھیرے کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ اسی طرح دنیا میں جو چیزیں لوگوں سے پوشیدہ تھیں جیسے اشخاص کا باطن، ان کے عقائد کی درستی و نادرستی، اعمال کی خوبی و بدی اور ان کے نتائج یہ سب دنیا میں ایک دوسرے سے پنہاں و پوشیدہ تھے لیکن قیامت میں سب ان چیزوں اور ان کے نتائج سے واقفیت حاصل کر لیں گے۔ یوم تبلی السرائر۔ قیامت وہ دن ہے جس میں انسان کے تمام اسرار و رموز واضح و آشکار ہو جائیں گے۔

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ (سورۃ زمر ۳۹ - آیت ۴۷)

یعنی ان کے واسطے وہ تمام چیزیں بحکم خدا ظاہر ہو جائیں گی جن کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

قیامت میں حقیقت کا آفتاب چمکے گا

یہ دنیاوات ہے، تاریکی ہے، کوئی ایک دوسرے کے بارے میں خبر نہیں رکھتا بلکہ خود اپنے باطن سے بھی انسان بے خبر ہے اور لوگوں کے اعمال و افعال پر پردہ پڑا ہوا ہے، لیکن قیامت وہ دن ہے جو واقعا دن ہے، وہ دن جس کے ساتھ رات نہیں ہے، وہ دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا، قیامت میں حقیقت کا آفتاب جب چمکے گا، تب ہماری سمجھ میں آئے گا کہ ہم کیا ہیں اور دوسرے لوگ کیا ہیں؟

قیامت میں خوف کا موقف

ہم نے اوپر بیان کیا کہ قیامت میں کئی موقف ہوں گے جن میں سے موقف حیرت ہم بیان کر چکے ہیں، دوسرا موقف خوف ہے جس کی وجہ سے سکوت و خاموشی ہے جس کا ذکر آیۂ شریفہ میں ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝

(سورۃ طٰہٰ ۲۰ - آیت ۱۰۸)

سوائے بھنبھناہٹ کے کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دے گی۔

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ (سورۃ مومن ۴۰ - آیت ۱۸)

لوگ چاہیں گے کہ آواز بلند کریں لیکن خوف و دہشت کی وجہ سے آوازیں گلے میں گھٹ کر رہ جائیں گی۔ تیسرا موقف گفتگو اور باہمی سوال و جواب ہے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝

(سورۃ صافات ۳۷ آیت ۲۷)

سب ایک دوسرے سے ان کے گناہوں اور نیکیوں کے بارے میں سوال کریں گے۔

ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے سے گریز کریں گے

ایک موقف فرار و گریز ہوگا جس میں سب ایک دوسرے سے فرار کریں گے۔ باپ بیٹے سے، بیٹا باپ سے، بیوی شوہر ایک دوسرے سے، بھائی بھائی سے گریز کرے گا اور منہ چھپانے کی کوشش کرے گا جس کی تشبیہ قرآن مجید میں فراش مبثوث یعنی بکھرے ہوئے پروانوں سے دی گئی ہے:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ (سورۃ القارعہ ۱۰۱ - آیت ۳)

سورۂ قمر میں خدا فرماتا ہے: کفار کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا ہوگا وہ جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو ٹڈیوں کی طرح صحرائے محشر میں منتشر ہو جائیں گے: (آیت ۷)

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ٹڈیوں کی فوج جب آتی ہے تو کس طرح ان میں سے ہر ایک الگ الگ سمت کو محوِ پرواز رہتی ہیں، کوئی اوپر کوئی نیچے کی طرف، کوئی داہنے تو کوئی بائیں طرف، بے نظمی کے ساتھ متفرق رہتی ہیں۔ زن و شوہر، باپ بیٹا وغیرہ بھی قیامت کے دن اسی طرح ایک دوسرے سے گریز کرتے ہوئے اِدھر اُدھر منتشر رہیں گے لیکن ان کا یہ فرار و گریز بالکل بے سود ہوگا۔

ان کا فرار بے سود ہوگا

جیسا کہ سورہ رحمٰن کی تفسیر میں ہے کہ اس دن حکم الٰہی ہوگا کہ آسمانِ اول کے ملائکہ زمین پر جائیں اور بالکلیہ نوعِ البشر کو اپنے حصار میں لے لیں۔ آسمان دوم کے ملائکہ آسمان اول کے ملائکہ کے گرد کھڑے ہو جائیں، اسی طرح ساتویں آسمان کے ملائکہ کی صفیں قائم ہو جائیں گی۔ یہ الٰہی فوجیں ہیں جو صحرائے محشر کو اپنے گھیرے میں لئے ہوں گی:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ

Presented by www.ziaraat.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ (سورۃ رحمٰن ۵۵۔ آیت ۳۳)

اے گروہِ جن وانس اگر تم بھاگ سکتے ہو تو بھاگو لیکن فرار محال ہے۔ اس روز انسان کہے گا این المفر کہاں بھاگوں؟ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ کوئی جائے فرار نہیں ہے مگر پروردگار کی طرف۔ یہ بھی اس شخص کے لئے جو خدا سے سروکار رکھتا ہو، ورنہ دوسروں کے لئے تو کوئی مفر ہے ہی نہیں۔

قیامت میں ایک ایک نیکی کی گدائی

ایک دوسرا موقف، سوال وگدائی ہوگا۔ ہر شخص اپنے شناسا اور جان پہچان والوں سے التجا کرے گا کہ اپنی ایک نیکی اس کو دیدے، لیکن کوئی بھی اس کو نہیں دے گا، کیونکہ وہ خود بھی محتاج ہے۔ باپ اپنی اولاد سے کہے گا کہ میں نے دنیا میں تمہارے لئے کتنی زحمتیں برداشت کیں، تمہاری تربیت میں کتنے رنج اٹھائے تھے، اس وقت تم اپنی ایک نیکی مجھے دیدو۔ فرزند کہے گا، اس وقت میں خود ہی آپ سے زیادہ محتاج ہوں۔ اسی طرح ایک بھائی دوسرے بھائی سے کہے گا۔ غرضیکہ کوئی شخص کسی دوسرے کی فریادرسی نہیں کرے گا۔ سب کے سب پریشانیوں میں گرفتار اور نفسا نفسی کے عالم میں پڑے ہوں گے۔

اعمال ناموں کا اُڑنا

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ ۚ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۚ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ (سورۃ الحاقہ ۶۹۔ آیت ۱۹-۲۲)

(ترجمہ) تو جس کو اس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ (لوگوں سے) کہے گا لیجئے میرا نامۂ اعمال پڑھئے تو۔ میں جانتا تھا کہ مجھے میرا حساب (کتاب) ضرور ملے گا۔ پھر وہ ...

عیش میں ہوگا، بڑے عالیشان باغ میں۔

ان جملہ امور میں سے جن کے ہم معتقد ہیں، ہمارے اعمال کا لکھا جانا ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں متعدد مقامات پر صریحاً موجود ہے کہ کرام کاتبین اعمال کو لکھتے ہیں:۔

کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۙ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۙ (سورۃ انفطار ۸۲۔ آیات ۱۱-۱۲)

(ترجمہ) لکھنے والے (کراماً کاتبین) جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب جانتے ہیں۔

ایک مقام پر ان دونوں فرشتوں کو "رقیبٌ عتید" سے تعبیر فرمایا گیا ہے جو حد یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی لکھ لیتے ہیں:۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۙ (سورۃ قٓ ۵۰۔ آیت ۱۸)

(ترجمہ) کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

البتہ ان کے لکھنے کی کیفیت کیا ہے؟ قلم وکاغذ ہی استعمال کرتے ہیں یا کوئی دوسرا طریقہ ہے؟ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے، اسے تو بس چشمِ نبوت ہی دیکھ سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی حرکت بھی جو آپ فرض کریں اسے وہ فرشتے درج کر لیتے ہیں حتیٰ کہ خیر ونیکی کا قصد وارادہ بھی ہو جائے تو اسے لکھ لیتے ہیں۔ البتہ بدی کا جب تک بندہ مرتکب نہیں ہو جاتا اس کو نہیں لکھتے۔

نیّتِ خیر کی خوشبو فرشتوں کو خبردار کر دیتی ہے

راوی نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا کہ فرشتے انسان کی نیّتِ خیر سے کیونکر مطلع ہوتے ہیں، کہ اسے لکھیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ کوئی بندہ جونہی کسی خیر ونیکی کی نیّت کرتا ہے، اس کے جسم سے ایک خوشبو ساطع ہوتی ہے تو فرشتے سمجھ جاتے ہیں اور اسے لکھ لیتے ہیں۔

اگر کبھی بندہ شر اور برائی کی نیت کرتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے متاذی ہوتے ہیں اگر کوئی شخص ایک نیکی کی نیت کرتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر

Presented by www.ziaraat.com

اسے بجالایا تو اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورۂ انعام ۶۔ آیت ۱۶۰)

(ترجمہ) (اس کی رحمت تو دیکھو) جو شخص نیکی کرے گا تو اس کو اس کا دس گنا ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے گا تو اس کی سزا اس کو بس اتنی ہی دی جائے گی اور ان کے ساتھ ناروا سلوک نہ ہوگا۔

لیکن اگر گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں صرف ایک بدی لکھی جاتی ہے اور اگر صرف بدی کی نیت کی تھی تو کچھ بھی نہیں لکھتے۔

گناہ و بدی لکھنے میں مہلت

خداوندِ لطیف و کریم کے الطاف میں سے ایک لطف و مہربانی یہ بھی ہے کہ جب کوئی بندہ کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو "عتید" فرشتہ اسے لکھنا چاہتا ہے۔ "رقیب" فرشتہ کہتا ہے کہ ٹھہرو ابھی اسے مہلت دو، شاید اپنی اس حرکت پر شرمندہ و پشیمان ہو اور توبہ کرلے، چنانچہ پانچ یا سات گھنٹے تک اسے موقع و مہلت دیتے ہیں اور بدی کو نہیں لکھتے۔ اس وقت تک اگر اس نے توبہ کرلی تو خیر، ورنہ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ یہ بندہ کس قدر بے حیا ہے۔ پھر اس کا گناہ درج کرلیتے ہیں۔

یہاں تک کہ آگ میں پھونک مارنے کو بھی لکھتے ہیں

روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے دو نامے ہوتے ہیں، ایک نامۂ حسنات اور دوسرا نامۂ سیئات و گناہان۔ ہر شخص جو حرکت بھی کرتا ہے اور جو کام بھی انجام دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آگ میں جو پھونک مارتے ہیں وہ بھی نامۂ اعمال میں درج کرلیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:-

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○

(سورۂ قمر ۵۴۔ آیات ۵۲-۵۳)

(ترجمہ) اور یہ لوگ جو کچھ کرچکے ہیں (ان کے) اعمال ناموں میں (درج) ہے (یعنی) ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھ دیا گیا ہے۔

لغو و بیہودہ گو جوانوں کو مولائے کائناتؑ کا خطاب

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب عقائد میں نقل فرمایا ہے کہ: ایک دن جناب امیر المومنین علیہ السلام ایک مقام سے گزر فرما رہے تھے کہ جوانوں کی ایک جماعت پر حضرتؑ کی چشم مبارک پڑی جو لغو گوئی میں مصروف اور ہنسی مذاق کررہے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اپنے اعمال ناموں کو ان لغویات و خرافات سے سیاہ کررہے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا، یا امیر المومنینؑ کیا فرشتے ان باتوں کو بھی لکھتے ہیں؟ فرمایا، ہاں! یہاں تک کہ پھونک مارنے کو بھی لکھتے ہیں۔

ہاں! اگر آپ کسی راستے میں پڑا ہوا ایک کانٹا بھی اٹھا کر کنارے پھینک دیں تو فردائے قیامت آپ کی آنکھیں خنک اور روشن ہوں گی اس لئے کہ اس طرح آپ نے بندگانِ خدا کو اذیت سے بچالیا، کسی گلی میں خربوزے یا کیلے کا چھلکا یا کوئی پتھر سرِ راہ پڑا ہوا دیکھا اور اسے اس خیال سے کنارے ہٹا دیا کہ بندگانِ خدا ٹھوکر نہ کھائیں یا پھسل کر گر نہ جائیں، تو یاد رکھئے! کہ یہ چھوٹا اور معمولی سا عمل بھی رائیگاں نہیں جائے گا۔

نامۂ اعمال کی حکمتیں اور مصلحتیں

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ خداوند عالم تو خود ہی عالم و دانا اور تمام بندوں کے

Presented by www.ziaraat.com

اس موت کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں ہے۔ پھر حسرت کے ساتھ کہے گا۔ میرا مال میری فریاد کو نہ پہنچا اور مجھے کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکا، میرا ملک، میری طاقت سب رخصت ہو گئے۔

نامۂ عمل پیچھے سے کیونکر دیں گے ؟

میدان محشر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے نامۂ اعمال انہیں عقب (پیچھے) سے دیئے جائیں گے :

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ○ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ○ وَیَصْلٰی سَعِیْرًا ○ (سورۃ انشقاق ۸۴ ۔ آیات ۱۰-۱۲)

(ترجمہ) لیکن جس شخص کو اس کا نامۂ عمل اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا تو وہ موت کی دعا کرے گا اور جہنم واصل ہو گا۔

اس سلسلے میں دو صورتیں محتمل ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے دونوں ہاتھ پس پشت بندھے ہوں گے اور نامہ اعمال اس کے بندھے ہوئے ہاتھ میں دیں گے اور اس کے سر کو گھما دیں گے تاکہ اسے پڑھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو اس کے سینے میں داخل کر کے پشت کی طرف سے نکال لیں گے اور اس کے چہرے کو گھما دیں گے اور اس سے کہیں گے کہ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ :

اِقْرَاْ کِتٰبَكَ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ○ (سورہ اسراء ۱۷۔ آیت ۱۴)

(ہم اس سے کہیں گے) کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لے اور آج اپنا حساب لینے کیلئے تو خود ہی کافی ہے۔

اُف، وہ غیبتیں، وہ تہمتیں، وہ بہتان تراشیاں، جھوٹ، فحش گوئیاں و فحش کاریاں اور آبرو ریزیاں، دنیا میں جن کا مرتکب ہوتا رہا تھا، آج خود اپنی آنکھوں سے انہیں پڑھے گا۔ اسی طرح اپنے تمام اعضاء و جوارح کے گناہوں کو پڑھے گا۔ ایک مرتبہ اس کی صدائے نالہ بلند ہو گی کہے گا:

" یہ کتاب تو ایسی ہے کہ میرا کوئی ایسا چھوٹا یا بڑا گناہ نہیں ہے جس کو اس نے چھوڑ دیا ہو اور نہ

لکھا ہو، اور جو کچھ اس نے دنیا میں کیا تھا سب اس کی نگاہوں کے سامنے موجود ہو گا۔

یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ○ (کہف ۱۸۔ آیت ۴۹)

(ترجمہ) ہائے ہماری شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹے ہی گناہ کو بے قلمبند کئے چھوڑتی ہے اور نہ بڑے گناہ کو اور جو کچھ ان لوگوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور تیرا پروردگار کسی پر (ذرا برابر) ظلم نہ کرے گا۔

نامۂ اعمال پڑھنے کے بعد شدید تکلیف

بعض وہ لوگ ہوں گے کہ جب وہ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھیں گے تو ان کے جوڑ بند الگ الگ ہو جائیں گے۔ ان کی آنکھوں سے گندگی اور خون جاری ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ اس وقت آواز آئے گی : " کیا کوئی ایسا عمل بھی ہے جو تم نے نہ کیا ہو اور اس نامہ اعمال میں موجود ہو ؟ " وہ عرض کرے گا۔ " نہیں پروردگار ! اس میں جو کچھ لکھا ہے، سب کچھ صحیح ہے۔ " پھر سر کو جھکا لے گا۔

بغیر معطّلی یا پھر ہزار سال معطّلی

روز قیامت انسان کو آنِ واحد میں اس کی عمر کے تمام افعال و افکار یاد آجائیں گے اور وہ ان سب اعمال کو اپنے نامۂ اعمال میں دیکھ لے گا۔ وہ عجیب عالم ہو گا۔ ہر شخص کا حساب خود اس کے سامنے واضح و روشن ہو گا۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو چشم زدن میں اپنے اعمال کے حساب و کتاب سے فرصت پا جائیں گے۔ یہ صلحاء کا گروہ ہو گا، لیکن بعض لوگ اپنے حساب و کتاب میں ہزار سال معطل رہیں گے۔ اس لئے نہیں کہ ان کا حساب کتاب طولانی ہو گا بلکہ مقصد یہ ہو گا کہ وہ حیران و پریشان ہوں اور زحمتیں جھیلیں۔ بعض افراد کے حساب و کتاب میں ۔۔۔

Presented by www.ziaraat.com

اتنی دیر ہوگی جتنی دیر ایک گوسفند کو دوہنے میں لگتی ہے۔ کچھ لوگوں کے حساب کتاب کی مدت اتنی ہوگی جتنی ظہر و عصر کے درمیان ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کی مدت چالیس سال، ہزار سال اور پچاس ہزار سال تک پہنچ جائے گی۔

دوستانِ اہلبیتؑ کو بشارت

"و ایاب الخلق الیکم و حسابھم علیکم"

بحار الانوار جلد سوم میں امالی شیخ مفیدؒ سے بسند متصل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

قال اذا کان یوم القیامۃ وکلنا اللہ بحساب شیعتنا فما کان اللہ سئلنا اللہ ان یھبہ لنا فھو لھم وما کان لنا فھو لھم ثم قرء "اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَھُمۡ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَھُمۡ" (۸۸-۶۵)

یعنی جب روزِ قیامت ہوگا تو خداوند عالم ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے سپرد فرمائے گا پس جو حق خدا کا ان کے ذمے باقی ہوگا تو ہم خدا سے سوال کریں گے کہ وہ ہمیں اسے بخش دے پس وہ حق ان کو بخش دیا جائے گا اور جو حق ہمارا ان کے ذمے باقی ہوگا ہم انہیں بخش دیں گے پھر حضرتؑ نے یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَھُمۡ ... یعنی بیشک ان کی برگشت ہماری طرف ہوگی، پھر ان کا حساب کتاب کرنا ہمارے ذمہ ہوگا۔ (سورۃ الغاشیہ ۸۸- آیات ۶۵-۶۶)

پیغمبر اکرمؐ و رسلِ اعظمؐ شیعوں کے حقوق و مظالم کو ادا فرمائیں گے

اسی کتاب (بحار جلد سوم) میں حساب یوم القیامت میں ایک دوسری روایت آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ حقِ خدا اور حق امام علیہ السلام کے ذکر کے بعد (جو بخش دیئے جائیں گے)

حضرت فرماتے ہیں کہ:

فما کان فیما بینھم وبین الناس من المظالم اداہ محمدؐ عنھم

یعنی لوگوں کے حقوق و مظالم جو شیعوں کے ذمہ باقی و لازم ہوں گے انہیں جناب رسالتمآبؐ صاحبِ حقوق کو ادا فرمائیں گے۔

ربِّ کریم ہمیں امتِ محمدؐ اور شیعیانِ آلِ محمدؐ میں قرار دے اور ان حضرات کے ساتھ محشور فرمائے (آمین)

خدا کا شکر ہے کہ ہمارا حساب کریم حضرات کے سپرد ہے

شیعوں کے لئے جو خوشخبری ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم بروزِ قیامت ہر قوم کو اس کے امام کے ساتھ بلائے گا۔ سبحان اللہ! کیا کہنا اس عمل کا جس کا حساب لینے والے حضرت حجت ابن الحسن (عجل اللہ فرجہ الشریف) ہوں گے۔ حضرتؑ جس وقت ہمارے اعمال کو ملاحظہ فرمائیں گے تو باوجودیکہ ہم گنہگار و رُوسیاہ ہیں، خجالت و شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے ہونگے لیکن ہم ان کے چاہنے والے ہیں، لہٰذا امید ہے کہ حضرتؑ ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا حساب کریم شخص کے سپرد ہوگا جو بارگاہِ معبود میں عظمت و منزلت کا مالک ہوگا۔

میزان

میزانِ عدلِ الٰہی جس میں بال برابر بھی انحراف و کجی کا وجود نہیں ہے وہ ذاتِ بابرکاتِ حضرت مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے اگر تمام اوّلین و آخرین کی نمازوں کو مقابلے میں لائیں تو مولائے کائناتؑ کی نماز کو سب پر برتری حاصل ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ: الموازین ھم الانبیاء والاوصیا وہ میزانیں جو انسانوں کے اعمال و عبادات کو تولنے کے لئے قائم کی جائیں گی وہ انبیاء و اوصیاء

Presented by www.ziaraat.com

ہیں، آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔ کل بروزِ قیامت ہماری نمازوں کو محشر میں لائیں گے اور دیکھیں گے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی نماز سے کچھ بھی مشابہت رکھتی ہیں یا نہیں؟ صفاتِ کمالیہ کے لحاظ سے جو باتیں مولاؑ میں موجود تھیں ان میں سے کچھ ہمارے اندر بھی پائی جاتی ہیں یا نہیں؟ سخاوت، شجاعت، غیرت، فتوت، رحم و کرم، عدل و انصاف وغیرہ۔ کیا ہمارے اندر بھی کچھ ہے یا نہیں؟

البتہ یہ امر مسلّم ہے کہ ہمارے اعمال، ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے اوصاف بالکل علی ابن ابیطالبؑ کے اعمال و اوصاف حمیدہ کے مطابق اور مثل ہوں قطعاً محال ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ ہمارے اعمال اسوۂ امیر المومنینؑ و ائمہ طاہرینؑ کے مخالف نہ ہوں، میزانِ حق سے منحرف و منعطف نہ ہوں، پس اگر خدانخواستہ تم نے کسی حرام کی طرف ہاتھ بڑھایا، یا لوگوں کا مال ناحق کھایا تو یہ سمجھ لو کہ تم میزانِ حق سے منحرف و روگرداں ہو گئے۔

آخر حق و صداقت و سچائی میں ہم نے کیا خرابی دیکھی جو ناحق و غلط راستے کی طرف جائیں

جو شخص متدین ہے اور راہِ راست و میزانِ حق کی روش اختیار کرے وہ ان لوگوں کے مقابلے میں جو غیر مشروع راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں کونسی محرومیت رکھتا ہے؟ یہ پردہ نشین خواتین جو شرعی قوانین کی پابند ہیں، ان بے پردہ گھومنے والی آزاد خیال عورتوں سے کس بات میں کم ہیں؟ کونسی نعمت اور آسائش انہیں حاصل نہیں ہے؟ آپ یہ خیال نہ کریں کہ یہ مؤخر الذکر عورتیں زندگی کی لذتوں سے زیادہ بہرہ مند ہیں۔ اگر خوشی ہے تو اہلِ ایمان کے لئے بھی ہے اور اگر مرض و تکلیف ہے تو وہ بھی دونوں کے لئے ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، لذتِ نکاح میں بھی دونوں شریک ہیں۔ دنیاوی جائز خواہشات بھی دونوں میں مشترک ہیں۔ اگرچہ یہ خواہشات بھی

دائمی نہیں ہیں بلکہ وہ شخص جو پابندِ مذہب نہیں ہے اسے ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ کیسی کیسی محرومیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ نمونہ کے لئے ایک مثال عرض کروں کہ مثلاً سینما ہال میں اس کی نگاہ کسی خوبصورت نامحرم عورت پر پڑتی ہے جس سے اس کا دل بے قابو ہو جاتا ہے۔ کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، لیکن کیا وہ جو کچھ چاہتا ہے اس میں اسے کامیابی نصیب ہوتی ہے؟ اگر وہ اس سلسلے میں اپنی ساری کوششیں صرف کرے تو بھی کتنی زحمتوں اور کاوشوں سے اسے دوچار ہونا پڑتا ہے، پھر بھی ضروری نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے، کیونکہ ممکن ہے وہ عورت شوہر دار ہو اور ان ساری کوششوں اور تگ و دو کے بعد یہ معلوم ہونے پر اسے کتنا رنج و افسوس ہوگا؟ یا وہ لوگ جو شراب کے رسیا ہیں ممکن ہے کہ آپس کے تنازعات کے سلسلے میں اس بدمستی کی حالت میں قتلِ نفس کے مرتکب ہو جائیں اور پھر انہیں برسوں قید خانے میں قید و بند و محرومیت کی زندگی گزارنی پڑے، یہ سب صرف ایک اس بات کا نتیجہ ہوگا کہ چند لمحوں کی خوشی و بے خودی کا خواہشمند تھا۔ اسی طرح دوسرے امور۔

راحت و آرام صرف اہلِ ایمان کے لئے ہے

وہ تاجر جو حلال و حرام کو سمجھتا ہے اور حرام سے پرہیز کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے رزق کا ضامن خداوند متعال ہے لہٰذا وہ معاملات میں تقلّب و بددیانتی نہیں کرتا، خریدار کی پرستش نہیں کرتا، لیکن جو بدبخت تاجر میزانِ حق و حقیقت کا پابند نہیں ہے وہ گاہکوں سے چاپلوسی کرتا ہے، خوشامد کرتا ہے، انہیں طرح طرح کے چکمے دیتا ہے، غرض ہزاروں ترکیبیں عمل میں لاتا ہے کہ گاہک کو پھنسا لے۔ ایسے شخص کا ہم جس رخ سے بھی محاسبہ کرتے ہیں تو اسے ہر طرف سے غلط کار و بے راہ رو پاتے ہیں۔ مادّی جہات کے لحاظ سے اگر ہم موازنہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو میزانِ حق و جادۂ مستقیم سے دور ہیں وہ اہلِ حق و ایمان کے مقابلے میں کسی طرح کی کوئی برتری نہیں رکھتے بلکہ اگر واقعی راحت و آسائش ہے تو وہ اہلِ ایمان کو حاصل ہے:

Presented by www.ziaraat.com

أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ○ (سورۃ انعام ۶۔ آیت ۸۲)

ترجمہ: انہی لوگوں کے لئے امن (و اطمینان) ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اہلِ دنیا کا نفع مشکوک ہے

ہمارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ میزانِ حق کے پابند ہیں اور رہتے ہیں انہوں نے اس دنیا میں بھی کوئی نقصان نہیں اٹھایا اور نہ اٹھاتے ہیں بلکہ اگر کوئی نفع بھی ہوتا ہے تو انہیں کو ملتا ہے۔ اس کے برعکس وہ بیچارے جو راہِ راستی اور میزانِ حق سے منحرف ہیں اور رہتے ہیں آخرت میں ان کا نقصان مسلّم ہے لیکن اس دنیا میں ان کا نفع مشکوک ہے بلکہ سوائے ضرر کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا مثلاً دس روپے جعلسازی کا نفع ہے لیکن اس کا سو گنا ڈاکٹر اور دوا پر صرف ہو جاتا ہے پس اے وہ لوگو! جو دنیا میں راحت کے طالب ہو، ہرگز ہرگز دین کے جادۂ مستقیم اور میزانِ حق سے انحراف و روگردانی اختیار نہ کرنا۔ بتاؤ! کیا کبھی راستی و سچائی میں تم نے کوئی نقصان اٹھایا ہے؟ کسی ایک معاملہ میں بھی اگر جھوٹ نہیں بولے تو اس کے نتیجے میں قطعی نقصان اٹھایا ہو؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ پھر ہم کیوں حق و راستی و سچائی سے دستبردار ہوں؟

آیئے! ہم اور آپ مل کر اس بات کا عہد کر لیں کہ میزانِ حق سے ہرگز ہرگز کج اور منحرف نہ ہونگے، وہ میزانِ حق ذات بابرکات مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے۔

حساب و کتاب کے اعتبار سے لوگوں کے چار گروہ ہونگے

بروز قیامت حساب و کتاب کے اعتبار سے مخلوقات کے چار گروہ ہوں گے۔

کچھ افراد تو بلا حساب و کتاب وارد بہشت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ دوستانِ اہلبیت علیہم السلام ہوں گے جن سے کوئی امر حرام سرزد نہیں ہوا یا یہ کہ توبہ کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئے۔

دوسرا گروہ ان کے بالکل برعکس ہوگا یعنی یہ لوگ بغیر حساب و کتاب واصلِ جہنم ہوں گے

جن کے متعلق قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے:

فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ○ (سورہ کہف ۱۸۔ آیت ۱۰۵)

(ترجمہ) تو ہم ان کے لئے قیامت کے دن میزانِ حساب بھی قائم نہ کریں گے (اور سیدھے جہنم میں جھونک دیں گے) جو لوگ دنیا سے بے ایمان جاتے ہیں ان کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا، ان کے اعمال کی کوئی قیمت و وقعت ہی نہ ہوگی کیونکہ دنیا سے بے ایمان رخصت ہوئے تھے۔

ایک گناہ کی سزا سو سال کا عذاب

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کے اعمال قابلِ حساب و کتاب ہوں گے۔ یہ لوگ موقف قیامت میں معطل رہیں گے لیکن آخر کار چونکہ ان کی نیکیاں غالب ہوں گی بنا بریں یہ لوگ نجات پا جائیں گے البتہ موقف میں ان کی معطلی ان کے گناہ کے اعتبار سے ہوگی چنانچہ جناب رسولِ خدا نے ابن مسعود سے فرمایا کہ ایک گناہ کے لئے انسان ایک سو سال تک محشر میں معطل رہے گا (اگرچہ وہ بہشتی ہوگا)

ان المرء ليحبس على ذنب واحد مائة عام

البتہ روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ وہ کس قسم کا گناہ ہوگا۔ اس لئے چاہئے کہ مومنین موقف حساب کی معطلی سے ڈریں اور تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کریں۔

چوتھا گروہ وہ ہوگا جن کی برائیاں اور گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گے، پس اگر معصومینؑ کی شفاعت انہیں نصیب ہوئی اور فضلِ خدا ان کے شاملِ حال ہوا تو وہ اہل نجات ہونگے اور بہشت میں جائیں گے ورنہ انہیں عذاب کا حکم سنایا جائے گا اور جہنم میں انہیں رہنا پڑے گا تاوقتیکہ وہ یہ سزا پا کر گناہوں سے پاک ہو جائیں۔ اس وقت وہ نجات پائیں گے اور انہیں فرشتے بہشت میں لے جائیں گے۔ جو شخص ذرہ برابر بھی ایمان رکھتا ہوگا وہ جہنم میں قائم نہیں رہے گا۔ صرف کافر و معاند و دشمنانِ اہلبیتؑ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ یعنی ان کا کوئی اجر باقی نہیں رہے گا (بلکہ سب دنیا میں یا برزخ میں پورا کر دیا جائے گا) خواہ اس کے اعمال نیک کتنے ہی زیادہ ہوں

Presented by www.ziaraat.com

اسے بہشت میں جگہ نہیں ملے گی کیونکہ بہشت کے داخلے کی شرط خدائے متعال اور اس کی آیات پر اعتقاد رکھنا ہے اور جسے خدا کا یقین ہی نہ ہو آخری دم تک (اور اسی حال میں مرجائے) وہ کیونکر بہشت کو دیکھ سکتا ہے۔؟

تقویٰ کا توشہ ایماندار مرنا ہے

بحار الانوار جلد دہم، حدیث اعرابی و سوسمار کے ضمن میں جناب رسولخداؐ نے فرمایا کہ: جو شخص اس اعرابی کے لئے زاد و توشہ فراہم کرے گا میں اس کے زادِ تقویٰ کا ضامن ہوں۔" جناب سلمان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! زادِ تقویٰ کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا، "موت کے وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا کہ اگر تم اسے کہوگے تو مجھے دیکھوگے ورنہ مجھے نہ دیکھ سکوگے۔"

یہ بات واضح کردی جائے کہ کلمۂ توحید کہنے سے مراد ایمان و اعتقاد کے ساتھ مرنا ہے۔ پس اگر سکرات کی حالت میں ہو اور زبان عاجز و قاصر ہو اور اسے حرکت نہ دے سکے یعنی زبان سے ادا نہ کرسکے تو وہی اعتقادِ قلبی کافی ہے اور جب اس حالت میں اسے تلقین سنائیں تو اسے چاہئے کہ دل میں اس کو اتارتا جائے۔

حبط اعمال وکفارہ گناہان

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ○ (سورۃ محمدؐ ۴۷، آیات ۸-۹)

ترجمہ: اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تو ڈگمگاہٹ ہے اور خدا ان کے اعمال کو برباد کر دے گا۔ یہ اس لئے کہ خدا نے جو چیز نازل فرمائی انہوں نے ناپسند کیا تو خدا نے ان کی کارستانیوں کو اکارت کردیا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○

(سورۃ محمدؐ ۴۷، آیت ۲)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ایمان قبول اور اچھے کام کئے اور جو (کتاب) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور وہ برحق ہے اس پر ایمان لائے تو خدا نے ان کے گناہ ان سے دور کردیئے اور ان کی حالت سنوار دی۔

اس بات کو ہم ایسے سادہ طریقے سے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سب کی سمجھ میں آجائے بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دنیا سے بے ایمان جاتا ہے تو اگرچہ وہ اول عمر سے آخر تک محض اعمالِ نیک ہی بجالاتا رہا ہو پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ "احباط" یعنی باطل کردینا، لغو قرار دینا، ختم کردینا۔ بے ایمان مرنا، اعمالِ نیک کو ضائع و برباد کردیتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ کیا قرآن مجید میں یہ نہیں ہے؟ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ (۹۹-۷) یعنی اگر کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کئے ہوگا تو اس کی جزا اسے ملے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شخصیت جو حالتِ کفر میں مری ہے اس نے خود اپنے ہاتھ سے اپنے عمل کو ضائع و برباد کیا ہے کیونکہ خدا کا انکار کرنے کے بعد کسی اجر کا باقی رہنا اور بہشت میں جانا محال ہے (یعنی جو کچھ بھی عمل خیر اس نے کیا ہے اسے حکمِ خدا سمجھ کر نہیں کیا ہے بلکہ اس کی نظر میں اچھا کام تھا لہٰذا کیا) اسی لئے خدا نے بھی اسے اس کے نیک اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں چکادیا کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ "وہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔" جیسا کہ ہم بحث کے آغاز میں کہہ چکے ہیں کہ مثلاً ممکن ہے اس کی جان کنی میں سہولت و آسانی ہو یا مریض نہ ہو یا اگر ہو تو جلدی صحتیاب ہوجائے، کوئی مادی نقصان اسے نہ پہنچے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حاتم اور نوشیروان کے لئے آگ سے پردہ ہے

یہ بھی ممکن ہے کہ کافر کے نیک اعمال اس کے اُخروی عذاب میں تخفیف کا باعث ہوجائیں

Presented by www.ziaraat.com

چنانچہ حاتم طائی جو جود و سخا میں مشہور ہے اور نوشیروانِ عادل کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ دونوں جہنم میں ہیں لیکن آگ ان کو نہیں جلاتی۔

نصِ قرآن مجید ہے کہ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ (سورۃ النسا آیت ۱۸)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (سورۃ الاعراف ۷۔ آیت ۱۴۷)

ترجمہ :۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی حضوری کو جھٹلایا ان کا سب کیا کرایا اکارت ہوگیا۔ ان کو بس ان ہی کے اعمال کی جزا (یا سزا) دی جائے گی جو وہ کرتے تھے۔

یعنی جو شخص دنیا سے کافر جائے گا اس کے اعمال برباد ہوں گے۔

وہ گناہ جن کی وجہ سے انسان بے ایمان مرتا ہے

ابھی تک احباط کے سلسلے میں قرآن مجید کی متعدد آیات پیش کی گئیں وہ شرک و کفر سے متعلق تھیں، لیکن دوسرے گناہ کیسے ہیں ؟ کیا وہ بھی اعمال کے حبط و ضائع ہونے کا باعث ہوتے ہیں ؟

جی ہاں! بعض گناہوں کے بارے میں مخصوص روایات ہمارے پیش نظر ہیں جیسے عاقِ والدین کے بارے میں معصومؑ فرماتے کہ ندا آئے گی : یا عاق اعمل ما شئت ۔ اے عاق! تیرا جو جی چاہے عمل کر ، تیرا کوئی عمل قابلِ قبول نہیں ہے۔

اگر ماں کی آہ کسی کے پیچھے ہو تو یہ آہ اس کے کوہ ہمالیہ جیسے بڑے بڑے نیک اعمال کو بھی جلا ڈالے گی۔ گناہوں میں سے بعض گناہ مثلاً تہمت بھی بے ایمانی کا موجب ہوتی ہے۔

اسی طرح حسد اگر کھل کر سامنے آجائے یعنی اعلانیہ اس کا اظہار ہونے لگے اور دوسروں کی ایذا رسانی کی حد تک پہنچ جائے تو اس کے متعلق ارشاد ہے :۔

یاکل الایمان کما تاکل النار الحطب۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔

ایمان کفر کا کفارہ ہے اور توبہ گناہوں کا

تکفیر کا مادہ کفارہ ہے۔ وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ۚ (سورۃ فتح ۴۸۔ آیت ۵)

جس کے معنی ہیں چھپانا اور ان گناہوں کے اثر کو مٹانا جو سرزد ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان لانا سابق کفر کے اثر کو مٹا دیتا ہے۔ پس اگر کوئی اوّل عمر سے بے ایمان تھا لیکن آخر عمر میں باایمان ہو جائے، پھر دنیا سے رخصت ہو تو وہ یقیناً اہلِ نجات ہوگا۔

لیکن ان گناہوں کا اثر جو باایمان انسان سے سرزد ہو گئے ہوں اس کو قطعی طور پر مٹانے والی چیز جامع الشرائط توبہ ہے۔ جیسا کہ اہلِ توبہ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے :۔

فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ (الفرقان ۲۵۔ آیت ۷۰)

یعنی خداوند کریم و رحیم ان کے گناہوں اور بدکاریوں کو نیکیوں اور خوبیوں سے بدل دیتا ہے۔

برائیوں کو مٹا دینے والی نیکیاں

توبۂ صادقہ کے علاوہ دوسری نیکیاں بھی گناہوں کو مٹاتی ہیں یا نہیں ؟ اس مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ آیۂ مبارکہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ (ہود ۱۱۔ آیت ۱۱۴) کا ظاہر یہی ہے کہ نیکیوں کا بجا لانا اعمالِ بد کے اثر کو ختم کر دیتا ہے لیکن اس کا تعین نہیں ہوا ہے کہ وہ کونسی نیکیاں ہیں جو اپنے اندر یہ اثر رکھتی ہیں۔ البتہ بہت سی روایات میں چند حسنات کا ذکر آیا ہے جو برائیوں کے اثر کو مٹا دینے والی ہیں۔ جیسے بحار الانوار جلد ۱۵ میں وارد ہے کہ ایک شخص جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا گناہ بہت بڑا ہے (اس کا گناہ یہ تھا کہ دورِ جاہلیت میں اس نے اپنی بیٹی کو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا) لہٰذا مجھے کوئی عمل تعلیم فرمائیے جس کے نتیجہ میں خداوند کریم مجھے بخش دے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ، تمہاری ماں زندہ

Presented by www.ziaraat.com

ہے ؟ اس نے عرض کیا، نہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کے ساتھ نیکی کرنا اس گناہ اور اس کے مثل گناہوں کا بہترین اور سب سے بڑا علاج ہے) آنحضرتؐ نے فرمایا: تیری خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ جا اور اپنی خالہ کے ساتھ نیکی کر (تاکہ اس تعلق کی بناء پر جو اس کو تیری ماں سے تھا ماں کے ساتھ بھی نیکی ہو جائے) پھر حضرتؐ نے فرمایا: لو کان امه یعنی اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو بہتر ہوتا کیونکہ ماں کے ساتھ نیکی کرنے کا اثر ایسے گناہ سے پاک ہونے کے لئے بہت زیادہ ہوتا۔

روزِ قیامت کے سوالات

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے کہ انبیاءؑ اور امت سے سوال ہوگا:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (اعراف، آیہ ۶)

ترجمہ: پھر ہم تو ضرور ان لوگوں سے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے تھے (ہر چیز کا) سوال کریں گے اور خود پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

انبیاءؑ و مرسلینؑ سے سوال ہوگا کہ تمہیں ہم نے دعوت خلق کے لئے بھیجا تھا کیا تم نے ہمارا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، پروردگارا! تو شاہد ہے کہ ہم نے اس امر میں کوئی کوتاہی نہیں کی، ندا آئے گی کہ تمہارا گواہ کون ہے؟ سب عرض کریں گے، پروردگارا! ہمارے گواہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰؐ ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ (سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳)

ترجمہ: اسی طرح تم کو عادل امت بنایا تاکہ اور لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور (رسول محمدؐ) تمہارے مقابلے میں گواہ بنیں۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا جائے گا "کیا تم نے یہ کہا تھا کہ میری اور میری ماں کی

پرستش کرو؟" یکبارگی جناب عیسیٰؑ بارگاہِ رب العزت کی عظمت کے سامنے لرز اٹھیں گے اور عرض کریں گے۔ "پروردگار! اگر میں نے ایسی بات منہ سے نکالی ہوتی تو تجھے علم ہو جاتا کہ میں نے ایسا کہا ہے۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں بندۂ خدا ہوں، تم میرے اور خود اپنے پروردگار کی پرستش کرو۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ..... (سورۃ مائدہ ۵۔ آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اور جب (قیامت میں عیسیٰؑ سے) خدا فرمائے گا کہ (کیوں) اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنالو.....

امتوں سے بھی سوال کیا جائے گا کہ تمہارے پیغمبروں نے تمہیں آج پیش آنے والے حالات کی خبر نہیں دی تھی؟ سب کہیں گے بَلٰى يَا رَبِّ ہاں اے پروردگار خبر دی تھی۔

فردائے قیامت نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا

روزِ محشر دوسرے سوالات میں سے ایک سوال نعمتوں کے بارے میں ہوگا کہ پروردگار عالم نے تمہیں جو نعمتیں بخشی تھیں ان کے ساتھ تمہارا کیا رویہ رہا۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○ (سورۃ تکاثر ۱۰۲۔ آیت ۸)

ترجمہ: پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس کی جائے گی۔

کیا اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کیا یا شکر کے بجائے کفرانِ نعمت کیا؟

نعمت کے متعلق سوال کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں، جمع بین الروایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نعمت کے کئی درجے ہیں۔ ان میں اہم و اعلیٰ ترین درجہ ولایت آلِ محمدؐ کی نعمت کا ہے بلکہ نعیم مطلق ولایت ہی ہے۔

امام علیہ السلام نے قتادہ سے فرمایا کہ تم عامۃ آیہ مبارکہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہی روٹی پانی وغیرہ کے

Presented by www.ziaraat.com

بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام ؑ نے فرمایا۔ کہ خدا اس سے کہیں بڑا ہے کہ اس قسم کے سوال کرے۔ کیا تم کسی کو اپنے دسترخوان پر کھانے کی دعوت دو اور اس کے بعد ان نعمتوں کے بارے میں جو اس نے کھائیں باز پرس کرو گے؟ قتادہ نے عرض کیا کہ پھر نعیم سے کیا مراد ہے؟ حضرت ؑ نے فرمایا۔ ہم آلِ محمدؐ (علیہم السلام) کی ولایت و محبت کی نعمت ہے۔

نعیم ولایت کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیسا رہا؟

اس دن پوچھا جائے گا کہ تم نے آلِ محمدؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ان سے کتنی محبت کی اور ان کی کتنی پیروی کی یا دشمنوں سے پوچھا جائیگا کہ تم نے اس نعمتِ عظمٰی سے کیوں دشمنی کی؟ اب دولت کے بارے میں سوال نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اس سلسلے میں کسی قدر فضول خرچی سے کام لیا ہو یا حرام سے کمایا ہو یا حرام میں خرچ کیا ہو تو ان صورتوں میں ضرور سوال کیا جائیگا۔

اسی طرح ہر حرام اور ہر گناہ کے متعلق سوال کیا جائیگا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟

چار نعمتوں کے بارے میں ہر شخص سے پوچھا جائیگا

بعض نعمتیں ایسی بھی ہیں کہ جن کے بارے میں خصوصیت سے پوچھا جائیگا۔ ایک ان میں سے عمر ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ فرشتے میدان محشر سے کسی کو قدم آگے نہیں بڑھانے دیں گے جب تک کہ وہ چار نعمتوں کے بارے میں سوال کا جواب نہ دے لے۔

۱۔ اس کی عمر کے بارے میں سوال کریں گے کہ اسے کیونکر گزارا، جوانی کے زمانے میں اپنے کو کن کن چیزوں میں مبتلا کیا؟

۲۔ اس کے مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کیسے حاصل کیا اور کہاں صرف کیا؟

۳۔ اسی طرح ولایتِ آلِ محمدؐ کے متعلق سوال ہوگا۔ وہاں قانون الٰہی اچھی طرح جاری و نافذ ہوگا۔

۴۔ سوال ہوگا کہ اس مال کو کہاں صرف کیا؟ یہاں تک کہ اگر دکھاوے کے لئے فقراء اور

مساکین پر انفاق کیا ہوگا تو وہ بھی محلِ مواخذہ میں آجائے گا۔

عبادات کے متعلق سوال کیا جائے گا

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ (سورۃ صافات ۳۷، آیت ۲۴)

ترجمہ: انہیں ٹھہراؤ تو ان سے کچھ پوچھنا ہے۔

سب سے پہلی چیز جس کے متعلق محشر میں پوچھا جائے گا وہ نماز ہے۔

اول ما یحاسب بہ العبد الصلوٰۃ ان قبلت قبل ما سواھا۔ (بحار جلد ۳)

کیا واجب نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کیا ہے یا نہیں؟ اس امرِ عظیم کو جو ستونِ دین اور الٰہی امانت ہے صحیح طور پر انجام دیا ہے یا نہیں؟ پھر ساری عبادتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا۔

گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں

جناب امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

ذنب مغفور و ذنب یرجیٰ لصاحبہ و ذنب غیر مغفور

یعنی گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ گناہ جو بخش دیا جائے گا۔

دوسرے وہ گناہ جس کا ارتکاب کرنے والے کے لئے بخشش کی امید ہے۔

تیسرے وہ گناہ جو بخشا جانے والا ہی نہیں ہے۔

جو گناہ بخشا جائے گا وہ ہے جس کی تلافی دنیا میں ہو چکی ہو یعنی مثلاً اس کے کرنے والے پر حدِ شرعی جاری ہو چکی ہو، کیونکہ خداوند عالم اس سے زیادہ بڑا اور کریم ہے کہ ایک گناہ پر دوہری سزا دے۔ دوسرا گناہ جس کے مرتکب کے لئے بخشش کی امید ہے وہ گناہ ہے جس کی تلافی دنیا میں نہ ہوئی ہو لیکن اس گناہ گار نے توبہ کر لی ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

مرصاد یا حق الناس کی گھاٹی

تیسرا گناہ جو بخشے جانے کے قابل ہی نہیں ہے حقوق ومظالم عباد ہیں جو ایک دوسرے کے ذمے باقی رہ جاتے ہیں یا عائد ہو جاتے ہیں یہی حقوق الناس ہیں جس سے خدا درگزر نہیں فرمائے گا۔ اگر کسی نے کسی کا ذرہ برابر مال یا تنکے کے برابر کوئی چیز ناحق یا غصب کر کے لی تو خداوند عالم میدان محشر میں اس کی تلافی ظالم سے کرائے گا چنانچہ مرصاد جو آیہ مبارکہ قرآنی ؛ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ (سورہ فجر ۸۹ آیہ ۱۴) میں آیا ہے۔ اس کی تفسیر "حق الناس کی گھاٹی" کی گئی ہے یعنی تمہارا پروردگار کمین گاہ میں ہے کہ ہر شخص کا حق اسے واپس دلائے۔

ایک تنکے کیلئے ایک سال مُوقف میں معطّلی

محدث قمی نے منازل الآخرۃ میں سلیمان دارائی جو مشہور زاہدوں اور عبادت گزاروں میں سے ہے اور اس کا ذکر زُہّاد و عباد کے تذکروں میں کثرت سے آیا ہے۔ اس کی حکایت نقل فرماتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد بعض لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا اس سے احوال پرسی کہ تم اب کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ ایک سال ہو گیا کہ ایک گھاٹی میں معطّل ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز گھاس کے گٹھے شہر میں لے جائے جا رہے تھے۔ میں نے اس میں سے ایک تنکا توڑ لیا کہ اس سے خلال کروں (مرنے کے بعد) ایک سال سے عتاب میں مبتلا ہوں کہ تو نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لوگوں کے مال میں کیوں تصرّف کیا؟ کیا تجھے معلوم ہے کہ اس کا مالک راضی تھا؟

ہزار برس مظالم کی گھاٹی میں

یہ مت کہو کہ ایک تنکے کی بھی کوئی وقعت و مالیت ہے؟ صحیح ہے کہ اس کی کوئی مالیت

نہیں ہے لیکن بہر حال مال تو ہے، کسی کی ملکیت تو ہے؟ بعض افراد ہیں جو مالک کی موجودگی میں اور اس کے سامنے چیز اٹھا لیا کرتے ہیں (اور وہ بیچارہ شرم ولحاظ کی وجہ سے خاموش رہ جاتا ہے اور کچھ نہیں بولتا) یہ "اخذ بحیاء" ہے جس کے متعلق روایت میں وارد ہے "الماخوذ حیاءً کالماخوذ غصباً" یعنی اس طرح لینا بھی حرام ہے۔

ایسا کام کیجئے کہ جس وقت دنیا سے جائیں تو آپ کے کندھوں پر کوئی ہلکا سا بھی بوجھ نہ ہو۔ اگر اب تک بھی اس طرح متوجہ نہیں تھے یا کوتاہی کی ہے تو اب سے مالکوں سے حلّیت حاصل کر لیجئے۔ یہ مظالم کی گھاٹی بھی اشخاص کے اعتبار سے تفاوت رکھتی ہے، چنانچہ بعضوں کے لئے اس موقف میں معطّلی کی مدت ہزار سال ہوگی۔

اخذِ حقوق — حقوق گیری

خداوند عالم بندوں کے معاملے میں دو طرح کے معاملے عمل میں لائے گا۔ ایک معاملہ عدل پر مبنی ہوگا اور دوسرا اس کے فضل وکرم پر مبنی ہوگا۔ ہر وہ شخص جس کے ذمے کسی دوسرے کا حق ہوگا اس حق کے برابر اس شخص کی نیکیوں میں سے خارج کر کے صاحبِ حق کو دیا جائیگا یہ معاملہ عدل پر مبنی ہوگا مثلاً اگر کسی کی غیبت کی یا کسی پر تہمت لگائی تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس غیبت کرنے والے یا تہمت لگانے والے کی نیکیوں میں سے کتنی نیکیاں اس غیبت وتہمت کے عوض میں خارج کر کے اس مُغتاب ومتّہم کو عنایت کرے گا۔ اب اگر یہ غیبت کرنے والا خود ہی عملِ خیر کے اعتبار سے مفلس وقلاش ہوگا تو عدلِ الٰہی کا تقاضا یہ ہوگا کہ اسی غیبت وتہمت کے برابر مغتاب ومتہم کے گناہ اس شخص کے نامۂ اعمال میں بڑھا دے۔

کوئی ظالم اس دن اپنے کیفر کردار سے بچ نہیں سکتا

روضۂ کافی میں حدیث ۷۹، ایک طولانی حدیث قیامت کے روز حساب خلائق اور حقوق

Presented by www.ziaraat.com

و مظالم کا بدلہ لینے کے سلسلے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں ۔ کہ خدا فرماتا ہے :۔

"میں ہی وہ خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں ہے۔ میں وہ حاکم و منصف ہوں کہ جو خلافِ حق نہیں کہتا۔ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ آج میری بارگاہ میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ میں آج طاقتور سے کمزور کا بدلہ لوں گا اور قرضدار سے قرضخواہ کا قرض وصول کروں گا اور لوگوں کے حسنات و سیئات کے ذریعہ ایک دوسرے کے حقوق اور قرضوں کا عوض دلاؤں گا۔ آج وہ دن ہے کہ اس پر پیچ راستے اور کٹھن منزل سے کوئی شخص میرے سامنے سے نہیں گزر سکتا اس حال میں کہ کوئی مظلمہ اس کی گردن پر ہو۔ اے اہلِ محشر! ایک دوسرے کے گریبان پکڑو اور تمہارا جو حق بھی کسی کے ذمہ باقی ہو جو تم سے دنیا میں ظلم و ستم سے لیا گیا تھا اس شخص سے وصول کرو، میں خود تمہارا اس شخص کے خلاف گواہ ہوں۔"

مومن کا قصاص و تاوان کافر سے اور کافر کا مومن سے

مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ ایک مردِ قریشی نے امامؑ سے کہا کہ "اے فرزندِ رسولؐ! اگر کوئی مردِ مومن کسی کافر کے ذمے اپنا کوئی حق رکھتا ہو تو وہ شخص اس کافر سے جو اہلِ جہنم ہے کیا چیز بدلے میں لے گا۔؟"

امامؑ نے فرمایا: "کہ اس مردِ مسلمان کے گناہوں میں سے اس حق کے برابر کم کر کے اس کافر کے اعمالِ بد بلکہ کفر کے عذاب میں اضافہ کر دیا جائے گا۔"

اس مردِ قریشی نے کہا کہ "اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے ذمے کوئی حق رکھتا ہو تو وہ اپنا یہ حق اس مردِ مسلم سے کیوں کر حاصل کرے گا۔؟"

امامؑ نے فرمایا "کہ اس حقدار مسلمان کے حق کے عوض اس ظالم کے نیک اعمال میں سے کم کر کے اس حقدار مسلمان کے اعمالِ خیر میں اضافہ کر دیا جائے گا۔"

اس مردِ قریشی نے کہا "اگر اس ظالم کے نامۂ عمل میں کوئی نیکی ہی نہ ہو تو ؟"

امامؑ نے فرمایا "اس مظلوم حقدار کے گناہوں میں سے اس کے حق کے برابر کم کر کے اس ظالم کے اعمالِ بد میں اضافہ کر دیا جائے گا۔"

حق کے برابر عذاب میں تخفیف

یہ بات تشنۂ تحریر نہ رہ جائے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کے ذمہ کوئی حق رکھتا ہوگا تو چونکہ کافر مسلمان کی نیکیاں لینے کی قابلیت نہیں رکھتا لہٰذا مقتضائے عدلِ الٰہی یہ ہوگا کہ اس کافر کے حق کے برابر اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ اس مسئلے کو مزید سمجھنے کے لئے اس مردِ عابد کی داستان کی طرف رجوع کیا جائے جو ایک یہودی کے پانچ قِران کا مقروض تھا وہ داستان اسی کتاب میں پہلے بیان کی گئی ہے۔

ادعاءِ حقوق کا خوف

کتاب لئالی الاخبار صفحہ ۵۴۸ میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ایک بندے کا ہاتھ پکڑ کر اونچا کریں گے کہ سب اسے دیکھ لیں پھر کہا جائے گا کہ جو کوئی اس شخص کے ذمہ کوئی حق رکھتا ہو وہ آئے اور اس شخص سے اپنا حق وصول کرے اور اہلِ محشر کے لئے اس سے زیادہ سخت کوئی امر نہیں ہوگا کہ وہ کسی ایسے شخص کو دیکھ لیں جو انہیں پہچانتا ہو اور شناسائی رکھتا ہو، اس خوف سے کہ کہیں وہ ان کے خلاف کسی حق کا دعویٰ نہ کر دے۔

روزِ قیامت میں سب سے زیادہ مفلس

اسی کتاب میں پیغمبرِ خداؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے ؟ لوگوں نے کہا، مفلس ہمارے درمیان وہ شخص ہے جس کے پاس نقد

Presented by www.ziaraat.com

و اثاثہ اور کوئی ملکیت نہ ہو۔ رسالتمآبؐ نے فرمایا: "درحقیقت میری امت کا مفلس انسان وہ شخص ہے جو میدانِ محشر میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جنہیں بجالا چکا تھا لے کر آئے مگر اس حالت میں کہ کسی کو سب وشتم (گالی) دیا ہو اور کسی کا مال (ناحق) کھایا ہو اور کسی کا خونِ ناحق بہایا ہو یا کسی کو مارا ہو۔ پس اس کی نیکیاں مذکورہ حقداروں پر ان کے حقوق کے مطابق بانٹ دی جائیں گی یہاں تک کہ اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی پھر بھی وہ مقروض رہے گا یعنی حقوق اس کے ذمے باقی رہ جائیں گے تو حقداروں کے گناہ اس شخص کے گناہوں میں شامل کر دیئے جائیں گے۔

معاملہ بفضل

عنایتِ پروردگار جس شخص کے شامل حال ہوگی، باوجودیکہ اس کے ذمے مظالم و حقوق ہوں گے وہ حق الناس کے موقف میں معطل ہوگا، بعض اشخاص اپنے پسینہ میں ڈوب رہے ہونگے، اس وقت خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے بہشتی قصروں میں سے ایک قصر کو نمایاں فرمائے گا اور ندا آئے گی، "اے وہ لوگو! جو میرے فلاں بندے کے ذمے حق رکھتے ہو، اگر تم چاہتے ہو کہ اس حق کے عوض اس قصر میں قیام کرو تو میرے اس بندے کو معاف کر دو اور چھٹکارا دلا دو۔

صحیح ہے کہ جو شخص خدا کے ساتھ اپنے معاملات درست رکھتا ہے اس کا کام ہر جگہ درست رہتا ہے، اگر خدا اصلاح نہ فرمائے تو بھلا کب ایسا ممکن ہے؟ یہی وجہ ہے امام سجادؑ نالہ فرماتے ہیں۔ و من ایدی الخصماء غداً من یخلصنی۔ یعنی "خدایا! کل دعوےٰ کرنے والوں کے ہاتھوں مجھے کون (تیرے سوا) نجات دلائے گا۔"

آئیے ہم اور آپ بھی دعا کریں: "پروردگار! تو ہمارے ساتھ اپنے فضل و کرم کے ساتھ معاملہ فرما۔" الٰھی عاملنا بفضلک ولا تعاملنا بعدلک یا کریم۔ حضرتؑ نے ابوحمزہ ثمالی کو جو دعا تعلیم فرمائی تھی اس میں کئی مقام پر اس امر کے متعلق نالہ فرماتے ہیں: والی معروفک ادیم نظری فضلک رجائی۔ خدایا تیرے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔

حوضِ کوثر

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ○ (سورۃ کوثر ۱۰۸۔ آیت ۱)

اسلامی مسلمہ امور و عقائد میں سے جس کی صراحت قرآن مجید میں ہوئی ہے اور روایاتِ عامہ و خاصہ بھی اس کے مطابق ہمارے پیش نظر ہیں، حوضِ کوثر ہے۔ "وہ خیر کثیر جو خداوند عالم نے اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰؐ کو مرحمت فرمایا ہے۔"

اس حوض کی لمبائی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں صنعاء یمن سے بصرہ تک ہے اور آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر جام اس کے کنارے ہوں گے جو حور العین کے ہاتھوں سے بھرے جائیں گے اور مومنین کو دیئے جائیں گے۔ یہ جام مختلف قسم کے ہونگے، کچھ بہشتی چاندی کے ہوں گے اور کچھ بلور کے۔

حوضِ کوثر۔ بہشتی شراب۔ دُودھ اور شہد کی نہریں

بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حوض کوثر تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔

انہار من خمر لذۃ للشاربین وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ و انہار من عسل مصفّیً۔

"بہشتی شراب دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی"۔ بہرحال مسلّم ہے کہ پیغمبر خداؐ کا یہ حوض شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا کہنا اس حوض کا جس کا پینا گوارا ہوگا کہ جس کے بعد ہرگز پیاس محسوس نہ ہوگی۔

و اسقنا من حوض جدہ بکاسہ و بیدہ ریّاً رویّاً ھنیئاً لاظمأ بعدہ ابداً۔ (دعائے ندبہ)

شیخ شوستریؒ نے خصائص میں اور دوسرے محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

کہ حوضِ کوثر کے ساقی جناب سرور کائنات ص اور مولائے کائنات امیر المومنین ع ہوں گے اور ہر مومن کو آبِ کوثر نصیب ہوگا۔

کوثر عزادارانِ حسین ع سے شاد و مسرور ہوتا ہے

حسینی عزاداروں کو حوضِ کوثر سے ایک اور خصوصیت حاصل ہے۔ امام صادق ع فرماتے ہیں:
ان الکوثر لاشد فرحا لباک الحسین ع۔ امام ع فرماتے ہیں کہ حسین علیہ السلام پر رونے والے جب حوضِ کوثر پر وارد ہوں گے تو حوضِ کوثر شاد و مسرور ہوگا۔

حوضِ کوثر کے متعلق زیادہ تفصیلات جاننے کے لئے مرحوم خیابانی کی کتاب " محرم و وقائع الایام " کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

ASSOCIATION KHOJA
SHIA ITHNA ASHERI
JAMATE
MAYOTTE

نغمہ بہشتی سے آگاہ ہونے والے کان

رسالتمآب ص نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس حوض کے اطراف میں ہزار درخت خلق فرمائے ہیں ہر درخت میں تین سو ساٹھ شاخیں اور پتے ہیں اور ہر پتے سے مختلف نغمے بلند ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ان طرب انگیز نغموں اور خوش آئند آوازوں کو سنیں تو آپ کو چاہئے کہ اپنے کان اس قابل بنالیں یعنی دنیا کی موسیقی اور یہاں کے لہو ولعب سے اپنے کانوں کو آشنا نہ کریں۔

محمد ص و آلِ محمد ص کی عظمت کا ظہور

صاحب لواء الحمد والمقام المحمود

منازل قیامت میں سے ایک منزل وہ بھی ہوگی جہاں محمد ص و آلِ محمد ص علیہم السلام کی عظمتِ شان و جلالتِ قدر کا مظاہرہ ہوگا۔

لواء حمد سے مراد وہ نور کا عَلَم ہے جس کی بلندی ہزار سال کے راہ کے برابر ہوگی۔ اس

میں تین پھریرے ہوں گے جن میں سے ہر ایک کی لمبائی مشرق و مغرب کے درمیانی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوسری روایت میں وارد ہے کہ اعظم من الشمس والقمر یعنی ہر پھریرا آفتاب و ماہتاب سے بھی بڑا ہوگا۔ ایک پھریرے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوگا اور دوسرے پر الحمد للہ رب العٰلمین اور تیسرے پھریرے پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوگا۔

تمام انبیاء ع و مرسلین ع و صلحا و مومنین اس علم کے سائے میں قیام کریں گے جس کے علمدار شاہِ خیبر گیر جناب امیر علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہوں گے۔

منبرِ وسیلہ

و قرّب الیہ الوسیلہ

مذکورہ عبارتِ دعا میں وسیلہ سے مراد جناب رسالتمآب ص کا وہ خاص منبرِ نور ہے جو میدانِ محشر میں نصب کیا جائے گا۔ وہ منبر ایک ہزار زینوں کا ہوگا اور ہر زینہ سے دوسرے زینے تک زمرد و زبرجد و یاقوت اور سونا جڑا ہوا ہوگا اور یہ سب جواہرات بہشتی ہوں گے۔ سب سے اوپر والا زینہ (عرشۂ منبر) حضرت خاتم الانبیاء ص کے لئے مختص ہوگا اور اس سے نیچے والا دوسرا زینہ وصی بلا فصلِ پیغمبر ص جناب امیر المومنین ع کے لئے ہوگا اور اس کے بعد والے زینے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور دوسرے انبیاء و اوصیا کے لئے ہر ایک کے مدارج کے اعتبار سے ہونگے۔

مقامِ محمود

پیغمبر اکرم ص اس شان کے منبر پر تشریف فرما ہوا ، گے اور پروردگارِ عالم کی حمد و ثناء کا آغاز فرمائیں گے تو ایسی مدحِ پروردگار فرمائیں گے کہ اوّلین و آخرین میں سے کسی نے بھی ایسی مدح پروردگار نہیں کی۔ حمد و ستائش پروردگار عالم کے بعد پیغمبر اکرم ص ملائکہ ، انبیاء ع ، صلحاء

Presented by www.ziaraat.com

مومنین سے فرمائیں گے۔ کیا کہنا اس سعادت و افتخار کا کہ ایسے مقام بلند و رفیع پر عالمِ وجود کی سب سے پہلی شخصیت کسی کو یاد کرے۔ پروردگار! ہم کو صلحاء کے زمرے میں قرار دے۔ زیارت عاشور میں اس جملے کو غور سے پڑھئے:

واسئل اللہ ان یبلغنی المقام المحمود الذی لکم عند اللہ

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس مقام محمود پر پہنچا دے جو (اے آلِ محمدؐ) آپ بزرگواروں کے لئے خدا نے مقرر فرمایا ہے۔

یہ مقامِ بلند و ارجمند جناب رسالتمآبؐ کی شب بیداری و سحر خیزی کا صلہ ہے جو حضرتؐ کو ملا ہے:

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ
مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (سورۃ اسریٰ ۱۷- آیت ۷۹)

ترجمہ: اور رات کے خاص حصے میں نمازِ تہجّد پڑھا کرو یہ سنت تمہاری (خاص) فضیلت ہے قریب ہے کہ (قیامت کے دن) خدا تم کو مقامِ محمود تک پہنچائے۔

آنحضرتؐ نے دس سال تک تا صبح آرام نہیں فرمایا اور اس قدر عبادت فرمائی کہ آپ کے پائے اقدس متورّم ہو گئے۔

علی ابن ابیطالبؑ بہشت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے

قسیم النار والجنۃ

اسی مقامِ محمود پر حسین ترین ملک جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرے گا اور کہے گا کہ میں کلیدارِ جنت، رضوان ہوں۔ پھر وہ جنت کی کنجیاں آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ اس کے بعد ایک مہیب و خوفناک فرشتہ خدمتِ پیغمبرؐ میں حاضر ہو کر جہنم کی کنجیاں حضرتؐ کی خدمت میں پیش کریگا۔ آنحضرتؐ وہ سب کنجیاں مولائے کائنات

حضرت علی ابن ابیطالبؑ کے سپرد فرمائیں گے۔ جناب امیرؑ صراط کے پاس تشریف لائیں گے اور جس شخص کو اجازت مرحمت فرمائیں گے وہ بہشت میں جائیگا ورنہ آتشِ جہنم کے شعلے اسے جہنم میں گھسیٹ لیں گے۔

پیغمبرِ خداؐ جناب امیرؑ سے فرمائیں گے۔ یا علیؑ! آتشِ جہنم تمہاری جتنی اطاعت کرتی ہے وہ اس غلام کی اطاعت سے کہیں زیادہ ہے جو وہ اپنے آقا کی کرتا ہے۔

صراط

وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ○ (۲۳-۷۴)

ترجمہ: اور اس میں شک نہیں کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔

صراط بھی ان چیزوں میں سے ہے جن کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اور جو ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ اجمالاً اس کا عقیدہ بھی ضرور رکھنا چاہئے۔

صراط کے لغوی معنی "راستہ" ہیں۔ جو لوگ دنیا میں راہِ راست پر رہے ہیں یعنی حق و حقیقت، درستی و دینداری کے جادۂ مستقیم سے منحرف نہیں ہوئے ہیں وہ آخرت میں بھی اس صراط سے جو جہنم پر قائم ہوگا صحیح و سالم گزر جائیں گے۔ ان میں سے بعض مثلِ برق گزر جائیں گے، کچھ گھوڑے پر سوار انسان کی طرح اور کچھ گرتے پڑتے گزریں گے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا میں جس طرح رہے ہوں اور راہِ شریعت میں جس طرح گامزن رہے ہوں گے اسی انداز سے وہاں صراط پر سے بھی گزریں گے۔

جہنم کی ہزار مہاریں ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں

آیہ مبارکہ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ (الفجر ۸۹- آیت ۲۳) کی تفسیر میں جناب سرورِ کائناتؐ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

" بروز قیامت جہنم کو لائیں گے اس حالت میں کہ اس کی ایک ہزار مہاریں ہوں گی اور ہر مہار

Presented by www.ziaraat.com

کو ایک ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے، اس طرح ہزار ہزار (دس لاکھ) فرشتے جہنم کو کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ جہنم نعرہ مارے گی اور اس سے آگ کے شعلے بلند ہوں گے۔ ادھر وہ تمام اہل محشر کو نگینہ کی طرح اپنے حصار میں لے لے گی۔ اہل محشر اس طرح مضطرب و بے قرار ہوں گے کہ قریب بہ ہلاکت پہنچ جائیں گے۔ اس وقت حکم پروردگار ہوگا کہ صراط کو لایا جائے۔ ایک پل جہنم پر قائم کیا جائیگا اور تمام لوگوں کو اس پل پر سے گزرنا ہوگا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور کسی کے لئے استثناء بھی نہ ہوگا۔ قرآن مجید کی سورۃ مریم کی آیت ۷۱،۷۲ اس امر کی صراحت کرتی ہے:۔

وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○
ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ○

ترجمہ: تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے (کیونکہ پل صراط اسی پر ہے) یہ تمہارے پروردگار پر حتمی اور لازمی (وعدہ) ہے۔ پھر ہم پرہیزگاروں کو بچائیں گے اور نافرمانوں کو گھٹنوں کے بل اسی میں چھوڑ دیں گے۔

کیا بہشتی اور کیا جہنمی سب کو اس راستے سے گزرنا پڑے گا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ اس راستے میں سات گھاٹیاں ہوں گی اور ہر گھاٹی میں چند موقف ہوں گے اور ہر موقف سترہ ہزار فرسخ کی مسافت رکھتا ہوگا اور ہر گھاٹی میں ستر ہزار ملک مامور ہیں۔ غرض سب کو ان گھاٹیوں سے گزرنا لازمی ہے۔

پہلی گھاٹی الرحم والامانۃ والولایۃ

پل کے شروع میں ہی تمہارا راستہ روک لیں گے۔ اے وہ شخص جس نے اپنے بھائی سے، باپ سے اور اپنی ماں سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ قطع رحم کے علاوہ اس نتیجہ بد کے جس کا ظہور دنیا ہی میں ہو جاتا ہے از قبیل کوتاہی عمر اور مال سے برکت کا سلب ہو جانا۔ آخرت میں بھی پل صراط کے ابتدائی ہی موقف میں اس کی بازپرس ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ (سورۃ النساء ۴ - آیت ۱)

ترجمہ: اور اس خدا سے ڈرو جس کے وسیلے سے آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحم سے بھی (ڈرو)

اگر تمہارے اعزہ و اقرباء و ذوی الارحام میں سے کوئی مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اگر وہ محتاج ہو تو اس کی دستگیری و مدد کرو۔ اگر وہ کوئی حاجت رکھتا ہو تو اسے پوری کرو، لازم اوقات میں اس کی ملاقات کے لئے جاؤ۔

بات اور مال میں خیانت

دوسرا موقف امانت ہے، یہ صرف مال کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص کسی بات (راز) کو تمہارے پاس امانت رکھے اور یہ کہے کہ کسی سے نہ کہنا! تو اگر تم نے وہ بات کسی دوسرے سے کہدی تو یہ بھی امانت میں خیانت ہوگی۔ المجالس بالامانۃ۔ اگر کسی کو ذلیل و رسوا کیا تو تم نے اس سے بھی خیانت کی یا کسی کے مال میں مثلاً کسی نے اپنا گھر تمہارے پاس گروی رکھا تھا اور وعدہ کے مطابق ٹھیک وقت پر اس نے تمہارے پیسے ادا کر دیئے اور تم نے اس کا گھر اسے واپس نہیں کیا تو یہ بھی خیانت ہے۔ کیونکہ یہ قرارداد سے زیادہ تصرف ہوگا، اسی طرح اگر تم نے کسی کا مکان یا کسی کی دکان اجارے پر لی تو جونہی مدت اجارہ پوری ہو جائے فوراً اسے بلا تاخیر تمہیں خالی کر دینا چاہئے اور اسے واپس دے دینا چاہئے۔ مختصر یہ کہ خیانت قولی ہو یا فعلی بہر صورت اس کے متعلق بازپرس کی جائے گی۔

پل صراط سے گزرنے کے لئے ولایت علیؑ کا پروانہ

پہلی ہی گھاٹی میں ایک اور موقف جس کے بارے میں سنی و شیعہ روایات کی تعداد بہت ہے وہ ولایت جناب امیرالمومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے۔ تفسیر ثعلبی وغیرہ میں آیۂ شریفہ

Presented by www.ziaraat.com

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُولُوْنَ (سورۃ صافات ۳۷، آیت ۲۴) کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ "مسئولون عن ولایت علی ابن ابیطالبؑ" یعنی انہیں روکو! ان سے بھی پوچھا جائے گا یعنی ولایت علی ابن ابیطالبؑ کے بارے میں ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا یہ دوستدارِ علیؑ بھی ہیں یا نہیں؟

حموینی اور طبری جو دونوں اجلہ علماء اہلسنت سے ہیں جناب رسولخداؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"یا علیؑ! جو شخص تمہاری ولایت کا پروانہ رکھتا ہوگا وہ صراط سے گزر جائے گا۔"

اس کے علاوہ اور بہت سی روایات اس بارے میں ہیں جنہیں بنظر اختصار ذکر نہیں کیا گیا۔

دوسری گھاٹی۔ الصّلوٰۃ نماز

پہلی گھاٹی سے ولایتِ علی ابن ابیطالبؑ، امانت کی واپسی اور صلۂ رحم سے گزر کر نماز کی گھاٹی میں پہنچے گا، یومیہ واجب نمازوں، نماز آیات و قضا وغیرہ کے بارے میں سوال کیا جائیگا جیسا کہ پہلے بھی اس طرف اشارہ کیا گیا۔

جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا: میری شفاعت کو وہ شخص نہیں پا سکتا جس نے نماز کو ضائع کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی آخری وصیت یہ تھی: لا تنال شفاعتنا من استخف بالصلوٰۃ (سفینۃ البحار) ہماری شفاعت ان لوگوں تک پہنچ ہی نہیں سکتی جنہوں نے نماز کو سُبک سمجھا۔ مثلاً نمازِ صبح کو سورج نکلنے پر یا نکلنے کے قریب پڑھنا اور نماز ظہرین کو غروب آفتاب کے وقت پڑھنا۔ ایسے لوگوں کو بھی شفاعتِ معصومینؑ نہیں نصیب ہوگی چہ جائیکہ ان لوگوں کو جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔

روایات میں ہے:

تارک الصلوٰۃ پیاسا مرتا ہے اور پیاسا ہی بروز قیامت قبر سے اٹھے گا۔

بچوں کو نماز سکھائیے اور اس کا عادی بنائیے

مختصر طور پر ایک موضوع جس کے متعلق تاکید کرنا چاہتا ہوں تاکہ سب جان لیں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں وہ مسئولیت و ذمہ داری ہے جو اپنے بچوں کے سلسلے میں ہم پر عائد ہوتی ہے ہمیں چاہیئے کہ بچوں کو بلوغ تک پہنچنے سے پہلے ہی نماز کا عادی بنا دیں۔ ہم پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ وہ نماز گزاروں میں شمار ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا نتیجہ ہم کو ملے گا۔ بچہ جو عمل بھی ہماری (یعنی ماں باپ کی) کوششوں کے نتیجے میں انجام دیگا اس کے بلوغ سے قبل اس عمل کا ثواب ماں باپ کو ملے گا اور اس کے بالغ و مکلف ہونے کے بعد بھی چونکہ ماں باپ سببِ خیر و داعی الی الخیر تھے لہٰذا خداوند متعال کا لطف و کرم ان کے شاملِ حال ہوگا۔

بچے کا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا گنہگار باپ سے عذاب کے خاتمے کا باعث ہوتا ہے

آپ نے سنا ہوگا کہ کوئی نبیؑ اپنے اصحاب کے ساتھ کسی قبرستان سے گزر رہے تھے کہ نبیؑ نے اپنے اصحاب سے کہا جلدی آگے بڑھ جاؤ کیونکہ اس صاحبِ قبر پر عذاب ہو رہا ہے۔ ایک سال بعد پھر وہی نبیؑ اپنے اصحاب کے ساتھ اسی قبرستان سے گزر رہے تھے مگر اب وہاں عذاب کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ نبیؑ نے بارگاہ رب العزت میں سوال کیا: پروردگارا! کیا وجہ ہے کہ اب یہ میت معذّب نہیں ہے؟ ندا آئی کہ اس شخص کے ایک لڑکا تھا۔ اس شخص کے مرنے کے بعد اس بچے کو لوگ مکتب میں لے گئے، استاد نے اس کو سکھایا کہ وہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کہے۔ جب اس بچے نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کہا اور ہم کو رحمٰن و رحیم کے صفات سے یاد کیا تو ہم نے بھی اس کے باپ سے (جو بچے کی خلقت کا ذریعہ

Presented by www.ziaraat.com

تھا) عذاب اٹھالیا۔

غرض یہ ہے کہ بچہ کی عبادتوں کی تاثیر والدین کے لئے بھی نفع بخش ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب کے ذمہ یہ شرعی وظیفہ ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ہمارا فریضہ پہلے نمبر پر اپنے اہل وعیال سے متعلق ہوگا اس کے بعد سارے اقارب سے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (سورۃ الشعراء ۲۶ - آیت ۲۱۴)

(اے رسول) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذابِ خدا سے) ڈراؤ۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورۃ تحریم ۶۶ - آیت ۶)

ترجمہ: اے ایماندارو! اپنے آپ کو اور اپنے بال بچوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

تیسری گھاٹی۔ الخمس والزکوٰۃ

اگر کسی شخص کے ذمے خمس یا زکوٰۃ کا ایک درہم بھی باقی رہ گیا ہوگا تو اس تیسری گھاٹی میں اس کو روک دیا جائے گا۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں پر عذاب کے بارے میں روایتیں بہت ہیں منجملہ ان کے معصومؑ فرماتے ہیں کہ: "خداوند عالم زکوٰۃ نہ دینے والے پر اقرع کو مسلط کریگا جو اس کی گردن میں لپٹ جائے گا۔" (اژدہے کا زہر جب بہت زیادہ ہوجاتا ہے تو اس کے سارے بال گر جاتے ہیں۔ عربی میں ایسے اژدہے کو "اقرع" کہتے ہیں)

دوسری روایت میں حضرتؑ فرماتے ہیں: "جو کسان اپنی زراعت کی زکوٰۃ نہیں دیتا یہی زمین اپنے ساتوں طبقات کے ساتھ اس کی گردن میں طوق بن جائے گی۔"

اسی طرح حضرت حجت العصر عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے زمانۂ ظہور میں مانع زکوٰۃ کو قتل کردیں گے۔

پس ہوشیار! ایسا نہ ہو کہ کسی کے ذمہ زکوٰۃ کا ایک درہم بھی باقی رہ جائے، کیونکہ اگر سونا و چاندی سکہ دار جمع کیا ہوگا اور اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے گا تو روزِ قیامت اس درہم و دینار کو آگ میں سرخ کرکے اس سے اس شخص کے پہلو پر داغیں گے۔

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ (سورۃ التوبہ ۹ - آیت ۳۵)

ترجمہ: جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں گرم (اور سرخ) کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لئے (دنیا میں) جمع کرکے رکھا تھا تو (اب) اپنے جمع کئے کا مزہ چکھو۔

ضمناً یہ بھی سمجھ لیجئے کہ زکوٰۃِ مال اور زکوٰۃ بدن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ عید فطر کی شب میں بھی اپنے مال سے زکوٰۃ بدن (فطرہ) ادا کرنا چاہئے۔

جس وقت خود شفیع ہی فریق مقابل ومخاصم ہوجائے

اب رہا قضیہ خمس، تو اس کے بارے میں سخت باز پرس سے متعلق زکوٰۃ سے بھی زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں مگر اس کی تاکید کے لئے فقط ایک روایت کافی ہے جو کتاب کافی وتہذیب ومن لایحضرہ الفقیہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جس میں حضرتؑ نے فرمایا:

ان اشد ما فیہ الناس یوم القیامۃ ان یقوم صاحب الخمس فیقول یا رب خمسی۔

یعنی قیامت کے دن لوگوں کے لئے وہ وقت سب سے سخت ہوگا جبکہ مستحقین خمس اٹھیں گے اور ان لوگوں سے اپنے حق کا مطالبہ کریں گے جنہوں نے ان کے حقوق ادا نہ کئے ہوں گے اور اس گناہ کی اہمیت وشدت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو حضرات شفاعت کرنے والے ہیں وہی فریق مقابل وفریق مخاصم ہوں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

چوتھی گھاٹی ۔ الصّوم

چوتھی گھاٹی میں ماہ مبارک رمضان کے روزوں کے متعلق سوال ہوگا۔ اَلصَّوۡمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ۔ روزہ جہنّم کے مقابلے میں ایک سپر ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، ایک افطار کے وقت کہ ایک خاص فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ دوسری خوشی "عند لقاء اللہ" بوقتِ جانکنی یا مرادا سے گزرتے وقت حاصل ہوگی جبکہ وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا۔

پانچویں گھاٹی ۔ الحج

اگر کسی شخص کے لئے اس کی عمر کے کسی حصے میں استطاعت کے شرائط مکمل ہو جائیں پھر بھی وہ حج بجالانے کے لئے نہ جائے تو اسے اس گھاٹی میں روک دیا جائے گا۔ بلکہ بنا بر روایت دو گروہ ایسے ہیں جن سے بوقتِ موت کہا جائے گا "مت یہودیًا او نصرانیًا" یعنی تمہاری موت ملتِ یہود یا نصاریٰ پر واقع ہو رہی ہے (دین اسلام پر نہیں) ایک زکوٰۃ نہ دینے والا اور دوسرے تارک الحج (حج نہ کرنے والا) اور اس شخص کی مذمت و دنائت کے لئے جو حج واجب نہ بجالائے یہی کافی ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں اسکو کفر سے تعبیر کیا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (سورۃ آل عمران آیت ۹۷)

ترجمہ: اور لوگوں پر واجب ہے کہ محض خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے باوجود قدرت حج سے کفر کیا (تو یاد رکھئے کہ) خدا سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

ان موضوعات کے بارے میں اس سے زیادہ بحث مناسب نہیں ہے کیونکہ اس طرح اصول عقائد

کی بحث سے خارج ہو رہے ہیں۔ مقصد صرف بیشتر مومنین کے لئے فہرست پیش کرنا ہے۔

چھٹی گھاٹی ۔ الطھارۃ

ابن عباس کی روایت میں ہے کہ طہارت سے مراد "الطہارات الثلاث" یعنی تینوں طہارتیں ہیں یعنی وضو، غسل اور تیمم ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ مطلق طہارت مراد ہے۔ اگر کوئی شخص طہارت کا پابند نہ ہو (خصوصًا خواتین اس کا لحاظ رکھیں کہ اپنے مخصوص غسلوں کو ان کے اوقات پر بجالایا کریں ورنہ) عقبۂ ششم کے موقف پر اس کے متعلق بازپرس کی جائے گی، بلکہ روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ نجاسات سے پرہیز و احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے فشارِ قبر کی سزا بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا۔

عقبۂ ہفتم ۔ مظالم

اس گھاٹی کو عقبۂ عدل اور عقبۂ حق الناس سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں اس کو "مرصاد" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی کمین گاہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (فجر ۸۹۔ آیت ۱۴) اگر کسی کو بلا وجہ ایک طمانچہ مارا ہوگا تو اس شخص کو پانچ سو سال تک اسی مقام پر روک کے رکھیں گے۔ ناحق طمانچہ مارنے کے جرم کی سزا میں اس کی ہڈیاں چور کردی جائیں گی۔

میاں دکاندار! تمہیں کیا حق ہے کہ اپنے شاگرد کو مارتے ہو؟ معلّم صاحب! تم کس وجہ شرعی کی بنا پر بچے کی تنبیہ کرتے ہو؟ کہ یہ تنبیہ کبھی کبھی بے زبان شاگرد کے بدن کو سیاہ کر دیتی ہے۔ اے شوہرانِ نامدار! تم اپنی بیویوں کو کیوں زد و کوب کرتے ہو، آخر شوہر کو کیا حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی پر ہاتھ اٹھائے؟

ہاں بعض موارد استثنائی ہیں جہاں فی الجملہ حق دیا گیا ہے، لیکن ایسے مواقع بہت کم بلکہ شاذ و نادر ہی پیش آتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں ورنہ ذکر کرتے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَالّٰتِي تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ (۴ - ۳۴)

ترجمہ : اور وہ عورتیں جن کے سرکش ہونے کا تمہیں اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ اور (اس پر نہ مانیں تو) تم ان کے ساتھ سونا چھوڑ دو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) مارو (مگر اتنا کہ خون نہ نکلے اور کوئی عضو نہ ٹوٹے) پس اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو تم بھی ان کے نقصان کی راہ نہ ڈھونڈو۔

چالیس سال قید اور چالیس سال عتاب و جھڑکیاں

خلاصہ یہ کہ کون ہے جو اس کا دعویٰ کر سکے کہ مظالم عباد اس کے ذمے نہیں ہیں۔ معصومؑ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کے حق کو روکے رکھا ہو مثلاً کسی کی امانت واپس نہ دے تو اس گھاٹی میں اس کو چالیس سال محبوس رکھیں گے اور اس سے کچھ نہ کہیں گے اور وہ اس مدت میں روتا رہے گا۔ پھر منادی ندا کرے گا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے لوگوں کا مال اپنے پاس روکے رکھا، پھر دوسرے چالیس برس تک اس کی سرزنش کی جائے گی، پھر وہ جہنم میں گر پڑے گا۔

البتہ یہ سزا اس صورت میں ہو گی جبکہ اس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بالکل خالی ہو، ورنہ اس کی نیکیاں صاحبِ حق کو اس کے حق کے مطابق دے دی جائیں گی۔ چنانچہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک درہم کے مقابل اس شخص کی سات سو رکعت کا ثواب اس صاحبِ حق کو دیدیا جائے گا۔

برزخی سوزش کی ایک عجیب داستان

ثقۃ الاسلام نوری کتاب مستدرک میں کتاب انوار المضیئہ (تالیف سید غیاث الدین

نجفی جو علماء امامیہ و فقہائے شیعہ میں سے تھے) سے اس حکایت کو نقل کیا ہے کہ ہمارے گاؤں میں جو حلّہ کے قریب ہے ایک شخص تھا جس کا نام محمد بن ابی اذینہ تھا یہ شخص مسجد کا متولی تھا اور اپنے معمول کے مطابق روزانہ دن کو مسجد میں آتا تھا۔ ایک روز خلافِ عادت مسجد میں نہیں آیا تو ہم نے لوگوں سے اس کی احوال پرسی کی۔ معلوم ہوا کہ بیمار ہے۔ ہمیں اس خبر سے بہت تعجب ہوا کیونکہ ابھی شب گزشتہ تک ہم نے اسے صحیح و سالم دیکھا تھا۔ ہم اس کی عیادت کو گئے، دیکھا تو اسے سر سے پاؤں تک جلا ہوا پایا۔ وہ کبھی بے ہوش ہو جاتا، کبھی ہوش میں آجاتا ہے۔ ایک مرتبہ جب وہ ہوش میں آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ آخر یہ تم پر کیا گزری ہے کیسے اور کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: گزشتہ شب مجھے خواب میں صراط دکھایا گیا اور حکم ہوا کہ میں بھی اس پر سے گزروں۔ چنانچہ میں چلا۔ اوّلاً میرے پاؤں کے نیچے زمین برابر تھی، پھر میں نے دیکھا کہ وہ باریک ہو گئی۔ ابتدا میں نرم اور آرام دہ تھی پھر میں نے دیکھا کہ وہ تیز اور دھاردار ہو گئی۔ اسی طرح میں آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا اور اپنا توازن درست کئے ہوئے چل رہا تھا کہ کہیں گر نہ پڑوں، آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے مگر اس کا رنگ سیاہ تھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ لوگ ادھر اُدھر سے برگِ خزاں کی طرح جہنم میں گر رہے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں کے نیچے بال برابر سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اچانک مجھے آگ نے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں بھی اس آگ کے غار میں گر پڑا اور جس قدر ہاتھ پاؤں مارتا تھا کہ اس سے نکل سکوں اتنا ہی اور گہرائی میں چلا جا رہا تھا (جہنم کی آگ قوت کشش رکھتی ہے اور روایت میں وارد ہے کہ ستر سال کے راستے کی مسافت تک نیچے جاتی ہے) جونہی میں نے دیکھا کہ اب کام تمام ہوا چاہتا ہے کہ اچانک میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں جب بھی گرتا یا لڑکھڑاتا تھا تو "یا علیؑ" کہتا تھا اغثنی یا مولائی یا امیر المومنین پکارتا تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ اوپر دیکھوں۔ اب جو میں نے اوپر نگاہ اٹھائی تو ایک بزرگ کو دیکھا کہ صراط کے کنارے کھڑے ہیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھ بڑھائے اور میری کمر پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔ میں نے عرض کیا۔ آقا، میں تو جل گیا میری فریاد

Presented by www.ziaraat.com

کو پہنچے! حضرتؑ نے اپنے دست مبارک کو میرے زانو سے ران کے آخری حصے تک مسح فرمایا اچانک میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ دیکھا کہ جہاں تک میرے مولاؑ نے مسح فرمایا تھا وہاں بالکل سوزش نہیں ہے اور وہ جگہ ٹھیک ہوگئی ہے لیکن میرا بقیہ بدن جل رہا ہے۔

وہ شخص تین مہینے تک بستر پر پڑا رہا، نالہ و فریاد کرتا تھا، قسم قسم کے مرہم لائے گئے طبیب پر طبیب بدلے گئے، یہاں تک کہ تین ماہ گزرنے کے بعد آخر رو بصحت ہوا، اس کے جسم پر تازہ گوشت آیا، پھر وہ صحتیاب ہوگیا۔ اسی کتاب مستدرک میں لکھتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی وہ اس واقعہ کو بیان کرتا تو ایک مدت تک تپ و لرزہ میں مبتلا رہتا۔

بلاشبہ بس ایک ہی راہِ چارہ و تدبیر ہے اور وہ ولایتِ اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے تمسک ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے وعدہ فرمایا ہے کہ اپنے مزار مقدس کے زائرین کی صراط پر دستگیری فرمائیں گے۔ نیز حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ الصلاۃ والسلام سے متمسکین و متوسلین کی بابت بہت سی بشارتیں اس موقع (صراط) کے لئے آئی ہیں۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ حضرت سید الشہدا روحی و ارواح المومنین لہ الفداء جناب مختارؒ کو بھی نجات دلائیں گے۔

شفاعت

بروز قیامت شفاعت شافعین بھی اصول مسلمہ میں سے ہے۔ وہ حضرات جو بارگاہ رب العزت میں مقرب و آبرومند ہیں، صاحبان قوت و قدرت ہیں، ضعیف و کمزور جو افتادہ ہوگا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھائیں گے کہ دوزخ کے غل و زنجیر سے آزاد ہو۔ ایسا بھی ہوگا کہ کسی شخصِ بہشتی کا درجہ بلند فرمادیں مثلاً اعمال حسنہ کے اعتبار سے اس کو بہشت میں ادنیٰ درجہ ملا ہو جس کی وجہ سے وہ جوارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے اچھی طرح بہرہ مند نہیں ہوسکتا تو ائمہ طاہرینؑ اس کیلئے شفاعت فرماکر اسکو اعلیٰ درجہ دلوائیں گے۔ غرضیکہ سب ہی محتاج شفاعت ہیں۔

تمام خلائق حتیٰ کہ انبیاءؑ بھی شفاعتِ محمدیؐ کے نیازمند ہوں گے

بحارالانوار میں ابوالیمن سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: یابن رسول اللہؐ! آپ حضرات نے شفاعت کا وعدہ دے کر لوگوں کو مغرور کردیا ہے ایک دفعہ حضرت کے چہرۂ اقدس پر غضب کے آثار پیدا ہوئے اور فرمایا:

"تجھ پر وائے ہو، قیامت کے روز تمام اوّلین و آخرین یہاں تک کہ انبیاءؑ بھی میرے جدّ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ کیا تجھے اس بات نے مغرور کردیا ہے کہ تو لقمۂ شفاعت کا محتاج نہیں ہے؟

شفاعت کبریٰ صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا حق ہے

اصل شفاعت صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کا حق و حصہ ہے بقیہ شفاعت کرنے والے اسی اصل کی فرع ہیں (یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی کے صدقہ میں انہیں یہ حق ملا ہے) مثلاً جملہ شفاعت کرنے والوں میں سے علماء عاملین ہیں جن کی برکت سے بہت سے لوگ جنت میں جانے کا راستہ پائیں گے۔ کیا یہ لوگ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے خوانِ نعمت کے ریزہ خواروں کے سوا کوئی اور ہوں گے؟ اسی طرح جملہ شفاعت کرنے والوں میں سے مومنین بھی ہیں جن کے متعلق معصومؑ فرماتے ہیں کہ "ہر مومن ایک سو افراد کی شفاعت کرے گا۔" مومنین نے یہ آبرو کہاں سے حاصل کی؟ سوائے درِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے؟ یا مثلاً سادات کرام قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں میں سے ہونگے تو کیا یہ شرف انہیں اس کے سوا کسی اور طرح سے حاصل ہوا ہے کہ یہ حضرات اسی خانوادہ مقدسہ کے رگ و ریشہ سے ہیں؟ اسی طرح قرآن مجید اور مسجدیں شفاعت کنندہ ہوں گی۔ یہ بھی آثار محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی سے ہیں، خلاصہ یہ کہ تمام شفعاء کی برگشت انہیں ذواتِ مقدسہ کی طرف ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ہر مقام پر شفاعت ہوگی

اصل مقام شفاعت تو میدان قیامت ہی ہے لیکن ایسے شواہد بھی موجود ہیں کہ برزخ میں بلکہ اسی دنیا میں بھی شفاعت ہوتی ہے مثلاً (خدانخواستہ) کوئی بلا نازل ہونا چاہتی ہے لیکن حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کی شفاعت سے برطرف ہوجاتی ہے۔ یا مثلاً میت برزخ میں معذب ہے اور دنیا میں اس کا باپ یا فرزند یا رفیق اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے متوسل ہوتا ہے اور تضرع و زاری کرکے ان بزرگواروں کو واسطہ و وسیلہ قرار دیتا ہے۔ خداوند کریم ان بزرگواروں کی برکت سے اس میت کو بخش دیتا ہے، اگر ہمارے یہ تمام مولا و آقا شفاعت فرمادیں گے تو وہ عنایتِ پروردگار کا مورد قرار پا جائے گا۔ اس سلسلے میں بہت سے واقعات رونما ہوچکے ہیں[1]۔ سید حمیری کی حکایت ہے جو بہت سی کتابوں میں درج ہے[2]۔

ایک طالب علم جو طبیب ہوگیا

دنیا میں شفاعت محمدؐ و آل محمدؐ کا ایک واقعہ حاجی مرزا خلیل کا واقعہ ہے جو حال ہی میں رونما ہوا ہے اور شاید ابھی کچھ ضعیف العمر لوگوں کو یاد بھی ہوگا۔ حاجی مرزا خلیل اولاً مدرسہ دارالشفاء قم میں ایک طالب علم تھے۔ ایک دن حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیفہ گھبرائی ہوئی وارد ہوئی اور کہنے لگی۔ "میری مالکہ دل کے شدید درد میں مبتلا ہے، کیا آپ کو کوئی دوا معلوم ہے؟ حاجی نے جو علم طب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے بغیر تمہید جواب دیا کہ فلاں

۱ـ اس بارے میں حضرت آیۃ اللہ شہید دستغیب نے تفسیر سورہ نجم میں دو واقعات نقل فرمائے ہیں۔ خواہشمند حضرات کتاب مذکور کے صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱ کی طرف زیر عنوان "شفاعت حضرت ابوالفضل العباس" مراجعہ فرمائیں۔

۲ـ کتاب "گناہان کبیرہ" میں آثار شرب خمر کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوا انہیں دیدو، دوسرے دن دیکھا کہ لوگ کھانوں سے بھرے ہوئے ظروف حق الطبابت کے طور پر ان کے حجرہ میں لائے۔ اس کے بعد ہمسائیوں کو خبر ہوئی کہ ایک اچھے طبیب مدرسہ دارالشفاء میں آگئے ہیں جو صرف ایک نسخہ میں مریض کا علاج کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حاجی کے حجرے میں آہستہ آہستہ ہجوم ہونے لگا۔ انہوں نے بھی سوچا کہ اب اس طرح کام نہیں چلے گا لہٰذا حکیم مومن کی کتاب "تحفہ" خریدی اور باقاعدہ طور پر طبابت میں مشغول ہوگئے۔ رفتہ رفتہ ان کی مہارت بڑھتی گئی اور فن ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ لوگ انہیں تہران لے گئے (اور وہاں طبابت میں مشغول رہے) ایک دفعہ ان کے دل میں کربلا جانے کا خیال پیدا ہوا لیکن اس امر میں انہیں کوئی جلدی نہیں تھی کہ ایک رات خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو ان سے کہہ رہے تھے کہ اگر کربلا جانا ہے تو جلدی کرو اور ابھی چلے جاؤ ورنہ حکومت کی طرف سے دو مہینے کے بعد کربلا کے سفر پر پابندی عائد ہوجائے گی۔

ہندوستانی سیدانی اور مرض جذام

مرحوم حاجی خلیل خواب دیکھنے کے بعد دو مہینے سے قبل ہی کربلائے معلیٰ کی طرف روانہ ہوگئے اور پھر ویسا ہی ہوا جیسا خواب میں دیکھا۔ سمجھ گئے کہ رویائے صادقہ تھا۔ ایک مدت تک کربلا میں مقیم رہے اور وہاں بھی علاج معالجہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک روز دو خواتین ان کے پاس آئیں۔ ان میں سے ایک نے اپنا ہاتھ دکھایا جس پر ایک عجیب قسم کا زخم تھا۔ حاجی نے کہا کہ یہ مرض خورہ ہے جو ہڈی تک پہنچ چکا ہے اور یہ علاج پذیر نہیں ہے۔ وہ عورت دل شکستہ اور مایوس ہوکر چلی گئی۔ اس عورت کی خادمہ جو اس کے ساتھ تھی واپس آئی اور کہنے لگی، جناب حاجی صاحب آپ نے اس عورت کو پہچانا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ یہ عورت علویہ (سیدانی) ہے اور ہندوستان کی شہزادیوں میں سے ہے زیارتِ حسین علیہ السلام کا عشق اسے مع اس کے تمام مال کے یہاں کھینچ لایا ہے۔ اس وقت وہ تہی دست و مفلس بھی ہوگئی ہے اور ایک مدت سے

Presented by www.ziaraat.com

اس مرض میں مبتلا بھی ہے، آپ نے بھی اسے مایوس اور رنجیدہ کر دیا ہے۔ حاجی نے کہا کہ اسے فوراً واپس لاؤ (وہ خاتون دوبارہ حکیم حاجی کے پاس آئیں تو) حاجی نے ان سے کہا، خانم! اگرچہ یہ مرض بہت پیچیدہ و سخت ہے لیکن میں چند دوائیں استعمال کراؤں گا، امید ہے خداوند تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا۔

(غرض علاج شروع ہوا اور) چھ ماہ کے بعد خاتون کا ہاتھ بالکل ٹھیک ہوگیا۔ اس صحتیابی کے بعد وہ خاتون حاجی خلیل کی اس قدر گرویدہ ہوگئی کہ ان کا گھر چھوڑتی نہیں تھی اور ایک شفیق ماں کی طرح حاجی کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کرتی تھی۔

تم دس دن کے بعد مر جاؤ گے

چند روز کے بعد مرحوم حاجی خلیل نے خواب میں اسی شخص کو دیکھا جسے پہلے تہران میں (بحالتِ خواب) دیکھ چکے تھے۔ اس شخص نے خواب میں حاجی خلیل سے کہا کہ تم بیمار ہوگے اور دس روز کے بعد تمہاری موت واقع ہوگی۔ حاجی نے وصیت کر دی اور چند روز کے بعد بیمار ہوگئے اور مرض بھی شدت اختیار کرتا گیا یہاں تک کہ دسویں روز حالت احتضار طاری ہوگئی ان کی زندگی کے آخری لمحات تھے کہ وہ علویہ خاتون وارد ہوئیں۔ اک دفعہ جو حاجی کی دگرگوں حالت دیکھی تو حد سے زیادہ گھبرا گئیں اور کہا کہ آپ لوگ انہیں بالکل ہاتھ نہ لگائیں جب تک کہ میں واپس نہ آجاؤں پھر وہ وہاں سے سیدھی حرم مطہر حضرت سید الشہداء علیہ السلام میں پہنچیں اور ضریح مبارک کے قریب پہنچ کر ضریح کی جالیوں کو پکڑ لیا اور کہنے لگیں: "یا جداہ! میں حاجی کو آپ سے لوں گی، آپ خدا سے ان کو دوبارہ عمر دلوائیے!" پھر اس قدر نالہ و گریہ کیا کہ غش کر گئیں۔ حالتِ غشی میں حضرتؑ کو دیکھا کہ اس سے فرما رہے ہیں: "میری بیٹی! تجھے کیا ہو گیا ہے! حاجی کی عمر پوری ہو چکی ہے اور اس کی موت کا وقت آ پہنچا ہے۔ علویہ نے عرض کیا: "میں ان چیزوں کو نہیں جانتی، حاجی کو آپ سے مانگتی ہوں۔"

برکت حسینؑ سے دوبارہ اور دوگنی زندگی

حضرتؑ نے فرمایا: "اچھا، جب تو نہیں مانتی تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں، اگر خدا نے چاہا تو حاجی کو دوبارہ دنیا میں پلٹا دے گا۔" زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ: "خدا نے میری دعا قبول کر لی ہے اور حاجی کو پلٹا دیا اور اس کی عمر پہلے سے دوگنی کر دی۔" حاجی کی عمر اس وقت تیس سال کی تھی اور اس کے بعد انہوں نے نوے سال کی عمر میں وفات پائی، اس دوران ان کے یہاں چار بیٹے ہوئے جن میں سے ایک مرجع عالیقدر الحاج مرزا حسین اور دوسرے ایک نامور طبیب ہوئے۔

غرضیکہ علویہ حرم مطہرؑ سے یہ مژدہ سن کر حاجی کے گھر واپس آئیں دیکھا کہ حاجی صحیح و سالم بیٹھے ہوئے ہیں۔ علویہ کو دیکھ کر کہنے لگے: "اے علویہ! خدا تمہیں جزائے خیر مرحمت فرمائے۔"

مرحوم حاجی خلیل کی وصیتوں میں سے ایک وصیت اپنے فرزند کو یہ تھی کہ تم پر سادات کا پاس ولحاظ لازم ہے خصوصاً سیدانیوں کا، کیونکہ یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں بہت معزز و آبرومند ہیں۔"

اس داستان کی نظیریں بہت موجود ہیں۔ کتاب "دارالسلام" عراقی کے آخر میں معجزات اور اہلبیت اطہار علیہم السلام سے توسل کے آثار دیکھنے کے ضمن میں تربت پیچ کے بچے کے زندہ ہونے کی داستان جو کہ چھت پر سے گر کر مر چکا تھا نقل کی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت سے ہماری امید وابستہ ہے

چہ غم دیوارِ امت را کہ باشد چون تو پشتیبان   چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتی بان

یعنی (یا رحمۃ للعالمینؐ) امت کی دیوار کو کیا غم ہے جب آپؐ جیسی ذات سہارا دینے والی ہے۔ سمندر کی موجوں کا اس شخص کو کیا خوف جب خود نوحؑ ناخدائے کشتی ہیں۔

بحار الانوار جلد سوم میں جناب سرور کائنات سے مروی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا:

Presented by www.ziaraat.com

"ہر پیغمبر کی ایک دعا قطعی مستجاب ہوتی ہے۔ انبیائے گزشتہ نے وہ دعا خدا نے دنیا ہی میں کی، خدا نے اسے قبول کرلیا اور ان کا مقصد پورا کردیا اور میں نے اس دعا کو اپنی امت کے گناہگاروں کے لئے قیامت کے دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔" امید ہے کہ یہ رحمت واسعہ ہمارے شامل حال بھی ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شفاعت کے متعلق بھی پیغمبر خدا ؐ اور ائمہ طاہرین سے متعدد روایات وارد ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں جناب معصومہ ؑ کے میدان حشر میں ورود کی کیفیت اور آپ کے خیر مقدم کے خاص لوازمات کے ذکر کے بعد معصوم ؑ فرماتے ہیں:

"ہر وہ عورت جس کی نماز واجب نہ چھوٹی ہو، اس کے روزے فوت نہ ہوئے ہوں، حج و زکوٰۃ کو بصورت وجوب ادا کیا ہو اور اس کا شوہر بھی اس سے راضی ہو ——— وہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شفاعت کی مستحق قرار پائے گی۔"

شفاعت امید کا مرکز ہے نہ کہ غرور کا

البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شفاعت غرور کا باعث نہ ہوجائے کہ جب ایسا ہے کہ اہلبیتِ اطہار علیہم السلام کی شفاعت یقینی وقطعی ہے تو ہمیں پوری چھوٹ ہے کہ جو کام ہمارا دل چاہے کریں۔ نہیں، ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کی وجہ سے انسان دنیا سے بے ایمان جاتا ہے۔ اس صورت میں شفاعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کی وجہ سے انسان کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اتنے دنوں جہنم کی سزا بھگتے کہ پاک ہوجائے اور شفاعت کی قابلیت پیدا کرے۔ بس انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ ڈرتا رہے اور رحمتِ خدا کا امیدوار بھی رہے۔

اعراف

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ (اعراف آیت ۴۶)

ترجمہ: اور کچھ لوگ اعراف پر ہوں گے جو ہر شخص کو (بہشتی ہو یا جہنمی) ان کی پیشانی سے پہچان لیں گے۔

اخبار اہلبیت ؑ کے بموجب اعراف ایک اونچی جگہ ہے جو صراط پر ہوگی، خداوند بزرگ و برتر محمدؐ و آل محمدؐ کو وہاں جگہ دے گا، جو شخص مومن ہوگا اس کی پیشانی کے نور سے یہ ظاہر ہوجائے گا کہ یہ ولایت اہلبیت ؑ رکھتا ہے۔ جناب امیرالمومنین ؑ اسے بہشت میں جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

اس خبر کی بنا پر آیہ مبارکہ کے معنی یہ ہوں گے، وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ محمدؐ و علیؑ يَعْرِفُوْنَ كُلًّا سب کو پہچان لیں گے ان لوگوں میں سے جو صراط پر سے گزریں گے بِسِيْمٰهُمْ ان کے چہروں سے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان دیوار

اعراف کے بارے میں دوسری تفسیر یہ ہے کہ اعراف وہی دیوار ہے جو بہشتیوں اور دوزخیوں کے درمیان صراط پر قائم کردی جائے گی جس کا تذکرہ سورۂ حدید میں ہے، خداوند متعال بیان فرماتا ہے کہ (اے میرے حبیب) اس دن تم اہل ایمان کو اس حالت میں دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے داہنی جانب درخشاں ہوگا (ندا آئے گی) تم کو بشارت ہو کہ آج وہ بہشت جاوداں تمہیں نصیب ہوگی جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ تمہارے لئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس دن منافقین اہل ایمان (جنتیوں) سے کہیں گے، ذرا ہماری طرف بھی دیکھو! تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کسب ضیاء کرسکیں تو کہا جائیگا کہ دنیا میں واپس جاؤ اور کوئی دوسرا نور تلاش کرو پھر ان (دونوں گروہوں) کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک

Presented by www.ziaraat.com

دروازہ ہوگا، اس دیوار کے اندر ایک طرف رحمت ہی رحمت (مومنین کے لئے) ہوگی اور اس کے بیرونی حصے میں (کفار و منافقین کے لئے) عذاب ہوگا۔

فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ
مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ (سورۃ الحدید، ۵۷۔ آیت ۱۳)

ترجمہ: پھر ان (مومنین و منافقین) کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندر تو رحمت ہے اور باہر کی طرف عذاب۔

کسی کا نور کسی دوسرے کے کام نہیں آئے گا

تفسیروں میں وارد ہے کہ مومنین و مومنات کے سامنے جو نور ہوگا وہ اصول عقائد و ولایت آلِ محمدؐ کا نور ہوگا اور داہنی طرف عبادتوں کا نور ہوگا۔ کچھ لوگوں کا نور اتنا ہوگا کہ اس کی روشنی میں آنکھیں (چیزوں کو) دیکھ سکیں گی اور کچھ لوگوں کے نور اتنی کم روشنی والے ہوں گے جو کبھی روشن ہونگے اور کبھی خاموش ہو جائیں گے، ایسے لوگ گرتے پڑتے صدا دیتے جائیں گے: رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا (۶۶-۸) پروردگار، تو ہمارے نور کو کامل کر دے تاکہ ہم منزل تک پہنچ سکیں۔

یہاں کسی کا نور کسی دوسرے شخص کے کام نہیں آئے گا، اگرچہ منافقین اور گنہگار لوگ التماس کرتے رہیں گے کہ سعادت مندوں کے نور سے بہرہ ور ہوں، لیکن اس التماس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور انکے اور مومنین کے درمیان ایک فصیل قائم کر دی جائے گی اور بنا بر تفسیر وہی اعراف ہے۔

آج ہی اس دن کے لئے نور کی فکر کر لیں

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ (سورہ حدید، ۵۷ آیت ۱۴-۱۵)

منافقین کہیں گے (اے مومنین!) کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے، مومنین جواب دیں گے۔ ہاں! ہاں! ضرور تھے۔ لیکن تمہارے نفسوں نے تمہیں فریب دیا اور بڑی بڑی آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا۔ تم نے خدا سے دوری اختیار کی اور آج کی فکر سے غافل رہے اب آج تمہارے لئے کوئی چارہ نہیں ہے۔ آج تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور آج ہی تمہارا مولا و حاکم ہے۔

میں نے چاہا کہ ضمناً ایک موعظہ بھی ہو جائے تاکہ ہم اس دن کے لئے ایک نور کی فکر میں رہیں قبل اس کے کہ چارہ و تدبیر کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے۔

اعراف — جنت و جہنم کے درمیان ایک مقام

اعراف کے متعلق تیسری توجیہہ یہ ہے کہ یہ ایک مقام ہے جنت و جہنم کے درمیان جہاں مستضعفین یعنی غیر مکلف، دیوانے اور بچے وغیرہ جو دنیا سے نابالغ گئے ہیں اور وہ لوگ جن کی عقلیں کامل نہیں تھیں رکھے جائیں گے جہاں وہ جنتیوں کی طرح خوش و خرم تو نہیں رہیں گے لیکن جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

حورانِ بہشتی را دوزخ بود اعراف   از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

Presented by www.ziaraat.com

بہشت

بڑی سے بڑی اور ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں

آخرت میں پروردگارِ عالم نے بہشت اُن لوگوں کے لئے جو اس دنیا سے ایمان وتقویٰ کے ساتھ جاتے ہیں ایک جگہ خلق فرماکر ذخیرہ کر رکھی ہے۔ قدرت نے اس مہمان خانے میں تمام انواع و اقسام کی نعمتیں اور لذتیں جو اس کریم کی عظمت و بزرگی کے شایانِ شان اور اس عالم کی وسعت کے مطابق مہیا فرمائی ہیں وہاں کی راحتیں و آسائشیں، نعمات ولذّات وغیرہ اس طرح کی ہیں جن کی حقیقت وتفصیل معلوم کرنا اس عالم والوں کے لئے محال ہے، بالکل اسی طرح جیسے رحم مادر میں رہنے والے بچے کے لئے اس دنیا کے اوضاع وحالات، وسعت وبزرگی کا جاننا محال ہے، اسی وجہ سے قرآن مجید میں مجملاً ارشاد ہوا ہے :۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورۃ السجدہ ٣٢ - آیت ١٧)

کوئی نہیں جانتا کہ کیسی بڑی بڑی بے نظیر نعمتیں جن کو دیکھ کر آنکھیں روشن ہو جائیں گی، ان کے لئے ان کے اعمالِ صالحہ کے عوض میں ذخیرہ کی گئی ہیں۔

اور بہشتی نعمتوں کے بارے میں بطور کلی فرماتا ہے :۔

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ○ (سورۃ ق ٥٠ - آیت ٣٥)

بہشت میں بہشتیوں کے لئے وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن کے لئے ان کا دل چاہے گا۔ اور ہمارے پاس تو ان کی خواہشوں سے بھی زیادہ موجود ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے :۔

وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خَالِدُوْنَ ○ (سورہ انبیاء ٢١ - آیت ١٠٢)

بہشتی لوگ اپنی حسب خواہش نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

حقیقی دار السلام بہشت ہے

خلاصہ یہ کہ بہشت وہ جگہ ہے جہاں ناکامی، رنج وتکلیف کا نام ونشان نہیں ہوگا۔ غم، کمزوری، بڑھاپا اور مرض، تھکان اور سستی کا وجود نہ ہوگا۔ ہر حیثیت سے وہاں صحت و سلامتی مطلق ہوگی۔ اسی لئے اس کا نام "دار السلام" ہے۔ حقیقی سلطنت باین معنی کہ انسان کو قدرتِ تامہ حاصل ہو کر جو چاہے وہ ہو جائے۔ صرف جنت والوں کے لئے ہے :

ان اهل الجنة ملوك۔ سورہ دہر میں خدا فرماتا ہے :۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ○ (آیت ٢٠)

جس وقت تم وہاں دیکھو گے تو تمہیں فراواں نعمتیں اور بڑی سلطنت و بادشاہی نظر آئیگی۔

ہم یہاں چند بہشتی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے۔

بہشت کی غذائیں اور مشروبات

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ (سورۃ واقعہ ٥٦ - آیت ٢١)

پرندوں کا گوشت جس کی وہ خواہش رکھتے ہوں گے بہشت میں موجود ہے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○ (سورۃ واقعہ ٥٦ - آیت ٢٠)

اور ہر قسم کے میوے جن میں سے وہ (حسب خواہش) چن لیں گے۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ○ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ (واقعہ آیات ٣٢-٣٣)

اور بہت سے میوے ہونگے جو کبھی کم نہیں ہونگے اور نہ جنتیوں کو ان سے روکا جائے گا۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ○ (سورۃ رحمٰن ٥٥ - آیت ٦٨)

بہشت میں میوے، درخت خرما اور انار ہوں گے۔

بہشت میں آب خالص وصاف وشفاف کی نہریں ہوں گی جن کے پانی میں کبھی کوئی

Presented by www.ziaraat.com

تغیّر نہ ہوگا۔ اور دودھ کی نہریں ہونگی جن کا ذائقہ اور مزہ متغیّر ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اور شراب انگوری کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لئے لذّت و فرحت کا موجب ہوں گی (یعنی شراب دنیا دی کی طرح نہیں ہوں گی کہ متعفن و بدبودار ہو جائیں اور نقصان دہ اور بے ہوش کرنے والی ہوں، بلکہ خوشبودار اور مزیدار، بے ضرر اور ہوش کو بڑھانے والی اور پاک کرنے والی ہوں گی:

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۝ (سورۃ دہر ۷۶-آیت ۲۱)

اور ان کا پروردگار انہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط (سورۃ محمد ۴۷ آیت ۱۵)

نیز خالص اور تمام فضلات سے پاک شہد کی نہریں ہونگی۔

قرآن مجید میں مذکور بہشتی چشموں کے نام

بہشت میں متعدد چشمے بھی ہوں گے جن میں سے ہر ایک کی خاصیت و حلاوت مخصوص و علیحدہ ہوگی اور اسی خاصیت کے اعتبار سے مناسب ناموں سے موسوم ہوں گے مثلاً چشمۂ کافوری، چشمۂ زنجبیلی، سلسبیل و تسنیم۔ اور ان سب میں اہم ترین نہر کوثر ہے جو زیرِ عرش الٰہی سے جاری ہوئی ہے اور وہ دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، مکھن سے زیادہ نرم، اس میں جو سنگریزے (تہ نشین) ہوں گے وہ زبرجد، یاقوت اور مرجان کے ہونگے، اس کی گھاس زعفران ہوگی اور اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ اخبار سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نہر کوثر عرش کے نیچے سے جاری ہوئی ہے اور بہشت میں ایک نہر کی صورت میں ہے اور یہی نہر میدانِ محشر میں ایک بہت بڑے حوض کی شکل میں ہوگی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

لباسہائے بہشتی

سورہ کہف میں ارشاد خداوندی ہے: يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ (سورہ کہف ۱۸-آیت ۳۱)

جنتی لوگ جنت میں سونے سے بنے ہوئے کنگنوں سے آراستہ کئے جائیں گے اور سندس و استبرق کے سبز لباس پہنیں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے: وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ۝ (سورۃ حج ۲۲-آیت ۲۳)

جنتیوں کے لباس ریشم کے ہوں گے۔

رسولِ خداؐ سے مروی ہے کہ جب مومن بہشت کے اپنے قصر میں جائے گا تو اس کے سر پر تاج کرامت رکھیں گے اور مختلف رنگ کے ستر حلّے جن میں بہشتی جواہرات ٹنکے ہوں گے اسے پہنائیں گے نیز فرمایا کہ اگر ان بہشتی پوشاکوں میں سے ایک بھی اس دنیا میں لائیں تو دنیا والے اسے دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ پروردگار عالم ہر روزِ جمعہ مومنین کے لئے بہشت میں ایک کرامت عطا فرمائے گا۔ اس روز ایک ملک کے ذریعے مومن کے پاس خلعتیں بھیجیگا پس وہ مومن ان میں سے ایک کو کمر پر باندھے گا اور دوسرے کو کاندھوں پر ڈال لے گا۔ پھر وہ جس طرف سے گذرے گا اس کے نور سے تمام اطراف روشن ہو جائیں گے۔

بہشت کے محلات و قصور

قرآن میں کئی مقامات پر خدا نے وعدہ فرمایا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ (سورۃ توبہ ۹-آیت ۷۲)

خدا نے ایمان دار مردوں اور ایماندار عورتوں سے (بہشت کے) ان باغوں کا وعدہ کر لیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (بہشت) عدن کے باغوں میں عمدہ عمدہ مکانات کا

Presented by www.ziaraat.com

(بھی وعدہ فرمایا ہے) اور خدا کی خوشنودی ان سب سے بالاتر ہے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

سورہ زمر ۳۹-آیت ۲۰ میں ارشاد فرماتا ہے :

لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بہشتیوں کے لئے بہت سے غرفے (حجرے) ہونگے جن کے اوپر بہت سے غرفے بنے ہوں گے اور ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

جناب رسولخداؐ سے مروی ہے کہ وہ غرفے مروارید، یاقوت اور زبرجد کے بنے ہوں گے اور ان کی چھت سونے کی ہوگی۔ ہر غرفے میں سونے کے دو دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر ایک ایک ملک موکل و معین ہوگا۔

بہشتی غرفوں کا نمونہ

تفسیر "مساکن طیبہ" میں جناب رسولخداؐ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا:

"بہشت میں موتیوں کا ایک قصر ہے، اس قصر میں یاقوتِ سرخ کے ستر گھر ہیں، ہر گھر میں ستر حجرے زمرد کے ہیں، ہر حجرے میں ستر تخت ہیں، ہر تخت پر مختلف رنگ کے ستر فرش ہیں، ہر فرش پر ایک حورالعین ہے، ہر حجرے میں کھانے کے ستر دستر خوان ہیں، ہر دستر خوان پر ستر قسم کے کھانے چنے ہوئے ہیں، ہر حجرے میں ستر خادمائیں ہیں اور خداوند عالم مومن کو اتنی قوت عطا فرمائے گا کہ وہ ان تمام نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوگا۔"

بہشت کی کرسیاں، فرش اور ظروف

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ○ (سورہ کہف ۱۸ آیت ۳۱)

بہشت میں جانے والے بہشتی تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے یہ اچھا ثواب اور بہترین جزا ہے۔

سورۂ واقعہ میں فرماتا ہے عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ایسے تخت اور کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے جو بنے

ہوئے سونے سے بنائے گئے اور جواہرات سے آراستہ ہوں گے۔ اور سورہ رحمٰن میں فرماتا ہے :-

مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۚ (آیت ۵۴)

وہ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن کا استر استبرق کا ہوگا۔

قرآن مجید میں جنتی لباسوں اور فرشوں کے مجملاً چند نام بھی ذکر کئے گئے ہیں جیسے استبرق، حریر، سندس، رفرف، نمارق اور زرابی جن کی حقیقت دیدنی ہوگی نہ کہ گفتنی اور نہ شنیدنی۔

بہشت کے ظروف کے بارے میں سورہ واقعہ میں خدا فرماتا ہے :-

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ○ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ○ (آیات ۱۷-۱۸)

بہشت میں غلمان سونے چاندی اور اقسام جواہر کے قدح و جام و ساغر اور شراب انگوری سے چھلکتے ہوئے پیالے اہل بہشت کے سامنے گردش کریں گے (اور شراب طہور کا دور چلے گا)

اور سورۂ دہر میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا (آیت ۱۵)

بہشتیوں کے سامنے چاندی کے ظروف اور بلور کے جام کہ وہ بلور بھی چاندی کے بنے ہونگے گردش دیئے جائیں گے۔ یعنی اس جام میں بلور کی صفائی اور چمک دمک ہوگی اور سفیدی و نرمی چاندی کی ہوگی۔

بہشتی عورتیں اور حوریں

چونکہ بہشت میں سب سے بڑی جسمانی نعمت حوریں ہیں اس لئے قرآن میں ان کا ذکر زیادہ آیا ہے۔ حور کو حور کہے جانے کا سبب یہ ہے کہ حور کے معنی ہیں سفید جسم والی اور عین کے معنی ہیں کشادہ چشم، چونکہ یہ دونوں صفتیں حوروں میں پائی جاتی ہیں اس لئے انہیں حور کہا جاتا ہے، یا اس لئے کہ ان کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید ہوگی اور سیاہی انتہائی سیاہ و صاف و دلکش ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

ممکن ہے کہ حور کی وجہ تسمیہ یہ بھی ہو کہ چونکہ ان کا جمال دیکھنے سے نگاہیں حیران و ششدر (اور باصطلاح سفید) ہو جائیں گی اس لئے انہیں حور کہتے ہیں۔

سورۂ واقعہ میں خداوند عالم فرماتا ہے:

وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ○ (آیت ٢٢-٢٣)

یعنی صدف میں چھپے ہوئے موتیوں کی مانند حوریں ہونگی جن کے اوپر غبار تک نہیں پڑا ہو گا اور نہ کسی کا ہاتھ ان کو لگا ہو گا۔

جناب رسول خدا ﷺ سے مروی ہے کہ بہشت میں ایک نور ہویدا ہو گا، جنت والے کہیں گے کہ یہ نور کیسا ہے؟ آواز آئے گی کہ ایک حور اپنے شوہر کے سامنے ہنسی ہے۔ یہ اس کے دانتوں کی چمک اور روشنی ہے۔

نیز ارشاد رب العزت ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ (سورہ واقعہ آیات ٣٥و٣٦)

ہم نے حوروں کو اپنی قدرتِ کاملہ سے (بغیر ماں باپ کے) پیدا کیا اور ہم نے انہیں دوشیزہ قرار دیا۔

عُرُبًا اَتْرَابًا۔ وہ حوریں اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی، ناز و انداز کے ساتھ شیریں سخن ہوں گی اور سب کی سب ہم سن ١٦ سالہ ہونگی۔ چنانچہ مرد جنت میں ٣٣ سالہ ہوں گے۔ خداوند عالم سورہ رحمٰن میں ارشاد فرماتا ہے:

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (آیت ٥٦) یعنی بہشت کے باغات میں ایسی حوریں ہیں جو اپنے شوہروں کے علاوہ سب سے نگاہیں جھکائے ہوئے ہوں گی اور بہشت میں ان کے شوہروں سے پہلے کسی انسان یا جن کا ہاتھ تک نہیں لگا ہے، گویا کہ وہ سب یاقوت و مرجان سے تراشی ہوئی ہیں: كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (٥٥-٥٨)

مروی ہے کہ حور جو ستر حلے زیبِ تن کئے ہو گی ان حلوں کے اوپر سے اس کی ساق

(پنڈلی) کا مغز دکھائی دے گا، جیسے یاقوت کے پیچھے سے سفید دھاگہ دکھائی دیتا ہے۔

حوریں حدث سے بہت دور ہیں

خداوند عالم سورۃ بقر میں ارشاد فرماتا ہے: (آیت ٢٥)

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

یعنی صاحبان ایمان و اعمال صالحہ کے لئے بہشت میں ایسی عورتیں ہیں جو ہر حیثیت سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ حائض نہیں ہوتیں بلکہ ہر کثافت اور ہر نجاست سے دور ہیں۔ نیز ان میں تکبر و خود ستائی نہیں پائی جاتی اور آپس میں ایک دوسرے پر غیرت نہیں کرتیں۔

مروی ہے کہ حور کے داہنے بازو پر نورانی حروف میں لکھا ہو گا: الحمد لله الذی صدقنا وعده اور بائیں بازو پر لکھا ہو گا: الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن۔

ASSOCIATION KHOJA SHIA ITHNA ASHERI JAMAT MAYOTTE

Presented by www.ziaraat.com

بہشتی عورتیں زیادہ حسین و جمیل ہیں

یہ بات تشنۂ بیان نہ رہ جائے کہ مومن عورتیں جو دنیا سے باایمان جائیں گی اور بہشتی ہوں گی ان کا حسن و جمال حوروں سے بھی زیادہ ہوگا اور آیۂ شریفہ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ (۵۵-۷۰) کی تفسیر یہی کی گئی ہے کہ بہشت کے باغات میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کہ حسن خلقت سے آراستہ اور حسن خلق سے پیراستہ ہوں گی ان سے مراد وہی دنیوی عورتیں ہیں جو بہشتی ہوں گی۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام صادقؑ سے روایت کی کہ "خیرات حِسان" سے مراد مومنہ، عارفہ، شیعہ عورتیں ہیں جو داخل بہشت ہوں گی اور ان کی تزویج مومنین سے ہوگی۔

بہشتی عورتوں کی تزویج خود انہیں کی خواہش و مرضی کے مطابق ہوگی

مروی ہے کہ جو عورتیں بہشتی ہوں گی اور دنیا میں انہوں نے شادی نہیں کی ہوگی یا یہ کہ ان کے دنیاوی شوہر جنت میں نہ ہوں گے وہ اہل بہشت میں سے جس مرد کے ساتھ ازدواج کی خواہشمند ہوں گی ان کے ساتھ ان کی تزویج کر دی جائے گی اور اگر دنیا میں ان کے کئی شوہر یکے بعد دیگرے رہے ہوں تو ان میں سے آخری شوہر کے ساتھ یا اس شوہر کے ساتھ جس کا خُلق اچھا رہا ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی ازدواج کر لیں گی۔

ASSOCIATION KHOJA
SHIA ITHNA ASHERI
JAMATE
MAYOTTE

بہشتی عطریات اور پھول

سورہ رحمٰن میں خدا فرماتا ہے :۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ○ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ○ (آیت ۴۶، ۴۸)

جو شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں قیام سے ڈرتا ہو (یعنی موقف حساب سے جس کی تفصیل

پہلے بیان ہو چکی ڈرتا ہو اور گناہ کا مرتکب نہ ہو) اس کے لئے بہشت میں دو باغات ہوں گے جن میں تمام نعمتیں اور انواع و اقسام کے میوے، سبزے اور پھول ہوں گے۔

علامہ مجلسیؒ نے جناب رسول خداؐ سے یہ حدیث نقل کی ہے :

"اگر زنانِ بہشت میں سے کوئی عورت تاریک رات میں آسمانِ اوّل سے زمین پر آجائے تو اس کی خوشبو سے تمام اہلِ زمین کے مشام معطر ہو جائیں گے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "بہشت کی عطر کی خوشبو ہزار سال کی راہ تک پہنچتی ہے، نیز مروی ہے کہ بہشت کی خاک مُشک ہے، اور بہت سی روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہشت کی زمین اور اس کے در و دیوار اور جو کچھ اس میں ہے سب کا سب معطر ہے۔

بہشت میں روشنی

سورۂ دہر میں ارشاد رب العزت ہے :

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ○ (آیت ۱۳)

بہشتی لوگ بہشت میں آفتاب اور اس کی گرمی نہیں دیکھیں گے اور اسی طرح سردی اور ٹھنڈک بھی نہ پائیں گے یعنی معتدل آب و ہوا میں رہیں گے اور انہیں آفتاب اور اس کی روشنی کی حاجت نہ ہوگی بلکہ ان کا وہی نورِ ایمان و عمل صالح ان کیلئے کافی ہوگا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

یہ بھی مروی ہے کہ حوروں کا نور سورج کی روشنی پر غالب ہے بلکہ بہت سی روایتوں سے اس طرح مستفاد ہوتا ہے کہ جو لوگ اور جو چیزیں بہشت میں ہیں، یہاں تک کہ لباس و فرش اور ظروف سب کے سب نور افشانی کریں گے۔

بہشتی نغمے اور آوازیں

اس لحاظ سے کہ دنیا میں جو بھی انواع و اقسام کی نعمتیں اور لذتیں ہیں وہ سب کی سب

Presented by www.ziaraat.com

ایک قطرہ اور نمونہ ہیں اس خزانے کا جو بہشت میں ہے اور ان سب کی اصل اور خالص وہیں ہے اچھی صدا اور اس کی حقیقت کا مرتبۂ کاملہ بھی جنت ہی میں ہے اور وہ اس طرح کی ہے کہ اگر بہشتی آوازوں کا ایک نغمہ بھی اہل دنیا کے کانوں میں پڑ جائے تو وہ اس کے سننے کی تاب نہ لاسکیں اور ہلاک ہو جائیں، جس طرح کہ جناب داؤدؑ پیغمبر کی آواز جو لحنِ داؤدی کے نام سے مشہور ہے باوجودیکہ وہ آواز اسی دنیا میں تھی لیکن کوئی بھی اس کے سننے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور جس وقت آپ زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو مختلف قسم کے حیوانات آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور آپ کی آواز سن کر مدہوش ہو کر گر پڑتے تھے اور اس حالت میں ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ کی تلاوت کے وقت کتنے ہی آدمی غش کھا کر گر پڑتے تھے اور بعض تو ہلاک ہو جاتے تھے۔

حضرت داؤدؑ اور بہشت کی پڑھنے والی حوریں

نہج البلاغہ کے ایک خطبے میں جناب امیرالمومنینؑ انبیاء کرامؑ کے حالات کے ضمن میں فرماتے ہیں:
و داؤد صاحب المزامیر و قاری اهل الجنة یعنی حضرت داؤدؑ صاحب المزامیر اور اہل جنت کے قاری ہوں گے"۔ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام بہشت میں بہشتیوں کے لئے قرأت فرمائیں گے۔ البتہ وہ بہشتی نغمہ ہوگا اور بہشت میں رہنے والے بھی اسے سننے کی طاقت رکھیں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسول خدا سے مروی ہے کہ:

"بہشت کے بہترین نغمے وہ ہوں گے جو حوریں اپنے شوہروں کے لئے خوانندگی کریں گی، ایسی خوش الحانی کے ساتھ کہ جن و انس نے کبھی ایسی آواز نہیں سنی ہوگی لیکن مزمار (یعنی آلات موسیقی) کی روش پر نہیں بلکہ پروردگار عالم کی تسبیح و تحمید و تقدیس کے عنوان سے خوانندگی کریں گی۔

دنیا میں ترکِ غناء کا بدلہ

مروی ہے کہ بہشتی پرندے بہترین لحن میں نغمہ سرائی کریں گے۔

حضرت امام صادقؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا بہشت میں غنا و سرود ہے؟ آپؑ نے فرمایا "بہشت میں ایک درخت ہے، خداوند عالم بہشتی ہواؤں کو حکم دے گا کہ چلیں، جب ہوائیں چلیں گی تو اس درخت سے طرح طرح کے نغمے پیدا ہوں گے کہ خلائق نے اس خوبی کے ساتھ کسی ساز کی آواز اور کوئی نغمہ نہ سنا ہوگا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ دنیا میں خوفِ خدا سے غنا و سرود سننے سے پرہیز کرنے کی جزا ہے۔

روحانی نعمتیں اور لذتیں

بہشت میں روحانی نعمتیں بھی متعدد اقسام کی ہوں گی جن کا ادراک ہماری عقلوں سے خارج ہے، منجملہ ان کے یہ ہے کہ چشم ادراک کے سامنے سے پردے اٹھا دیئے جائیں گے یعنی دنیا میں جن چیزوں کو صرف جانا تھا، یہاں آنکھوں سے دیکھے گا اور جن حقائق و معارف الٰہیہ کا دنیا میں آرزومند تھا انہیں یہاں حاصل کرلیگا خصوصاً محمدؐ و آلِ محمدؑ کی معرفت و ملاقات۔

تفسیر صافی میں آیۂ مبارکہ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (صافات ۲۷) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ یعنی "معارف و فضائل کے متعلق" بہشتی معارف الٰہی اور فضائل محمدی کے بارے میں ایک دوسرے سے مذاکرہ کریں گے۔

منجملہ ان نعمتوں کے اللہ کی طرف سے ہر طرح کی تعظیم و تکریم و عزت افزائی ہوگی جیسے یہ کہ ہر فرد بہشتی اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کی بشرطیکہ وہ دخولِ بہشت کی صلاحیت رکھتے ہوں (یعنی دنیا سے با ایمان اٹھے ہوں) شفاعت کرکے ان سب کو اپنے ساتھ رکھے گا۔

یہ امر مردِ مومن کے احترام کے طور پر ہوگا اگرچہ اس کے ماں باپ اور بیوی بچے وغیرہ اس

Presented by www.ziaraat.com

مقام کی اہلیت بھی نہ رکھتے ہوں۔ چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ (سورۃ الرعد ۱۳۔ آیت ۲۳)

(ترجمہ) ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ جائیں گے اور ان کے باپ داداؤں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو لوگ نیکوکار ہیں۔

ملائکہ کی مبارکباد اور ربّ العزّت سے شرفِ ہمکلامی

نیز جب بہشتی لوگ بہشت میں اپنے اپنے مقام پر پہنچ جائیں گے اس وقت خداوند متعال کی طرف سے ایک ہزار فرشتے مامور ہوں گے کہ مومن کی زیارت کریں اور اس کو تہنیت ومبارکباد دینے کے لئے جائیں اور مومن کے قصر (جس میں ہزار دروازے ہوں گے) کے ہر دروازے سے ایک ایک فرشتہ وارد ہوگا اور سب مومن کو سلام کریں گے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (سورۃ رعد ۱۳۔ آیات ۲۳۔۲۴)

اور مبارکباد دیں گے۔ سب سے بالاتر کرامت جو مومن کو نصیب ہوگی وہ پروردگارِ عالم سے شرف ہمکلامی حاصل ہونا ہے اور اس سلسلے میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی ہیں لیکن جو کچھ قرآن مجید میں سورۃ یٰسین میں خداوند عالم فرماتا ہے وہی کافی ہے کہ سلام قولاً من رب الرحیم۔

اور تفسیر منہج الصادقین میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ بہشتی لوگ بہشت کی نعمتوں میں مستغرق ہوں گے کہ اچانک ان پر ایک نور ساطع ہوگا اور اس سے آواز آئے گی السلام علیکم یا اهل الجنة اور اسی کے پیش نظر یہ کہا جاتا ہے کہ جو باتیں دنیا میں پیغمبرانِ خدا کو نصیب تھیں منجملہ ان کے خداوند عالم سے ہمکلام ہونا، آخرت میں وہ باتیں بہشتیوں کو بھی نصیب ہوگی۔

بحار الانوار جلد دوم میں جنتیوں کے لئے انوارِ الٰہیہ کی تجلیات کی کیفیت کے بارے میں مفصل احادیث ہیں، منجملہ ان کے مقام رضوان ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے:

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ (سورۃ توبہ ۹۔ آیت ۲۱)

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (سورۃ توبہ ۹۔ آیت ۷۲)

پیغمبر خدا کے ہمسائے اور حضرات آل محمدؐ سے مومنین کا اتصال

منجملہ ان نعمتوں کے محمدؐ و آل محمدؐ کی مومنین کی ہمسائگی اور ان حضراتؑ سے ان کا اتصال ہے۔ چنانچہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے: "یا علیؑ! تمہارے شیعہ روشن ومنور چہروں کے ساتھ نور کے منبروں پر رونق افروز ہوں گے اور وہ سب بہشت میں میرے ہمسایہ ہوں گے"۔

وشیعتك علی منابر من نور مبیضة وجوههم حولی فی الجنة (دعائے ندبہ)

انہیں نعمتوں میں سے بہشت میں قیام جاودانی ہے۔ جس وقت مومن یہ خیال کرے گا کہ یہ بڑی بڑی نعمتیں کبھی بھی ہرگز اس سے سلب نہیں ہوں گی (اور نہ ان میں کوئی کمی واقع ہوگی) تو وہ دل میں ایک عجیب لذت وسرور محسوس کرے گا جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

روحانی نعمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انبیاءؑ وصلحاء ومومنین سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، چنانچہ قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے: عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (صافات ۳۷۔ آیت ۴۴)

یعنی وہ لوگ تخت پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوں گے۔

ہر روز ایک پیغمبر کے ہاں مہمانی

مروی ہے کہ ہر روز بہشت میں مومنین پیغمبرانِ خدا میں سے کسی ایک کے ہاں ملاقات و زیارت کے لئے جایا کریں گے اور اس دن اسی پیغمبر کے ہاں مہمان رہیں گے۔ البتہ ہر جمعرات کے حضرت خاتم الانبیاء حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہوا کریں گے اور ہر جمعہ کو

Presented by www.ziaraat.com

مقامِ قربِ حضرت احدیت جلّت عظمتہ، میں مدعو ہوا کریں گے۔ [1]

موعظہ۔ بہشت حاصل کرنے کیلئے ہم کیوں کوشش نہیں کرتے؟

بہشت کی نعمتوں کے متعلق ایک مختصر سا خاکہ تھا جو پیش کیا گیا۔ اب ہمیں انصاف سے سوچنا ہوگا کہ کیا کوئی عقلمند انسان اپنے لئے یہ گوارا کرے گا کہ وہ ایسے روحانی لذائذ اور مقاماتِ شامخہ و درجاتِ عالیہ سے اپنے کو محروم رکھے۔ [2]

انسان دنیاوی مقامات و عہدوں پر پہنچنے کے لئے کتنی زحمتیں جھیلتا ہے اور کتنی تکلیفیں برداشت کرتا ہے حالانکہ یقین نہیں ہوتا کہ مقصود تک پہنچ جائے گا اور بہت رنج و کلفت کے بعد مقصد تک پہنچ بھی جائے تو موت کے ہاتھوں اس سے محروم بھی ہو جائے گا لیکن ان مقاماتِ عالیہ اور ہمیشہ باقی رہنے والی سعادتوں کے حصول کے لئے ایک قدم بھی نہیں اٹھاتا۔ باوجودیکہ جو شخص بھی اس راہ میں کوشش و جدوجہد کرے گا وہ یقیناً اپنے مقصود کو پالے گا اس کوتاہی و بے اعتنائی کا سبب انسان کی پست ہمتی اور دو روزہ دنیاوی لذات و شہوات کے حصول میں انہماک اور اتنے ہی پر خوش رہنا ہے۔ حالانکہ ان میں ہزاروں آلائشیں ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے: بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ (۷۵-۵) مگر انسان تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے آگے بھی (ہمیشہ) برائی کرتا جائے۔

زبانِ حقیقت ترجمان مولائے متقیان امیر المومنین ؑ سے بہشت کی توصیف

جنابِ امیر المومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں اس طرح فرماتے ہیں:۔

---

[1] اس ہفتہ بھر کی مہمانی سے کیا مقصود ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا کیونکہ آخرت میں ہمارے دنیا والے ہفتے کا تو کوئی وجود نہ ہوگا۔ ممکن ہے وقت کی مقدار کا تعین دنیا کے ہفتے کے مطابق کیا جائے۔

[2] فھبنی صبرت علی حر نارك فكيف اصبر عن النظر الى كرامتك (دعائے کمیل)

"(پروردگار) میں تجھے ان تمام چیزوں سے منزّہ و پاک جانتا ہوں جو تیری کبریائی کے شایانِ شان نہیں ہیں جبکہ تو تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اور اپنی مخلوقات کے نزدیک اپنے حسنِ آزمائش کے اعتبار سے تمام مکنونات (پوشیدہ امور) کا تو مالک ہے کہ اسی اعتبار کے مطابق تو نے ایک سرائے خلق کی ہے جس کا نام بہشت ہے اور وہاں اپنے مہمانوں کے واسطے دعوت و پذیرائی کے تمام وسائل، خورد و نوش کے مقامات، پاکیزہ منظر حوریں، پری پیکر خدام و غلمان، خوشنما و آرام دہ حجرے، انتہائی لطیف و پاکیزہ نہریں، نہایت سرسبز و شاداب کھیتیاں، باغات اور نفیس و لذیذ و پاکیزہ میوے مہیا فرمائے ہیں پھر تو نے اپنے ایک نمائندے کو مبعوث فرمایا اور حضرت محمد مصطفےٰ ؐ ہیں جو لوگوں کو اس پاکیزہ سرائے کیطرف دعوت دیتے رہے جس میں انواع و اقسام کی ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں ہیں۔ پس (یہ نوع البشر کی بدبختی تھی کہ) نہ تو انہوں نے داعی الی اللہ کی آواز پر لبیک کہی اور نہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوئے جن کی طرف تو نے رغبت دلائی اور نہ اس چیز کے آرزومند ہوئے جن کا تو نے آرزومند بنانا چاہا۔ بلکہ اس فریب کار اور مُردار دنیا کی طرف راغب رہے جس کے کھانے کے نتیجے میں وہ رسوا ہوئے اور اس ناچیز و بے مقدار مردار کی دوستی پر ایک دوسرے کے ساتھ صلح و آشتی کر لی پس جس شخص نے اس دنیائے بے اعتبار کو دوست رکھا اور اس کا دالہ و شیدا ہوا اس کو اس نے اندھا بنا دیا، ایسا اندھا کہ اسے اپنا عیب و نقصان بھی نظر نہیں آتا اور اس کے دل کو اس چیز کے ادراک سے جو اس کے لئے سزاوار و مناسب تھی، بیمار ڈال دیا۔ پس وہ بیمار و کمزور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور بہرے کانوں سے سنتا ہے۔ بیشک دنیاوی خواہشات نے اس کی عقل کو بیکار کر دیا ہے اور دنیا نے اس کے دل کو مُردہ کر دیا ہے اور اسے اپنا گرویدا و شیدا بنا لیا ہے، پس وہ دنیا کا بندہ اور ہر اس شخص کا غلام بن گیا جس کے پاس متاعِ دنیا میں سے کچھ ہو۔"

(نہج البلاغہ)

Presented by www.ziaraat.com

باوجودیکہ دو راستوں کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ انسان یا تو بہشتی ہوگا یا جہنمی۔ اب اگر کوئی خدا کا راستہ اختیار نہ کرے تو وہ نہ صرف یہ کہ ان تمام نعمتوں سے جن کا ایک مختصر سا خاکہ ہم نے پیش کیا، محروم رہے گا بلکہ اس کی جگہ بھی جہنم ہوگی اور جو تکلیفیں اسے درپیش ہوں گی ان میں سے ایک شمہ برابر ہم ذکر کریں گے۔

دوزخ

دوزخ ایک بے پایاں وسیع وعریض گڑھا جس میں غضب پروردگار کی آگ افروختہ ہوگی اور یہ اخروی قید خانہ ہے جس میں طرح طرح کے عذاب اور قسم قسم کی شدتیں، تکلیفیں، بلائیں اور مصیبتیں ہوں گی جن کا ادراک بھی ہمارے ذہن سے بالاتر ہے اور درحقیقت یہ بہشت کی بالکل ضد ہے، چنانچہ بہشت میں انواع واقسام کی نعمتیں، لذتیں، آسائشیں موجود ہوں گی اور ذرہ برابر بھی رنج وتکلیف کا شائبہ بھی نہ ہوگا جبکہ جہنم میں صرف شدتیں، سختیاں، رنج ومصیبتیں، اذیتیں اور بلائیں بھی ہوں گی اور ذرہ برابر بھی آرام وآسائش کا وہاں گزر نہ ہوگا۔ یہاں ہم ان چند عذابوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔

جہنّم میں کھانے اور پینے کی چیزیں

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ○ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ○

(سورۃ واقعہ ۵۶۔ آیت ۵۱-۵۲) یعنی بیشک اے گمراہو اور جھٹلانے والو! تمہیں ضرور بالضرور زقوم (تھوہر کے پھل اور پتے) کھانا پڑے گا۔ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ○ (آیت ۵۳) پس بھوک کی شدت کی وجہ سے تم اس سے اپنے شکم پُر کرلوگے۔ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ○ (آیت ۵۴) پھر نہایت گرم پانی تمہیں پینا ہوگا (اور پیاس کی شدت کی وجہ سے تم ناچار یہی پانی پیوگے۔

دوزخ میں بھوک اور پیاس کی سزا

حدیث میں ہے کہ دوزخیوں کو بھوک کے عذاب میں مبتلا کریں گے تاکہ ناچار ومجبور ہوکر تھوہر کا درخت کھائیں، اس کے بعد ان پر تشنگی کا عذاب مسلط کریں گے تاکہ ماء حمیم (گرم گرم پانی) زیادہ سے زیادہ پئیں؛ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآئَهُمْ ○ (سورہ محمد ۴۷۔ آیہ ۱۵) وہ پانی اتنا گرم ہوگا کہ ان کی آنتوں کو ریزہ ریزہ کردے گا۔ مروی ہے کہ اس پانی کا ایک قطرہ دنیا کے پہاڑوں پر گرادیں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔

فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ○ (سورۃ واقعہ ۵۶۔ آیت ۵۵) یعنی وہ لوگ یہ گرم گرم پانی اس طرح پئیں گے جیسے بہت زیادہ پیاسے اور مدتوں سے پانی نہ دیکھے ہوئے اونٹ پانی پانے پر پیتے ہیں۔[1]

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○ (۵۶-۵۶) قیامت کے دن یہی انکی حالت ہوگی کہ یہی زقوم اور حمیم ان کے لئے پیشکش ہوگی۔ یہ تو ابھی تمہیدی وابتدائی عذاب ہوگا قیامت کے دن، لیکن جو کچھ عذاب اور کھانے پینے کا تدارک ان کے لئے جہنم میں ہوگا وہ بس ناقابل شرح وبیان ہے۔

زقوم۔ مجرمین کی آتشین غذا

خداوند عالم سورہ دخان (آیات ۴۳-۴۶) میں فرماتا ہے:-

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ○ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ○

---

[1] ہیم، اھیم کی جمع ہے اس سے مراد وہ اونٹ ہے جو دردخیام میں مبتلا ہو۔ یہ مرض، مرض استسقاء سے مشابہ ہوتا ہے جو اونٹوں کو عارض ہوتا ہے جیسے استسقاء انسان کو عارض ہوتا ہے کہ جتنا بھی پانی پئے پیاس نہیں بجھتی۔

Presented by www.ziaraat.com

یعنی بیشک درخت زقوم (کے پھل اور پتے) اس شخص کی غذا ہوں گے جو بہت گنہگار ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان سے مراد کافر و معاند افراد ہیں اور زقوم ایک چیز ہے جو آگ میں پگھلائی گئی ہوگی جیسے تانبا اور کہا گیا ہے کہ "مہل" جوش دیا ہوا روغن زیتون ہوگا، جو شکم میں اس طرح جوش کھائے گا اور ابلے گا جیسے گرم پانی جوش کھاتا ہے۔

مجرموں کے ظاہر اور باطن کو پگھلا کر رکھ دے گا

زقوم کفار کے شکموں میں اس طرح پانی کی طرح جوش کھائے گا جو آگ پر ابل رہا ہو، یا روغن زیتون کی طرح جو تیز آگ پر گرم کیا گیا ہو، پھر اسی ابلتے ہوئے پانی کو ان کے سروں پر ڈالیں گے جس سے ان کے ظاہر و باطن سب پگھل جائیں گے:

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝ (سورۃ الحج ۲۲-آیت ۱۹)

نیز فرماتا ہے: اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّجَحِيمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيمًا ۝

یعنی ہمارے پاس بڑی بڑی بیڑیاں ہیں جو کھل نہیں سکتیں اور تیز بھڑکنے والی آگ ہے اور گلے میں پھنس جانے والی غذائیں ہیں اور دردناک عذاب ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ درخت زقوم، قعر جہنم سے نکلے گا جس کے پتے، میوے اور کانٹے سب آگ کے ہوں گے اور جو معبّر (ایلوے) سے زیادہ تلخ اور مردار سے زیادہ گندا اور بدبودار اور لوہے سے زیادہ سخت ہوگا۔

غسلین، ضریع، صدید اور غساق

جہنم کی غذاؤں میں سے "غسلین" بھی ہے: وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝ (سورۃ حاقہ ۶۹ آیت ۳۶) تفسیر مجمع البحرین میں ہے کہ دوزخیوں کے شکم سے زقوم کھانے کے بعد جو چیز باہر نکلے گی وہی پھر دوبارہ ان کی غذا بنے گی۔

انہیں غذاؤں میں سے ایک "ضریع" ہے۔ مروی ہے کہ وہ چیز کانٹے سے مشابہ ہوگی، ایلوے سے زیادہ تلخ اور مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ جلانے والی ہوگی

ایک اور غذا "صدید" ہے: وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ (سورۃ ابراہیم ۱۴ آیت ۱۶)

وہ خون اور پیپ ہے جو زناکاروں کی شرمگاہوں سے جہنم میں خارج ہوگا۔

ایک اور غذا "غساق" ہے۔ اِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ۝ (سورۃ النباء ۷۸-آیت ۲۵)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے دوزخ میں جس میں زہریلے جانوروں کے زہر بہتے ہیں۔

جہنمیوں کے لباس

قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ (سورۃ حج ۲۲-آیت ۱۹)

جہنمیوں کے لئے آتشیں لباس قطع اور مہیا کئے گئے ہیں اور منقول ہے کہ پگھلے ہوئے تانبے کا لباس ہوگا۔

سورۃ ابراہیم (۱۴) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوهَهُمُ النَّارُ (آیت ۵۰)

یعنی ان کے لباس قطران کے ہوں گے اور آگ سے ان کے چہرے چھپا دیئے جائیں گے۔

"قطران" ایک سیاہ بدبودار چیز ہے جو خارش زدہ اونٹ کی جلد میں پیدا ہوتی ہے۔ جس کو اس کی کھال کے ساتھ جلا دیتے ہیں اور آگ میں وہ بہت جلد شعلہ ور ہو جاتی ہے۔

مروی ہے کہ اگر جہنم کے لباسوں میں سے کسی لباس کو زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیں تو تمام اہل زمین اس کی بدبو اور گرمی سے مر جائیں گے۔

روسیاہی اور طوق و زنجیر

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْاَقْدَامِ ۝

Presented by www.ziaraat.com

(سورۃ رحمن ۵۵۔ آیت ۴۱) گنہگار لوگ اپنی علامت اور حلیئے سے پہچان لیئے جائیں گے جو ان کی نیلی آنکھیں اور چہروں کی سیاہی ہے۔ اس وقت ان لوگوں کے پیشانی کے بالوں اور پاؤں کو پکڑ کر اور کبھی پاؤں کو پکڑ کر دوزخ کی طرف کھینچا جائے گا یا یہ کہ کسی گروہ کے پیشانی کے بالوں کو کسی اور گروہ کے پاؤں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ۝ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝ (سورۃ مومن ۴۰۔ آیات ۷۱-۷۲)

یعنی جب ان کی گردنوں میں طوق پڑ جائیں گے تو زنجیروں کے ذریعے حمیم کی طرف کھینچے جائیں گے پھر آگ میں جلائے جائیں گے۔

تَرَی الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَی اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ط (سورۃ زمر ۳۹۔ آیت ۶۰)

یعنی تم ان لوگوں کو دیکھو گے جو خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ ان کے چہرے سیاہ ہیں۔

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ (سورۃ المومنون ۲۳۔ آیت ۱۰۴)

یعنی آگ ان کے چہروں کو جلا دے گی اور وہ سب بدصورت ہو جائیں گے یعنی گوسفند کے بھیجے، جھلسے ہوئے سر کی طرح ان کے دانت نمایاں اور ہونٹ لٹکے ہوئے ہوں گے۔

مؤکلینِ جہنّم

عَلَیْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ (تحریم ۶۶-۶)

یعنی آتشِ جہنّم پر وہ ملائکہ جو تندخو و شدید ہوں گے اور جہنمیوں پر ذرا بھی رحم نہیں کریں گے اور خدا کی طرف سے جس کام پر مامور ہیں اس میں وہ خدا کی قطعاً مخالفت نہیں کرتے۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ (سورۃ حج ۲۲۔ آیت ۲۱) موکلین جہنم کے ہاتھوں میں آہنی گرز ہوں گے جنہیں وہ جہنمیوں کے جہنم سے فرار کرنے کا ارادہ کرنے پر ماریں گے۔

اس گرز کے وزن کے متعلق وارد ہے کہ اگر تمام جن و انس جمع ہو کر جہنم کے ایک مقمعہ

(گرز) کو اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکیں گے۔

مروی ہے کہ موکلین جہنم کی دونوں آنکھیں برقِ جہندہ کی طرح درخشندہ ہوں گی اور ان کے نوکیلے دانت پہاڑوں کی طرح لمبے لمبے ہوں گے اور ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ ان کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ ایک سال کی راہ کے برابر ہوگا وہ ایک ہاتھ سے ستر آدمیوں کو ایک ساتھ اٹھا کر جہنم میں پھینک سکتے ہیں۔

جہنّم اور اس کے دروازے

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ (حجر ۱۵-۴۴)

دوزخ کے سات دروازے ہیں اور جہنمیوں کا ہر گروہ انہیں دروازوں سے جہنم داخل ہوگا جو اس کے لئے مخصوص ہیں۔ جہنم کے ساتوں دروازوں کے نام جیسا کہ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے حسب ذیل ہیں:۔

سب سے نچلا اور آخری طبقہ "جہنّم" ہے، اس سے اوپر والا حصہ "لظیٰ" ہے اس کے اوپر "حطمہ" ہے، اس کے اوپر "سقر" ہے، اس کے اوپر "جحیم" ہے۔ اس کے اوپر "سعیر" ہے اور اس کے اوپر "ہاویہ" ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان طبقات کے عذاب متفاوت اور کم و بیش ہوں گے۔

آتشِ جہنّم بھی باشعور ہے

آیاتِ مبارکہ کے ظاہر الفاظ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آتشِ جہنم دنیاوی آگ کے برخلاف قوتِ ادراک و شعور رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ۝ (۵۰-۳۰)

اس دن جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ جواب میں کہے گی کیا اور بھی اہلِ عذاب

Presented by www.ziaraat.com

ہیں؟ یعنی ابھی میرے اندر گنجائش ہے اور ابھی زیادہ کا اشتیاق ہے۔

نیز آتشِ جہنم اہلِ عذاب کو پہچانتی ہے اور ان پر حملہ کرے گی۔ قوتِ جاذبہ رکھتی ہے اور نعرہ زن ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ○ (فرقان ۲۵-۱۲)

جب آتشِ جہنم ان (مجرموں) کو دور سے دیکھے گی تو اس سے شدتِ غضب کی بنا پر غرانے اور خروش کرنے کی آواز سنیں گے۔

حضرت صادق ع سے مروی ہے کہ جہنم کے نعرہ مارنے کی آواز لوگ سنیں گے۔

مومن کا نور جہنم کے شعلوں کو کم کردے گا

تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ (سورہ ملک ۶۷-آیت ۸)

قریب ہے کہ کافروں پر غضب کے سبب جہنم مارے جوش کے پھٹ پڑے۔

مروی ہے کہ مومن کے پل صراط پر سے گزرنے کے وقت جہنم کی آواز بلند ہوگی کہ اے مومن! میرے اوپر سے جلد گزر جا کہ تیرا نور میرے شعلوں کو بجھا رہا ہے۔ چونکہ مومن رحمت ہے اور آتشِ جہنم غضب سے ہے اور رحمت حق اس کے غضب پر غالب ہے: یامن سبقت رحمته غضبه (دعائے کمیل) مختصر یہ کہ اس امر پر کہ آتشِ جہنم تمام موجوداتِ اخروی کی طرح صاحب حیات و مالک ادراک و شعور ہے۔ خدا کے دوستوں کی دوست، اور اس کے دشمنوں کی دشمن ہے۔ ہمارے پیش نظر بہت سے شواہد ہیں۔

جہنمی لوگ بہت تنگ جگہ میں رہیں گے

جہنم کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ باوجودیکہ اگر اس میں تمام جن وانس کو بھی جھونک دیں تب بھی اس میں گنجائش باقی رہے گی۔ لیکن جہنمی لوگ بے حد تنگی و فشار میں رہیں گے

جس طرح سے کھونٹی دیوار کے اندر ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ○ (فرقان ۲۵-۱۳)

جب جہنمی لوگ دوزخ کی تنگ جگہ میں ڈال دیئے جائیں گے درآنحالیکہ وہ لوگ آتشیں زنجیروں میں بندھے ہوئے ہوں گے۔ وہ لوگ اس طرح فشار میں ہوں گے کہ موت کی آرزو کریں گے۔ یا یہ کہ کہیں گے "وَا اَسَفَاهُ۔ ہائے افسوس!" اور جس اندازہ سے بہشتی لوگ روشنی میں ہوں گے اسی اندازے سے دوزخی لوگ ظلمت و تاریکی اور ابدی وحشت و دہشت میں رہیں گے بالکل اس شخص کے مانند جو سمندر کی تہ میں گرفتار ہو کہ جہاں تہہ بہ تہہ موجوں کی تاریکی اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ (سورۂ نور ۲۴-آیت ۴۰)

تاریکی اتنی گہری ہوگی کہ اگر اپنا ہاتھ دیکھنا چاہے تو اسے اپنا ہاتھ تک دکھائی نہیں دیگا۔

روحانی عذاب

دوزخیوں کے لئے علاوہ جسمانی شکنجوں کے اور تکلیفوں کے روحانی عذاب بھی ہونگے۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ انہیں برابر یاد رہے گا کہ ہمیشہ اسی جگہ رہنا ہے اور تکلیفیں و عذاب جھیلنا ہے۔ اس سے انہیں کبھی نجات نہیں ملے گی اور یہ دوزخیوں کے لئے سخت ترین عذاب ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ کفار و منافقین جن پر حجت تمام کی جاچکی ہوگی پھر بھی بے ایمان مرے ہوں گے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم میں گرفتار رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

Presented by www.ziaraat.com

خَالِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (سورة بیّنہ ۹۸۔ آیت ۸)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ (۴۱-۲۸)

پس خدا کے دشمنوں کی سزا نارِ جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

کافر کا بہشت میں جانا محال ہے

بلکہ قدرت نے ان کے جہنّم سے نکلنے کو محال سے تشبیہ دی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (اعراف ۷-۴۰)

یعنی وہ (کفار) جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے۔

یعنی جس طرح یہ امر محال ہے اسی طرح کفّار کا جنّت میں داخل ہونا محال ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اور جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔

الٰہی نعمتوں سے محرومی بدترین سزا ہے

دوسرا روحانی عذاب یہ ہے کہ جہنمی اس امر کی طرف برابر متوجہ رہے گا کہ پروردگارِ عالم کی بے پایاں رحمتوں اور نعمتوں اور مہربانیوں سے وہ محروم ہے۔ بلکہ مزید براں غضب و بے اعتنائی پروردگار کا مستحق قرار پایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (۸۳-۱۵)

بلیشک اس دن وہ لوگ اپنے پروردگار سے حجاب میں ہوں گے، یعنی رحمت و احسانِ و ثوابِ الٰہی سے محروم رہیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :۔

لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آل عمران۔ ۷۷)

ان لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی نیک جزا نہیں ہے اور خدا ان سے بات بھی نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نگاہِ شفقت و رحمت نہیں فرمائے گا۔

جہنّم میں مرگبار حسرتیں

روحانی سزاؤں میں سے ایک سزا وہ حسرت و افسوس، ہم و غم ہوگا جس کے صدمے سے اگر دوزخ میں اگر موت ممکن ہوتی تو روزانہ موت کو ترجیح دیتے اور مرجانا گوارا کر لیتے۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے اور ان کے اعمال کی نشاندہی فرما رہا ہے جو کہ ان کے رنج و اندوہ کے اسباب ہوں گے:

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ (سورة البقرة۔ آیت ۱۶۷)

دوسری جگہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے :

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ (سورة الفرقان ۲۵۔ آیت ۲۷)

اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور کہے گا (اے کاش) خدا کے رسول کے ساتھ کوئی نجات کا راستہ اختیار کر لئے ہوتا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جنتی لوگ جب بہشت میں اور دوزخی لوگ جب دوزخ میں اپنی اپنی منزل پر مستقر ہو جائیں گے تو جنت و جہنم کے درمیان جھروکے کھل جائیں گے اور منادی ندا کرے گا: اے جنّت والو! ذرا جہنمیوں کی منزلیں اور ان کی حالت کو دیکھو، اگر تم لوگوں نے بھی احکام خداوندی کی مخالفت کی ہوتی تو وہی منزلیں جہنم میں تمہاری بھی ہوتیں۔ پھر منادی آواز دے گا: اے جہنّم والو! بہشت کی اعلیٰ منزلوں کو دیکھو۔ اگر تم نے بھی اطاعتِ خداوندی کی ہوتی تو تمہاری جگہیں بھی وہی ہوتیں۔ پس جہنمیوں پر ایسا غم و اندوہ طاری ہوگا کہ اگر وہاں مرنا میسر ہوتا تو وہ مارے افسوس کے مرجاتے۔

Presented by www.ziaraat.com

جہنم میں جھڑکیاں اور روحانی اذیّتیں

منجملہ روحانی سزاؤں کے طرح طرح کی جھڑکیاں، زجر و توبیخ اور ہنسی اڑایا جانا بھی ہیں، یہ تمام روحانی عذاب خدا کی طرف سے اور ملائکہ و اہل جنت کی طرف سے بلکہ شیاطین کی طرف سے بھی جہنمیوں پر وارد ہوں گے، اسی طرح سے جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوا شَهِدْنَا عَلٰى اَنفُسِنَا (سورۃ انعام ۱۳۰)

"کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے؟ جو تمہیں میری آیتوں کی خبر دیں اور تم کو آج کے دن کی ہونا کیوں سے ڈرائیں؟ وہ لوگ کہیں گے ہاں، ہم خود اپنے خلاف شاہد و گواہ ہیں۔"

پھر فرماتا ہے:

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ (۳۵-۳۷)

"کیا ہم نے تمہیں دنیا میں اتنی مہلت نہیں دی تھی کہ تم باخبر ہو جاتے (جبکہ) آج کے جیسے دن سے ڈرانے والا تمہارے پاس آیا تھا۔ پس اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔ آج ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

اور بھی ان سے ملتے جلتے خطابات بہت ہیں۔ جہنم کے مؤکل فرشتے بھی سرزنش کریں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيرٌ ○ قَالُوا بَلٰى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۵ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِن شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنتُمْ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ كَبِيرٍ ○ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي اَصْحٰبِ السَّعِيرِ ○ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيرِ ○ (سورۃ ملک ۶۷، آیات ۸-۱۱)

جس وقت جہنم میں کوئی فوج یا جماعت ڈالی جائے گی تو خازنانِ جہنم ان سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس (خدا کی طرف سے) ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے، ہاں! ڈرانے والا آیا تو ضرور تھا، مگر ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے، تم خود بڑی گمراہی میں پڑ گئے ہو۔ اور وہ کہیں گے کہ اگر ہم ان کی باتیں سنے ہوتے اور اپنی عقل سے کام لئے ہوتے تو کبھی اہل جہنم نہ ہوتے۔ پس وہ خود اپنے گناہ کا اقرار کریں گے۔

شیاطین کی شماتت اور کبھی جہنّمیوں کا نالہ سے باز رہنا

جہنّمیوں کو شیاطین بھی شماتت کریں گے اور ان کی ہنسی اڑائیں گے۔ مروی ہے کہ جہنّمی لوگ اس خوف سے کہ شیاطین کی شماتت اور تمسخر کا نشانہ نہ بنیں عذاب کی شدت کے باوجود نالہ و فریاد کم کریں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جہنمیوں کا کام تمام ہونے اور جہنم میں پہنچ جانے کے بعد شیطان ان (جہنمیوں) سے کہے گا، بیشک خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا مگر جھوٹا میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا۔ بیشک میں نے تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور تم نے اپنے سوء اختیار سے میرے جھوٹے وعدے کو مان لیا، پس تم مجھے ملامت نہ کرو، بلکہ خود اپنے کو ملامت کرو، آج نہ تو میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری، آج میں تم سے بیزار ہوں، اس بناء پر کہ تم نے دنیا میں مجھ کو خدا کا شریک قرار دیا، بیشک ظالموں کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔" (سورہ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۲۲)

تم بھی سچّے وعدے کو پا گئے

جنّتی لوگ بھی جہنّمیوں کو سرزنش کریں گے چنانچہ سورہ اعراف کی آیت ۴۴ میں خدا

Presented by www.ziaraat.com

فرماتا ہے :۔ "بہشتی لوگ دوزخیوں کو آواز دیں گے اور کہیں گے ، ہمارے پروردگار نے ہم سے جو ثواب کا وعدہ کیا تھا بہ تحقیق ہم نے اسے پالیا۔ تمہارے پروردگار نے تم سے جو عذابوں اور سزاؤں کا وعدہ کیا تھا کیا تم بھی وہ سب پا گئے ؟ وہ سب کہیں گے کہ ہاں ! ہم ان سزاؤں کو پہنچ گئے۔ پھر ایک منادی انکے درمیان ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔"

اور سورہ مطففین میں فرماتا ہے :۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ○ (آیت ۳۴)

آج مومنین کفار پر ہنسیں گے اور ان کو موردِ استہزاء و مسخرہ قرار دیں گے۔ یہ تمسخر یہ ان سخریوں کا جواب ہوگا جو دنیا میں کفار مومنین کا کیا کرتے تھے۔

جہنّم میں شیاطین کے ساتھ قیام و ہمنشینی سخت عذاب ہوگا

منجملہ روحانی عذابوں اور سزاؤں کے شیطانوں اور تمام دوزخیوں کے ساتھ رہنا بھی ہے۔ جس طرح سے جنت والے ایک دوسرے سے اُنس رکھیں گے اور ایک دوسرے کی ملاقات سے لطف اندوز ہوں گے ، اس کے برخلاف دوزخی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور ان کے درمیان آپس میں انتہائی درجے کی اجنبیّت و نفرت پائی جائے گی۔ اس امر کی یاد دہانی قرآن مجید میں کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ

..... (سورۃ زخرف ۴۳ - آیات ۳۶-۳۸)

" جو لوگ خدا کی یاد سے اپنی آنکھیں بند رکھیں گے ہم ان پر شیطان کو مسلّط کردیں گے جو ان کا ہمنشین رہے گا اور وہ شیاطین ان کو راہِ حق سے باز رکھیں گے (لیکن) ایسے لوگ یہ گمان کریں گے کہ راستہ پا گئے ہیں یہاں تک کہ کافر اپنے ، اسی ہمراہی شیطان کے ساتھ ہمارے پاس محلِ جزا میں حاضر ہوگا۔ تب وہ شیطان سے کہے گا کہ اے کاش میرے اور تمہارے

درمیان بُعد المشرقین ہوتا کیونکہ (تو) بُرا ہمنشین ہے۔"

اور مروی ہے کہ دونوں کو ایک ہی زنجیر میں باندھ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

ایک دوسرے سے برأت کا اظہار کریں گے

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ (سورۃ بقرہ۔ آیات ۱۶۶-۱۶۷)

ظالموں کے مددگاروں اور گمراہ پیشواؤں کی پیروی کرنے والوں کی باہمی دشمنی کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے :۔

" جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے (یعنی پیر اپنے مریدوں سے) تبرّا کریں گے اور سب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کی نجات کے اسباب منقطع ہو جائیں گے ، تب پیروی کرنے والے کہیں گے ، کاش ہم کو ایک مرتبہ پھر دنیا میں واپس جانے کا موقع مل جاتا تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرّا کرتے جس طرح آج وہ ہم سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔"

جہنّمیوں کی باہمی دشمنی کے بارے میں خداوند عالم ایک اور مقام پر فرماتا ہے :۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

(سورۃ عنکبوت ۲۹ - آیت ۲۵)

"پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض ، بعض کی تکفیر کرو گے اور بعض بعض پر لعنت و نفرین کرو گے۔"

اور سورۃ زخرف میں فرماتا ہے :

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ○ (آیت ۶۷)

" وہ لوگ جو دنیا میں باہم دوست تھے وہ اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ، سوائے اہل ایمان پرہیزگاروں کے کہ وہ جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کے دوست تھے اسی طرح وہاں

Presented by www.ziaraat.com

بھی دوست رہیں گے"۔

مروی ہے کہ دنیا میں جو دوستی خدا کے لئے نہیں تھی وہ آخرت میں دشمنی سے بدل جائیگی اور سورۃ ص (۳۸۔آیات ۵۵-۵۸) میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَإِنَّ لِلطَّٰغِينَ لَشَرَّ مَـَٔابٍ ○ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ○ وَءَاخَرُ مِن شَكْلِهِۦٓ أَزْوَٰجٌ ○

بلشبہ سرکشوں اور حق کی پیروی سے انحراف وانکار کرنے والوں کے لئے بری بازگشت ہوگی اور وہ دوزخ ہے جس میں وہ ڈالے جائیں گے اور جس میں ان کا بستر و فرش آگ کا ہوگا۔ اور وہ برا بستر ہے اور بری آرام گاہ ہوگی، چاہیئے کہ سرکش لوگ اس مزے کو چکھیں، پھر چاہیئے کہ حمیم و غساق (جو جہنم میں جلا دینے والا اور گندا و بدبودار پانی ہے) پیئیں اور دوسری انواع و اقسام کی سزاؤں کا مزہ بھی چکھیں جو شدت میں مثل عذاب ہوں گی۔

دوزخ والوں کا ایک دوسرے کی بدگوئی کرنا

مروی ہے کہ جب گمراہی کے پیشواؤں کو جہنم میں ڈالیں گے اور ان کے بعد ان کے پیروؤں کو بھی انہیں سے ملحق کریں گے تو پیشوا لوگ پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جہنم کے خزانہ دار) جواب دیں گے کہ یہ وہ گروہ ہے جو جہنم کے رنج و سختی میں تمہارے ساتھ رہیں گے پس پیشوا لوگ کہیں گے، ان کا آنا مبارک نہ ہو، یہ لوگ دوزخی ہیں۔ تو پیروی کرنے والے کہیں گے کہ بلکہ تمہیں مرحبا نہ ہو کیونکہ تمہیں ہمارے لئے اس عذاب کا سبب ہو، پس دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔ پھر کہیں گے : "خدایا ! جو بھی ہمارے واسطے اس عذاب کا باعث و سبب ہوئے ان پر تو ہم سے دوگنا عذاب نازل فرما کیونکہ وہ خود بھی گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ (۳۸-۵۹)

دوزخیوں کے جو حالات اور جو گفتگوئیں نقل کی گئیں وہ بلاشک و شبہ سچ اور درست ہیں اور یہ جہنم والوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ و جدال و نزاع ہوگی۔

کیا یہ کمزور جسم ان سزاؤں کی تاب لا سکے گا ؟

ممکن ہے چند شبہات ذہنوں میں پیدا ہوں جن کی طرف مجملاً اشارہ کیا جاتا ہے اور ہر ایک کا جواب بھی پیش کیا جائے گا۔ ان میں سے ایک شبہ یہ ہے کہ یہ شدید عذاب اور سخت ترین سزائیں جن سے کم سے کمتر کی بھی تاب انسانِ ضعیف نہیں لا سکتا، کیوں کر برداشت کرے گا ؟ کیونکہ وہ تو پہلے ہی مرحلہ میں نیست و نابود ہو جائے گا تو بظاہر یہ سزائیں اس کے جسم سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں ؟

انسان کا جسم بھی اس کے نفس کی طرح سخت ہو جائیگا

مذکورہ بالا شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ قیامت میں جسم انسانی یہی ہوگا جو دنیا میں ہے لیکن قدرتِ خدا سے آخرت میں اس طرح مرکب ہوگا اس قدر سخت و محکم ہوگا کہ دنیاوی بدن کے ساتھ اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا اور درحقیقت اخروی جسم لطافت و سختی میں لطافت و غلظتِ نفسی کا تابع ہوگا جو اس جسم سے متعلق ہوگا، جس طرح مومن کا نفس دنیا میں نہایت نرم و لطیف تھا اس طرح کا لطیف کہ ہر حق کے مقابلے میں متاثر و متواضع ہو جاتا تھا جیسا کہ مولائے متقیان جناب امیر المومنینؑ نہج البلاغہ کے ایک خطبے میں فرماتے ہیں: "المومنون هينون لينون مستسلمون" اور اسی طرح آخرت میں بھی ان کے جسم ان کے پاکیزہ نفس کی طرح کمالِ لطافت سے متصف ہوں گے، اسی طرح کافر کا نفس دنیا میں نہایت غلیظ و سخت ہوتا ہے جو پتھر سے بھی سخت ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :

قُلُوبُكُم... كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ؕ (سورۃ البقرہ آیت ۷۴)

اور اسی وجہ سے کسی حق کے مقابل خاضع و منقاد نہیں ہوتا ہے۔ پس آخرت میں بھی اس کا بدن اس کے نفس پلید کی طرح نہایت سخت و غلیظ ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

آخرت میں حقیقت کو صورت پر غلبہ ہوگا

مروی ہے کہ آخرت میں کافر کے دانت کوہ احد کی طرح لمبے ہو جائیں گے (تو اس کا بدن کیسا ہوگا ؟؟) اور بہ الفاظ دیگر آخرت میں صورت پر معنی کو غلبہ حاصل ہونا اور حقائق کا ظاہر و آشکار ہونا اور اس کے ظاہر و باطن کا یکساں ہونا ہے : يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (۸۶-۹) آخرت اسرار و رموز کے آشکار ہونے کا دن ہے۔ نیز عذاب کی وجہ سے اجسام و ابدان کے پراگندہ و متفرق ہونے اور زقوم کھانے اور حمیم پینے کی وجہ سے ان کے امعاء و احشاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور گل جانے کے بعد دوبارہ ان کے بدن درست ہوں گے (بلکہ کئی بار جلدوں کی تبدیلی عمل میں آئے گی) چنانچہ قرآن مجید صریحی طور پر آواز دیتا ہے :

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ط

(سورۃ النساء ۴۔ آیت ۵۹)

یعنی جب جب ان کی جلدیں جل اور پک کر گل جائیں گی تب تب ہم ان کی جلدوں کو بدل دیا کریں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ خوب چکھ لیں۔

کیا عدلِ الٰہی کے ساتھ سخت عذاب مناسبت رکھتا ہے ؟

دوسرا شبہ ذہنوں میں جس کے پیدا ہونے کا امکان ہے وہ یہ ہے کہ اتنی شدت کا عذاب کیا عدلِ الٰہی کے مطابق ہوگا ؟

یہ شبہ آخرت کے خدائی عذاب کو دارِ دنیا کے ظالم و جابر حکام و سلاطین کے شکنجوں پر قیاس کرنے کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ کسی طرح سے بھی اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سلاطین و حکام کا اپنے مجرموں سے انتقام لینا اپنے دل کو خوش کرنے اور غصہ ٹھنڈا کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔ یہ لوگ ان لوگوں پر جو ان کی مخالفت کرتے ہیں، غضبناک ہوتے ہیں اور شدتِ غضب

سے ان کا خون جوش کھانے لگتا ہے، اپنے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ لوگ حکم دیتے ہیں کہ مجرم کو قید خانے میں لے جائیں، شکنجہ دیں اور مار ڈالیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن عذابِ اخروی اس نہج پر نہیں ہوگا بلکہ مسببات کا ترتب اسباب کے مطابق ہوگا (یعنی جیسے خفیف یا سنگین اسباب ہوں گے اسی اعتبار سے سزا بھی مرتب ہوگی، یعنی بے ایمانی کا لازمہ ظلمت دیے نوری اور ہمیشہ باقی رہنے والی تاریکی میں رہنا ہے۔ پروردگارِ عالم سے روگردانی کا نتیجہ تنگی و فشارِ بدی میں بسر کرنا ہے۔ ہر ناحق گیری کا لازمہ ہمیشہ ہمیشہ کا اندھاپن اور بہرا پن ہوگا۔ شیطان اور گمراہی کے پیشواؤں کی پیروی کا لازمی نتیجہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انہیں کی مصاحبت و ہم نشینی ہے۔ یتیموں کا مال یا دوسروں کا مال بطورِ حرام کھانے کا لازمی انجام شکم میں آگ بھرنا ہے، اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جہنم کی آگ خود انسان کی وجہ سے ملے گی (وہ خود اپنے افعالِ شنیعہ و کردارِ بد کے نتیجہ میں جہنم کی مختلف سزاؤں کا مستحق قرار پائے گا) بلکہ قرآن مجید کی نص کے مطابق دوزخ کی آگ کو جلانے والا ایندھن بھی خود مخلوقات ہی ہوگی جن سے آگ روشن کی جائے گی :

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرہ آیت ۲۴)

وہ عذاب جسے خود مہیا کیا ہے

مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ ہر عذاب جس میں انسان مبتلا ہوگا اس کے اسباب خود اسی کے فراہم کردہ ہوں گے اور اس نے خود اپنے اوپر ظلم ڈھایا ہے ورنہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○ (سورۃ یونس ۱۰۔ آیت ۴۴)

کافر کو اس کی غلظت و سختی، سرکشی و نافرمانی و روگردانی کے باوجود کیسے ممکن ہے کہ جنت میں جو انتہائی لطیف و پاکیزہ مقام ہے جگہ دی جائے ؟ جبکہ بہشت جو دار السلام ہے

Presented by www.ziaraat.com

ان لوگوں کی جگہ ہوگی جو ہر مرض سے پاک و صاف ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کو جو از سرتا پا قلبی مریض ہے، حسد، بغض، کینہ و بخل، عداوت، کبر و نخوت سے پُر ہے جنت میں جگہ دی جائے؟ ایسے اشخاص کی جگہ تو دارالمرضیٰ (بیمارستان) جہنم ہے نہ کہ دارالسلام بہشت۔

اندھے کے سامنے آرائش اور بہرے کے سامنے نغمہ سرائی؟

حقیقت یہ ہے کہ کافر کو بہشت میں جگہ دینا ایسا ہی فعل ہوگا جیسے عطر کی شیشی کسی ایسے شخص کے سر پر انڈیلنا جو شدید زکام میں مبتلا ہو (یہ وضع الشیٔ فی غیر محلہ ہے، یعنی کسی چیز کو اس کے مناسب مقام کے بجائے دوسری نامناسب جگہ پر رکھنے کو ظلم کہتے ہیں) پس کافر کو دوزخ میں جگہ دینا عدلِ الٰہی کے قطعاً منافی نہیں ہے کیونکہ عدل کی تعریف یہ ہے کہ ہر شے کو اس کے مناسب مقام پر رکھا جائے۔ اس لئے کافر کا جنت میں داخل ہونا محال ہے کیونکہ عدلِ حقیقی کے خلاف ہے، وہ قطعاً اس مقام سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جیسے کہ کسی خوبصورت دلہن کی کسی اندھے کے لئے آرائش کریں یا کسی بہرے کے سامنے دلکش نغمہ سرائی کریں۔

رحمٰن کو عذاب سے کیا نسبت؟

مذکورہ بالا بیان کے بعد بھی ممکن ہے کہ پروردگارِ عالم کی رحمتِ رحمانیہ کے متعلق یہ شبہ پیدا ہو کہ جو خدا رحمان و رحیم ہے اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کیونکر راضی ہوگا کہ اپنی جس مخلوق کو موردِ علاقہ و محبت قرار دے چکا ہے انہیں کو ایسے شدید و خوفناک عذابوں اور سزاؤں میں مبتلا کرے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند متعال جس طرح صفاتِ جمالیہ و لطیفیہ کا مالک ہے اسی طرح صاحب صفات جلالیہ و قہریہ بھی ہے۔ جس طرح وہ ارحم الراحمین فی موضع العفو و الرحمۃ ہے اسی طرح وہ اشد المعاقبین فی موضع النکال والنقمۃ بھی ہے

اور جس طرح بہشت اس کے انتہائی لطف و مہربانی کی مظہر ہے اسی طرح دوزخ اس کے قہر شدید کا محلِ ظہور ہے۔ ہاں! چونکہ اس کی رحمت اس کے قہر و غضب پر غالب ہے: یا من سبقت رحمتهٗ غضبهٗ۔ اس بنا پر وہ راضی نہیں ہے کہ کوئی مخلوق اس کی نافرمانی کر کے کافر ہو جائے اور دوزخ کا لقمہ بنے۔ لا یرضیٰ لعبادہ الکفر۔ لیکن اگر مخلوقات (اس کی ناراضی کا علم ہونے کے باوجود) کفر اختیار کر کے جہنم کے راستے پر جائیں، تو انہیں جبر و اکراہ اور طاقت کے ذریعے روکتا بھی نہیں کیونکہ یہ امر اس کی حکمت کے خلاف ہے اور خدا بے نیاز مطلق ہے اسے اس کی احتیاج نہیں ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں۔

جبری توبہ بے سود ہے

پھر بھی اپنی مخلوقات پر رحمت و رافت کی بنا پر اس نے توبہ کو ان عذابوں سے رہائی کا ذریعہ و سبب قرار دیا ہے اور عمر کے آخری لحظے تک اس دروازہ کو کھلا رکھا ہے لیکن اگر مخلوق اس سببِ رحمت سے روگردانی کرے تو وہ ان کو توبہ پر مجبور بھی نہیں کرتا کیونکہ جبری و اکراہی توبہ، توبہ نہ ہوگی۔ بیشک خدا رحمٰن و رحیم ہے اور یہ اس کی رحمت ہی ہے کہ اس نے مخلوقات کو تمام واجبات و مستحبات کا حکم دیا یعنی وہ تمام باتیں جو بہشت میں داخل ہونے اور اس کے جوارِ رحمت میں رہنے کے لئے مستعدی و آمادگی کا نفع بخش سبب ہیں ان کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح تمام محرمات و مکروہات سے ہمیں منع فرمایا یعنی ان تمام چیزوں سے ہمیں روکا جو اس کی رحمت سے دوری اور شیاطین سے نزدیکی اور ابدی آگ میں جلنے کا باعث ہیں پس معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ تمام تکالیفِ شرعیہ الٰہیہ اس کی رحمتِ واسعہ ہی کی بنا پر مخلوقات پر عائد ہوئی ہیں، اس لئے مومن کو چاہیئے کہ ہمیشہ اس کا خاص طور سے لحاظ رکھے کہ تکالیفِ شرعیہ کی انجام دہی میں کبھی کوتاہی نہ ہو اور یہ جان لے کہ اگر کوئی تکلیفِ شرعی اس سے فوت ہوگئی تو اپنا ایک ناقابل تلافی و جبران نقصان ہوگیا۔ اور اسی لحاظ سے اس شخص نے اپنے

Presented by www.ziaraat.com

کو رحمتِ پروردگار سے محروم کیا اور یہ ایسا نقصان ہے کہ کسی دوسری چیز سے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔

مختصر سی عمر اور ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب؟

ایک دوسرا اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کافر نے دنیا میں مختصر سی عمر پائی مثلاً پچاس ساٹھ سال (یا کچھ زیادہ) اسکے باوجود جہنم میں اس کا خلود یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا اور سزائیں بھگتنا کیسے درست ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ کافر جس نے اپنی ساری عمر کفر میں گزاری در حقیقت اس نے اسی قلیل مدت میں اپنے سوءِ اختیار سے ایک ایسا امر ثابت و ناقابلِ زوال کسب کیا جس کا نتیجہ لازمی خلود فی النار ہے۔ بالفاظ دیگر اس نے اپنے واسطے ایسی تاریکی اختیار کی جس میں ابدالآباد تک کبھی بھی کوئی روشنی کی کرن نہیں پہنچ سکتی، اسی طرح جیسے مومن نے جو دنیا سے تقویٰ و ایمان کے ساتھ گیا اپنی اسی عمر کی مدت میں ایک امر ناقابلِ زوال و لامتناہی کو اپنے حسن اختیار سے کسب کیا یعنی اس نے ایک ایسا نور حاصل کر لیا جو ابدالآباد تک کبھی بھی بجھنے والا نہیں ہے۔

خلود، خیر و شر کی نیّت کی بنیاد پر ہوگا

بحار الانوار میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو ہاشم کے سوال کہ بہشت اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ قیام کیوں ہوگا؟ کے جواب میں فرمایا کہ دوزخی لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس وجہ سے رہیں گے کہ دنیا میں انکی نیتیں یہ تھیں کہ اگر وہ لوگ دنیا ہی میں ہمیشہ رہتے تو ہمیشہ خدا کی نافرمانی کرتے رہتے۔ اور بہشتیوں کے بہشت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ انکی نیتیں یہ تھیں کہ اگر وہ دنیا ہی میں رہتے تو ہمیشہ اطاعتِ پروردگار کرتے رہتے اور کبھی اور کسی وقت بھی پروردگارِ عالم کی فرماں برداری سے سرتابی نہ کرتے۔" پس یہ نیتیں ہیں جو بہشتیوں کے خلود فی الجنۃ اور دوزخیوں کے خلود فی النار کا سبب ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے، "ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے"۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ علیٰ محمدؐ وآلہ الطیبین الطاہرین

Presented by www.ziaraat.com

مذہبی دنیا کی دیگر مطبوعات

۱۔ قمر بنی ہاشم	علامہ جوادی	۹۰/-
۲۔ کربلا	علامہ جوادی	۱۰/-
۳۔ نص و اجتہاد	ترجمہ علامہ جوادی	۳۷/-
۴۔ ہمارے اقتصادیات	ترجمہ علامہ جوادی	۳۰/-
۵۔ ابوطالب مومن قریش	ترجمہ علامہ جوادی	

کتب مجالس

۱۔ عرفان رسالت	علامہ جوادی	۲۴/-
۲۔ بضعۃ الرسول	″	۱۶/-
۳۔ اسلام دین عقیدہ و عمل	″	۱۲/-
۴۔ محافل و مجالس (اول)	″	۴۰/-
۵۔ محافل و مجالس (دوم)	″	۶۰/-
پردہ	″	۷/-
نماز		۵/-
تشیع اور اسلام		۱۰/-
خاندان اور انسان		۱۰/-
حی علی الصلاۃ		

Presented by www.ziaraat.com